یونٹ 1 تا 9 بی اے/بی ایس (BS) کوڈ نمبر 5415/9432/413

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

عمرانیات (II)

یونٹ 1 تا 9　　　بی اے　　　کوڈ نمبر 5415/413/9432
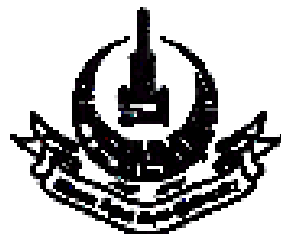
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ایڈیشن ------------------------ دوئم

اشاعت اول -------------------- 2013ء

تعداد اشاعت-------------------- 50,000

قیمت--------------------------- 125/- روپے

نگران طباعت ------------------- خلیل احمد رانا

طابع ------------------------- قاضی سنز پرنٹرز راولپنڈی

ناشر-------------------------- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

کورس ٹیم

چیئر مین	عبدالحمید راٹھور	
ممبر	جاوید اقبال سید	
رابطہ کار	نسیم خان محسود	
تحریر	فرحانہ خٹک	
	سید عمران حیدر	
	نسیم خان محسود	
	ڈاکٹر انوار الحق	شعبہ دیہی عمرانیات، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد
	فاروق سولنگی	
	ایس ایم شاہد	
	محمد لطیف ورک	ڈائریکٹر اکیڈمک، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، اسلام آباد
	اشفاق حسین مرزا	پروفیسر، شعبہ دیہی عمرانیات، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد
	سیف الرحمٰن شیرانی	شعبہ عمرانیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

نظر ثانی	فرخندہ جبین، جاوید غنی ڈار، عذرا مسعود
مدیر	ایس یم شاہد، عفت پرویز
ریڈیو پروڈیوسر	عابد خواجہ
ڈیزائنر	آفتاب احمد

فہرست عنوانات

		صفحہ نمبر
یونٹ نمبر 1	عمرانیات کا تعارف اور تحقیق	7
یونٹ نمبر 2	معاشرتی تحقیق کے مراحل	33
یونٹ نمبر 3	انسانی ثقافت اور معاشرہ	71
یونٹ نمبر 4	معاشرتی منصوبہ بندی	100
یونٹ نمبر 5	معاشرتی مسئلہ	127
یونٹ نمبر 6	پاکستان کے معاشرتی مسائل	154
یونٹ نمبر 7	جرم اور اس کا انسداد	207
یونٹ نمبر 8	کمیونٹی ڈیویلپمنٹ	261
یونٹ نمبر 9	دیہی ترقی	289

کورس کا تعارف

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد بی اے عمرانیات کا دوسرا کورس پیش کر رہی ہے۔

اگر چہ اس کتاب میں عمرانیات کے ان پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے جو پہلی کتاب میں دیئے گئے پہلوؤں سے مختلف ہیں تاہم موضوعات کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر آپ نے پہلا کورس نہیں پڑھا تو بھی اس کورس کو بغیر کسی دشواری کے پڑھ سکیں۔

عمرانیات معاشرتی علوم کا ایک حصہ ہے اس کا اولین مقصد معاشرے کے بارے میں حقائق کی تلاش ہے۔

یونٹ نمبر 1 عمرانیات کے تعارف اور معاشرتی تحقیق کے بارے میں ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ تحقیق کس طرح آپ کی معاشرتی زندگی میں کارآمد ثابت ہوتی ہے اور کیسے نظریات کے بننے کا سبب بنتی ہے۔

چونکہ ہر علم میں حقائق کو تلاش کرنے کا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے۔عمرانیات کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ آپ اس طریقہ کار سے واقف ہوں جو معاشرتی مسائل کو معلوم کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔یونٹ نمبر 2 اسی ضرورت کے تحت لکھا گیا ہے۔

یونٹ نمبر 3 میں انسانی ثقافت کی تعریف اور مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور انسانی معاشرہ کی اقسام پر بحث بھی اس یونٹ میں شامل ہے۔

آج کے دور میں منصوبہ بندی ہی معاشرتی ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔یونٹ نمبر 4 میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ معاشرتی منصوبہ بندی کس طرح کی جاتی ہے۔

یونٹ نمبر 5 میں معاشرے کے مسائل پر بحث کی گئی ہے اور آپ کو بتایا گیا ہے کہ مسئلہ کس کو کہتے ہیں، مسائل کے اسباب کیا ہوتے ہیں اور مسائل کو سلجھانے کے لیے ماہرین کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

یونٹ نمبر 6 میں عصر حاضر میں پاکستانی معاشرے میں پائے جانے والے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ان مسائل کے اسباب اور اثرات پر بحث کے ساتھ ساتھ ممکنہ حل کے لیے تجاویز بھی بیان کی گئی ہیں۔

یونٹ نمبر 7 جرائم سے متعلق ہے۔اس یونٹ میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ جرائم کی مختلف اقسام کون کون سی ہیں، ان کے اسباب کیا ہیں اور ان کا سدباب کس طرح کیا جاسکتا ہے۔

یونٹ نمبر 8 میں کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کے بارے میں بتایا گیا ہے اور وضاحت کی گئی ہے کہ کمیونٹی کی ضرورت اور مسائل کیا ہیں اس کی ترقی کس طرح ہو سکتی ہے اور اس میں کارکن کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

کورس کا آخری یونٹ نمبر 9 دیہی ترقی سے متعلق ہے۔ اس میں دیہات کی زرعی معیشت کے مسائل پر بحث کی گئی ہے اور معاشرت کی ترقی سے متعلق حکمتِ عملی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یونٹوں کا ڈھانچہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے طریقہ کار کے مطابق ہر یونٹ ایک ہفتے کے مطالعاتی مواد کو مدِ نظر رکھ کر لکھا جاتا ہے۔ کوشش کیجیے کہ آپ یونٹ کو مطلوبہ وقت میں ہی ختم کر لیں۔

ہر یونٹ کے شروع میں تعارف اور مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ ان مقاصد میں وہ باتیں درج کی گئی ہیں جو یونٹ پڑھ کر آپ کو سیکھ لینی چاہئیں۔ یونٹ پڑھنے کے بعد مقاصد دوبارہ پڑھیے اور اس بات کا اندازہ لگائیے کہ کیا واقعی آپ نے وہ سب کچھ سیکھ لیا ہے جو مقاصد میں بیان کیا گیا ہے۔

یونٹوں کو مزید چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کو سیکشن کہتے ہیں ان کو نمبر دیئے گئے ہیں اور اگر کسی سیکشن کو مزید حصوں میں تقسیم کرنا مقصود ہو تو اس کو بھی اسی سیکشن کے حوالے سے نمبر دیئے گئے ہیں مثلاً 1۔2۔3 کے ہندسے بڑے یونٹوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ 1.1 یا 3.2، 3.4 وغیرہ اسی سیکشن کے مزید ذیلی نکات ہیں۔ یہ نمبر اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ آپ کو کتاب کے مختلف حصوں کو دوبارہ دیکھنا آسان ہو۔ ہر بڑے سیکشن کے بعد خود آزمائی کے سوالات بھی شامل ہیں تا کہ آپ اپنا امتحان لے سکیں۔ یونٹ کے آخر میں ان سوالات کے جوابات ہیں۔ کوشش کیجیے کہ جواب دیکھے بغیر آپ خود ان سوالوں کو حل کر سکیں۔

ہر یونٹ میں اہم نکات بھی دیئے گئے ہیں۔ اہم نکات کا مطالعہ کرنے سے ایک موقع اور فراہم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے اس کی یاد دہانی کر سکیں۔

ہر یونٹ میں مشاغل بھی دیئے گئے ہیں۔ انہیں ضرور حل کریں اس سے آپ پر نفس مضمون بھی واضح ہو گا اور کورس میں دلچسپی بھی بڑھے گی۔

ہمیں امید ہے کہ آپ اس کتاب کو دلچسپ اور مفید پائیں گے۔ کتاب کو بہتر بنانے کے لیے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے ضرور نوازیں۔

مؤلف و رابطہ کار: نسیم خان محسود

یونٹ نمبر 1

عمرانیات کا تعارف اور تحقیق

تحریر: فرحانہ خٹک
نظر ثانی: ڈاکٹر اقبال سیف

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں عمرانیات کے مضمون کی تعریف اور تعارف کیا گیا ہے۔عمرانیات کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے۔ عمرانیات کو ایک معاشرتی سائنس کی حیثیت سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ہر مضمون کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں لہذا عمرانیات میں استعمال ہونے والی مخصوص اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد (Learning Objectives)

ہمیں امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1- عمرانیات کا تعارف پیش کر سکیں۔

2- یہ بتا سکیں کہ عمرانیات کو سائنس کا درجہ کس طرح دیا جاتا ہے۔

3- آج کل کے دور میں عمرانیات کی اہمیت وضرورت بتا سکیں۔

4- عمرانیات کی شاخیں بیان کر سکیں۔

5- عمرانیات میں استعمال ہونے والی بنیادی اصطلاحوں کی تشریح کر سکیں۔

فہرست مضامین

	عنوان	صفحہ نمبر
-1	عمرانیات کا تعارف	11
	1.1 مفہوم	11
	1.2 تعریفیں	12
	1.3 خود آزمائی نمبر 1	13
-2	عمرانیات ایک سائنس ہے	14
	2.1 عمرانیات بطور ایک سائنس	14
	2.2 عمرانیات کی تجربگاہ	15
	2.3 خود آزمائی نمبر 2	15
-3	عمرانیات کی اہمیت	16
	3.1 معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے	16
	3.2 کامیاب منصوبہ بندی کے لئے	16
	3.3 ذریعہ تعلیم	17
	3.4 معاشرتی امور میں رہنمائی کا کامیاب ذریعہ	17
	3.5 معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے	18
	3.6 پیشہ ورانہ اہمیت وضرورت	18
	3.7 معاشرتی برداشت پیدا کرنا	19
	3.8 عمرانیات کی شاخیں	19
	3.9 عمرانیات کا دائرہ کار	20

صفحہ نمبر	عنوان	
20	3.10 خودآزمائی نمبر 3	
21	عمرانیات کی بنیادی اصطلاحات	4-
22	4.1 معاشرتی عمل	
22	4.2 معاشرتی تفاعل	
23	4.3 منصب	
23	4.4 معاشرتی کار منصب	
24	4.5 سماجی/معاشرتی گروہ	
24	4.6 معاشرتی ادارہ	
25	4.7 معاشرتی نظام	
26	4.8 معاشرتی ضبط	
26	4.9 طاقت	
26	4.10 اختیار/اتھارٹی	
27	4.11 خودآزمائی نمبر 4	
27	تحقیق	5-
27	5.1 تحقیق کا تعارف اور مفہوم	
28	5.2 تحقیق کی خصوصیات	
28	5.3 تحقیق کی اہمیت وفوائد	
29	5.4 خودآزمائی نمبر 5	
30	خودآزمائی کے جوابات	6-
31	کتابیات	7-

1- عمرانیات کا تعارف

عمرانیات کا لفظ دو الفاظ سے مل کر بنا ہے۔یعنی عمران اور یات۔عمران کا مطلب ہے آبادی، اجتماع اور یات کے معنی ہیں علم ہونا۔اس طرح عمرانیات کا مطلب ہوا آبادی کا علم۔انگریزی زبان میں عمرانیات کے لئے Sociology کی اصطلاح عام ہے۔ہماری آج کل کی روزمرہ زبان میں سوشیالوجی کا بہترین ترجمہ سماجیات ہے۔یعنی سماج کا علم۔ہمارے ہمسایہ ممالک ایران اور افغانستان میں عمرانیات کا مضمون اجتماعات اور علم الاجتماع کے ناموں سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

مغربی دنیا کے فرانسیسی عمرانی مفکر اگست کامٹے (1798-1852) نے پہلی بار سوشیالوجی کی اصطلاح استعمال کی۔جس سے مراد اجتماعی زندگی کے بارے میں باضابطہ علم تھا۔یہ اصطلاح اس مضمون کا تعارف بن گئی۔1839 میں متعارف ہونے والی یہ اصطلاح آج بھی رائج الوقت ہے۔اجتماعی زندگی کے باضابطہ علم کی ضرورت اس لئے بھی محسوس کی گئی کیوں کہ ان دنوں فرانس میں صنعتی انقلاب کی وجہ سے معاشرتی زندگی ے بے پناہ مسائل نے سر اٹھایا۔جس نے لکھاریوں، مفکرین اور صاحب بصیرت لوگوں کو سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کیا۔کومٹے بھی اسی دور کا مفکر تھا۔معاشرے کی بگڑتی ہوئی صورت حال دیکھ کر اس نے ضرورت محسوس کی کہ ایک ایسا علم ہو جو سائنسی اصولوں کی بنیاد پر معاشرتی مظاہر کا مطالعہ کرے۔اس نے اس نئی سائنس کو Sociology کے نام سے متعارف کرایا۔

عمرانیات درحقیقت ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق اجتماعی زندگی یا گروہ سے ہے۔کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو اکیلے زندگی گزارنے کا دعویٰ کرے۔کیوں کہ وہ اپنی ہر ضرورت اور فرحت کے لئے اپنے جیسے بہت سے دوسرے لوگوں کا محتاج ہے۔کیوں کہ گروہ ہی وہ واحد طریقہ اور ذریعہ ہے جو کہ ہر انسان کی تمام ضرورتوں اور سہولتوں کو پورا کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔فرد کی حفاظت اور بقاء دونوں گروہی زندگی سے وابستہ ہیں۔بہت سے مختلف گروہوں سے معاشرہ بنتا ہے۔آسان الفاظ میں معاشرے کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اسے ایک بڑی عمارت سمجھا جائے۔معاشرے میں رہنے والے افراد کی حیثیت اینٹوں کی طرح ہے۔جس طرح اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر ایک بڑی عمارت بناتی ہیں۔بالکل اسی طرح انسانوں کا باہمی ربط اور باہمی انحصار ایک معاشرتی زندگی یا معاشرے کو تشکیل دیتا ہے۔اس معاشرے کا مطالعہ عمرانیات کی اصل روح ہے۔گروہی زندگی کا فرد پر براہ راست اثر ہوتا ہے کیوں کہ معاشرے میں رہ کر یہ ممکن اور آسان ہے کہ ایک فرد کی

شخصیت کی تعمیر ہو اس کے رویوں اور خواہشات کی تسکین ہو۔

عمرانیات کا تعلق ان عمرانی مظاہر سے ہے جو افراد کے ملنے، تعاون کرنے جھگڑے، محبت و نفرت وغیرہ سے رونما ہوتے ہیں یعنی تفاعل کا عمل گروہی زندگی کی بنیاد ہے۔ گروہی زندگی میں مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کا مستقل پائیدار ادارتی نظام معاشرتی اداروں کو وجود میں لاتا ہے جو گروہی زندگی کے نظم وضبط کا ایک ذریعہ ہیں۔ ایسے معاشرتی اداروں اور معاشرتی ضبط کا مطالعہ عمرانیات کا ایک اہم موضوع ہے۔

1.2 تعریفیں Definitions

(1) اگست کومٹے

'' عمرانیات معاشرے کی نظریاتی حس کا نام ہے جس کا نصب العین معاشرے سے متعلق بنیادی قوانین کا کھوج لگانا ہے''

(2) وارڈ اور سمنر

'' عمرانیات معاشرے کی سائنس ہے''

(3) ٹیلکوٹ پارسنز

'' انسانی گروہوں کی ساخت اور وظائف کے علمی اور سائنسی مطالعے کا نام عمرانیات ہے''

(4) پارک

'' عمرانیات اجتماعی کردار کی سائنس ہے''

(5) جان ایف سوبر

'' انسانی تعلقات کے علمی مطالعے کا نام عمرانیات ہے''

(6) آگبن اور نمکاف

'' معاشرتی زندگی کے مطالعے کا نام عمرانیات ہے''

(7) ڈرخائم

''عمرانیات معاشرتی اداروں اور معاشرتی حقائق کا مطالعہ کرتی ہے۔ جب انسان آپس میں ملتے ہیں تو ان میں کوئی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ ان کی بے شمار ضروریات ہوتی ہیں جو وہ اکیلے پوری نہیں کر سکتے۔ مختلف کام مختلف لوگوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں جس سے مختلف ادارے وجود میں آتے ہیں۔ عمرانیات مختلف اداروں کی سائنس اور مطالعہ ہے۔

(8) عمرانیات ابن خلدون کی نظر میں

ابن خلدون نے عمرانیات کی نئی سائنس کی تشکیل کی جو اس کے نزدیک تاریخی حقائق کی تفسیر کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس نے تاریخی واقعات سے اجتماعی قوانین اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ کی غرض و غایت اس کی نظر میں اجتماعیات کا مطالعہ ہے۔ ابن خلدون کا مشہور لاثانی شاہکار ''مقدمہ'' عمرانیات، فلسفہ، تاریخ، معاشیات، ادب اور دیگر علوم کے لئے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں معاشرے، ریاست حکومت کی ابتداء، گروہی زندگی، عصبیت، شہری و دیہی عمرانیات معاشرتی تغیر کا نظریہ، آبادی پر ماحول کا اثر اور قوموں کے عروج و زوال پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ابن خلدون کی نظر میں عمرانیات تاریخی کلیات کی منطقی دلیل ہے۔

1.3 خود آزمائی نمبر 1

سوال 1- خالی جگہ پر کریں۔

1- ایران افغانستان میں عمرانیات..................اور..................کے نام سے مشہور ہے۔

2- سوشیالوجی رائج الوقت اصطلاح کا سہرا..................کے سر ہے۔

3- عمرانیات کا تعلق..................سے ہے نہ کہ..................سے۔

4- وارڈ وسمز کے مطابق عمرانیات معاشرے کی..................ہے۔

5- پارک کے مطابق عمرانیات..................کرداری سائنس ہے۔

6- انسانی تعلقات کے..................کا نام عمرانیات ہے۔

7- ....زندگی کے مطالعے کا نام عمرانیات ہے۔

8- ڈرخائم کے مطابق "عمرانیات معاشرتی اداروں اور..................کا مطالعہ کرتی ہے۔

9- ابن خلدون کا مشہور لاثانی شاہکار..................ہے۔

2- عمرانیات ایک سائنس ہے

2.1 عمرانیات بطور ایک سائنس

وہ علم جس میں سائنسی طریقہ کار کی پیروی کی جائے سائنس کہلا سکتا ہے۔ سائنسی علم ہر لحاظ سے قابل اعتبار ہوتا ہے اور عمرانیات اس پر پوری اترتی ہے۔ عمرانی تحقیق میں خاندان، گروہی کردار، معاشرتی تغیر، معاشرتی درجہ بندی اور معاشرتی اداروں وغیرہ جیسے بے شمار موضوعات شامل ہیں۔ اگرچہ یہ تحقیقات زمان ومکان کے لحاظ سے پابند ہیں لیکن پھر بھی ان کے متعین کردہ قوانین ہمارے لئے رہنما کا کام دیتے ہیں۔

سائنس کا تعلق بار بار رونما ہونے والے واقعات سے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معاشرتی تعلقات میں افراد واقوام کے تعلقات، رشتہ داروں اور اولاد کے درمیان، صاحب اختیار اور ماتحتوں کے درمیان، شاگردوں اور استادوں کے درمیان، معاشرتی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں اور روزمرہ کے واقعات بار بار ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

عمرانی تحقیقات کی بناء پر ہم کئی معاشرتی مظاہر کے بارے میں پیش گوئی کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بے راہ روی کے اسباب پر تحقیق کی بنیاد پر ہم بچوں میں بے راہ روی کے محرکات کی پیش گوئی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شادیوں اور زوجین کی عمروں کا تناسب معلوم کر کے ایک ماہر عمرانیات بتا سکتا ہے کہ ہر عمر کے گروہ میں شادیوں کا کتنا تناسب ناکام یا کامیاب رہے گا۔ آبادی میں پیدائش واموات کے رجحانات کا تجزیہ کر کے مستقبل کی آبادی میں اضافے کی صحیح پیش گوئی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح یہ پیش گوئی بھی کی جاسکتی ہے کہ بچوں والے والدین میں طلاق کی شرح بغیر بچوں والے شادی شدہ جوڑوں کی نسبت کم ہوگی۔

2.2 عمرانیات کی تجربہ گاہ

طبعی علوم کی تجربہ گاہوں میں مثالی حالات پیدا کر کے مثالی نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ جبکہ عمرانیات کے مخصوص نفس مضمون کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہے۔ معاشرتی گروہوں اور معاشرتی تعلقات پر تحقیقات کے لئے ہم انسانوں کو تجربہ گاہوں میں کنٹرول نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ لیکن تجربہ گاہ کی روح کو ایک ماہر عمرانیات ضرور اپناتا ہے۔ ماہر عمرانیات کی تجربہ گاہ تو پورا معاشرہ ہے اور مشاہدہ اس کا اہم ترین آلہ تحقیق ہے۔

سائنسی تحقیق کا ایک اور اہم معیار اس کا منظم ہونا ہے۔ عمرانیات ایک نئی سائنس ضرور ہے لیکن اس کا علم کافی حد تک منظم صورت اختیار کر چکا ہے۔ ایک ماہر عمرانیات بھی ہر سائنس دان کی مانند غیر جانبداری سے کام لے کر معروضی (Objective) ہونے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اس میں اس کی پسند اور ذاتی تعصبات کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ لیکن باوجود پوری احتیاط کے اگر اس کی تحقیقات میں جھول کا شک ہو تو وہ قابل معافی ہے۔ کیوں کہ جانداروں (انسانوں، جانوروں پودوں) پر کئے گئے تجربات کو دہرایا نہیں جاسکتا۔ جبکہ دوسری نامیاتی اشیاء کی تحقیق میں یہ سہولت موجود رہتی ہے۔ یعنی پودوں اور جانوروں پر بھی تحقیق دہرائی نہیں جاسکتی مثلاً ایک پودا یا جانور جو حرارت کی وجہ سے تبدیل (مرجھا گیا) ہو گیا ہے ہم اسے اس کی پہلی حالت میں واپس نہیں لا سکتے۔

اسی طرح عمرانیات میں بے شمار عوامل کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ جبکہ فطری علوم میں نسبتاً زیادہ سادہ تجرباتی وظائف ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اس لئے عمرانیات کی اپنی سائنسی مشکلات بھی ہیں جو بعض اوقات بار بار وقوع پذیر ہونے والے واقعات کے بارے میں قوانین وضع کرنے اور پیش گوئی کے کام میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

2.3 خود آزمائی نمبر 2

ٹھیک جواب پر (✓) نشان لگائیں۔

-1 عمرانیات کیا ہے

(i) ایک آرٹ ہے

(ii) معاشرتی سائنس ہے

(iii) طبعی سائنس ہے

-2 سائنس کسے کہتے ہیں؟

(i) تجربہ کرنے کو

(ii) معلومات جمع کرنے کو

(iii) وقعات کے باضابطہ مطالعے کو

3- عمرانیات کی اہمیت Significance of Sociology

ماہر عمرانیات معاشرے میں انسانی کردار اور تعلقات کے بارے میں سائنسی بنیادوں پر مصدقہ علم کی تحقیق کرتا ہے ۔ایک عام شخص کو معاشرے کا سائنسدان نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ وہ معاشرے کا رکن ہوتے ہوئے بھی بے شمار توہمات اور تعصّبات کا شکار رہتا ہے ۔اسی طرح معاشرہ سے وابستہ وسیع معلومات بھی فائدہ نہیں دیتی ۔ ہمارا جدید معاشرہ اس قدر پیچیدہ ہو چکا ہے کہ مختلف تبدیلیوں کی وجوہات، معاشرتی قوتوں کی کارفرمائی اور معاشرتی مسائل کا تجزیہ کرنا ایک تکنیکی عمل بن چکا ہے۔ جو ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں رہی ۔لہٰذا صرف معاشرتی تعلقات کا ماہر ہی ان کا تجزیہ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ یقیناً عام آدمی کا تجزیہ محدود، ذہنی طور پر الجھاو اور سائنسی بنیادوں پر نہیں ہوگا۔ ان تمام حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم عمرانیات کی اہمیت کی طرف بڑھتے ہیں۔

3.1 معاشرے کی فلاح و بہبود کیلئے Sociology and Welfare

انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے عمرانی ادب کی گراں قدر خدمات ہیں ۔عمرانیات میں معاشرتی مسائل کا تجزیہ، معاشرتی اداروں کی ساخت و وظائف، معاشرتی درجہ بندی، معاشرتی کنٹرول کے ادارے، جرائم کے اسباب کی صحیح تشخیص، آبادی میں اضافے اور کمی کرنے والے عوامل کی نشاندہی، معاشرتی نظام پر تحقیقات انسانی فلاح و بہبود میں معاون ثابت ہوتی ہیں ۔ان سے معاشرتی انتشار یقیناً کم ہوا ہے ۔عمرانی تحقیقات معاشرتی مقاصد و نصب العین کے تعین میں مدد دیتی ہیں اس سے ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور علمی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

مختلف ترقیاتی منصوبوں اور ترقیاتی پالیسیوں میں توسیع کے لئے عمرانی علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ملک کی اکثریت اگر زیادہ شرح پیدائش کو ملک کی ترقی یا مفاد میں زہر قاتل سمجھتی ہے تو اس کے لئے عمرانی تحقیقات کے نتائج ہی کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

3.2 کامیاب منصوبہ بندی کے لئے

معاشرتی زندگی کے باضابطہ مطالعہ سے ہم پیش گوئی کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں مستقبل کے

آنے والے خطرات کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے یعنی مستقبل کی منہ زور طاقتوں کو قابو کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ کسی بھی قسم کی کامیاب منصوبہ بندی کے لئے مستقبل کے تخمینے ناگزیر ہوتے ہیں۔ آج ہمیں اگر یہ معلوم ہو کہ اگلے پانچ سالوں میں ہماری آبادی میں اضافہ کس قدر رہوگا۔ بچوں بوڑھوں یعنی کہ دست نگر آبادی کا تناسب (Dependency ratio) کیا ہوگا۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے کتنے سکول، کالج اور ہسپتال درکار ہوں گے؟ خوراک کتنی مہیا کرنا پڑے گی؟ تو ہم معاشی خوشحالی کے مقاصد کو بہتر اور صحیح منصوبہ بندی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم تعلیم، صحت، پیشہ ورانہ ضروریات اور بڑھتی ہوئی آبادی کا تعین کر کے مناسب اقدامات کا پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں اور اقتصادی ترقی کے لئے ساتھ ساتھ سرمایہ بھی بچا سکتے ہیں۔ اس طرح ان دیکھی تلخ حقیقتوں سے بآسانی نپٹا جا سکتا ہے جو معاشرے میں بلائے ناگہانی بن کر نازل ہونے والی ہوں۔

3.3 ذریعہ تعلیم

عمرانیات لوگوں کی معاشرتی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ اگرچہ معاشرے کی خرابیوں اور مسائل کا مکمل سدباب کرنا عمرانیات کا کام نہیں ہے تاہم عمرانیات میں ایک مکتبہ فکر اس کی اخلاقی صلاحیتوں پر بہت زور دیتا ہے کیوں کہ معاشرتی فلاح کسی بھی سائنس کا اہم مقصد ہوتا ہے۔ معاشرتی مسائل پر تحقیقات سے ہر معاشرتی ادارے اور شعبے کے ماہرین استفادہ کر سکتے ہیں۔

3.4 معاشرتی امور میں رہنمائی کا کامیاب ذریعہ

پوری دنیا کے مختلف معاشروں کی طرح ہمارا پاکستانی معاشرہ بھی قدیم و جدید کی کشمکش سے دوچار ہے۔ یعنی ہمارا معاشرہ بھی ایک طرف تو ماضی پرست، روایات پرور اور مذہب کے نام پر ناجائز سختی اور غلط تشریح کا شکار ہے تو دوسری طرف مغربی دنیا کی تکنیکی اور صنعتی ترقی کا سامنا ہے۔ ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ثقافتوں کے تصادم میں ہمارا معاشرہ کس طرح اپنی پہچان اور وجود کو قائم و دائم رکھ سکے گا؟ یا یہ کہ مغربی تہذیب میں تحلیل ہو کر رہ جائے گا۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ہماری اعلیٰ روایات کی بقا بھی ہو اور ہم جدید معاشرے کی ناگزیر ضروریات کو بھی پورا کر سکیں۔ کیا ہمارا پورا معاشرہ اور قوم سائنسی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے؟ یہ سب حقیقتیں بہت اہم ہیں اور ایسے حالات میں عمرانیات کی افادیت اور ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے

۔کیوں کہ یہی وہ علم ہے جو ایسی پیچیدہ صورت حال میں ہماری بہترین رہنمائی کرسکتا ہے کہ ہم بحیثیت قوم کن کن معاشرتی رسومات اور تعصّبات کو خیر باد کہہ دیں کیوں کہ یہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر ہم بحیثیت قوم جدید تہذیب کے طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔

3.5 معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے

جدید دنیا اب بین الاقوامیت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔یعنی دنیا کے تمام ممالک اور قومیں اب ایک دوسرے سے پنہاں نہیں ہیں۔تیز رفتار ذرائع آمد و رفت نے اب طویل فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے۔انتقال آبادی اب معمول کی بات ہے۔آبادی دیہاتوں کو چھوڑ کر شہروں کی طرف تیزی سے ہجرت کر رہی ہے۔پیشہ ورانہ پیچیدگیاں اور مہارتیں اب معاشرتی زندگی کا بنیادی عنصر بنتی جارہی ہیں۔اب شہروں میں مختلف قسم کی آبادیاں مثلاً پنجابی، پٹھان، سرائیکی، سندھی، اردو بولنے والے، بلوچی، فارسی اور مختلف قسم کے طبقے نیز مختلف ذاتیں ایک ساتھ رہ کر ایک نئے معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔یقیناً شہروں میں اس قسم کی آبادی میں نئے نئے مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔اگرچہ سائنس نے بھی بہت ترقی کی ہے اور کئی لوگوں کا کام ایک مشین نے سنبھال لیا ہے تاہم پھر بھی جہاں ایک مسئلہ حل ہوتا ہے وہاں کئی دوسرے مسئلے سر اٹھا لیتے ہیں۔لہذا اس قسم کے معاشرے میں جہاں روز بروز نئے نئے مسائل سر اٹھاتے ہوں وہاں معاشرتی ہم آہنگی اور ترقی کے لئے عمرانیات کی اہمیت مسلمہ ہے۔اس قسم کے ماحول میں عمرانی تحقیقات کے ذریعے بہت سے مسائل کی جڑ کو ختم کیا جاسکتا ہے۔یہی نہیں نسلی تصادم اور تفرقات اور فرقہ ورانہ اختلافات کو کم کرنے میں عمرانی جائزوں کی وجہ سے مثبت پیش رفت ہوئی ہے۔

3.6 پیشہ ورانہ اہمیت وضرورت

آغاز میں ایک مضمون کے طور پر عمرانیات کا مطالعہ کیا گیا لیکن جوں جوں معاشرے کے دیگر شعبوں میں ترقی ہوتی گئی اور معاشرے کو معاشرتی تبدیلی کا سامنا ہوا تو اس مضمون کی اہمیت وضرورت بھی نہ صرف بڑھ گئی بلکہ مختلف شعبوں میں پیشہ ورانہ لحاظ سے اس کی کمی کا احساس ہونے لگا۔اس علم کے فارغ التحصیل طلبا کی خدمات سے مختلف حکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ان اداروں میں تعلیمی ادارے یعنی تعلیم و تدریس، شہری منصوبہ بندی کا محکمہ، اصلاح اسیران اور آزمائشی رہائی کے محکمے، منصوبہ بندی کے کمیشن، محکمہ اطلاعات، تعمیر نو، زرعی ترقیاتی کارپوریشن، طبعی وسماجی مراکز، سماجی بہبود اور ترقیاتی

معاشیات کے ادارے قابل ذکر ہیں۔

3.7 معاشرتی برداشت پیدا کرنا

عمرانیات میں دوسرے معاشروں اور ثقافتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی گزارنے اور آگے بڑھنے کا صرف ایک ہی طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی آگے بڑھنے کا واحد طریقہ ہے۔یعنی ہمارے معاشرے میں زندگی گزارنے اور آگے بڑھنے کے جو طریقے ہیں وہ دنیا کے بہت سے دوسرے معاشرے کے طریقوں میں سے ایک ہے۔جیسا کہ دنیا میں صرف یہی ایک عقیدہ اور مذہب نہیں ہے جسے ہم مانتے ہیں۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے مذہب اور عقیدے کے ساتھ ساتھ اور بہت سے مذاہب اور عقیدے دنیا میں موجود ہیں۔جب ہم دوسرے معاشروں میں مذاہب ان سے وابستہ خاندان، شادی بیاہ کے طریقے اور دوسرے معاشرتی اداروں کے وظائف ادا کرنے کے طریقے کا بغور تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو اس سے نظر و قلب میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔نیز اعلیٰ ظرفی عقائد میں وسعت و پختگی، اخلاقی رواداری اور بے تعصبی جیسے اعلیٰ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔جس قدر مختلف ثقافتوں کے مطالعے کا رواج بڑھتا ہے اس قدر تیزی سے بے جا نسلی عصبیت کے احساسات ختم ہوتے چلے جاتے ہیں۔جس کے نتیجے میں دوسروں کے لئے برداشت اور تحمل کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔یہ وہ بیج ہیں جن سے معاشرے میں یک جہتی اور بین الاقوامی طور پر امن کے شجر کو تقویت ملتی ہے۔

3.8 عمرانیات کی شاخیں

یہ حقیقت ہے کہ عمرانیات ایک نئی سائنس ہے اور اس نئی سائنس نے قلیل مدت میں بہت تیزی سے ترقی کی ہے۔اس نئی سائنس کی ترقی کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی شاخیں 500 سے تجاوز کر گئی ہیں۔عمرانیات کی چند اہم ترین شاخوں کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

1- دیہی عمرانیات
2- شہری عمرانیات
3- زراعت اور عمرانیات
4- خاندان کی عمرانیات
5- سوشیالوجی آف جینڈر
6- عمرانیات اور ترقی
7- مذہب اور عمرانیات
8- تعلیم اور عمرانیات

9-	قانون کی عمرانیات	10-	صنعتی عمرانیات
11-	انتظامی عمرانیات	12-	سیاسی عمرانیات
13-	نسلی عمرانیات	14-	طبعی عمرانیات
15-	فوج کی عمرانیات	16-	تفریح اور عمرانیات
17-	حقوق اطفال	18-	لسانی عمرانیات
19-	عالمی معاشرے کی عمرانیات	20-	اطلاقی عمرانیات
21-	معاشرتی درجہ بندی	22-	معاشرتی عدم تنظیم
23-	معاشرتی نفسیات	24-	آبادیات
25-	جرمیات		

3.9 عمرانیات کا دائرہ کار

عمرانیات کا مضمون انتہائی وسیع ہے اس میں وہ تمام افعال شامل ہیں جن کو ہم سماجی کہتے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو ہمیں معاشرتی کرداروں اور معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعارف یا روشناس کرواتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا تعلق ان تمام موضوعات سے ہے جن کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہے۔ یعنی یہ وہ موضوعات ہیں جو معاشرتی تعلقات کی عام نوعیت کی وضاحت کرتے ہیں۔ تحقیقی علم کی بدولت معاشرتی تعلقات اور سماجی زندگی سے متعلق اصول و نتائج وضع کیے جاتے ہیں۔ کسی بھی علم کی وسعت اور دائرہ کار کا اندازہ اس علم میں پڑھائے جانے والے موضوعات سے کیا جاتا ہے۔ عمرانیات کے دائرہ کار میں جو موضوعات شامل ہیں ان کی چھان بین کے لئے ہمیں عمرانیات کی درسی کتب، عمرانی تحقیقات اور جریدوں میں چھپنے والے مقالات مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

3.10 خود آزمائی نمبر 3

سوال نمبر 1- معاشرتی فلاح و بہبود کے لئے عمرانیات کس طرح معاون ثابت ہوتی ہے؟

سوال نمبر 2- منصوبہ بندی اور عمرانیات کے باہمی تعلق کی وضاحت کریں۔

سوال نمبر 3- عمرانیات کی پیشہ ورانہ اہمیت پر نوٹ لکھئے۔

سوال نمبر 4- عمرانیات کس طرح معاشرتی برداشت کے فروغ میں معاون ثابت ہوتی ہے؟

سوال نمبر 5- عمرانیات کے دائرہ کار کے بارے میں مختصر نوٹ تحریر کریں۔

4- عمرانیات کی بنیادی اصطلاحات

انسان کے خیالات و تجربات سے مختلف علوم وجود میں آئے۔ان علوم کو صحیح طور پر بیان کرنے کے لئے نئے الفاظ کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے۔جس کے تحت ان علوم کے ماہرین اپنے اپنے علم میں نئے الفاظ کا اضافہ کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات معاشرے میں رائج الفاظ کو نئے معنی دیتے رہے ہیں۔عمرانیات کی بھی اپنی الگ زبان ہے۔لوگوں کے طور طریقوں کو بیان کرنے،ان کی درجہ بندی کرنے کے لئے عمرانیات کی اپنی اصطلاحات ہیں۔بالکل اسی طرح جیسے حساب کی کچھ اصطلاحات ہیں مثلاً جمع ،کلیہ،تفریق،ضرب،تقسیم وغیرہ اسی طرح معاشیات کی اپنی اصطلاحات ہیں مثلاً رسد، طلب،مارکیٹ،اجارہ داری وغیرہ

اصطلاحات سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو لغوی معنوں کے علاوہ وسیع تر تصور بھی رکھتے ہیں اور یہ کہ ان کی باقاعدہ تعریف اس مخصوص علم کے حوالے سے کی جاسکتی ہے۔علم کے حوالے سے تعریف اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات ایک ہی لفظ کے مختلف لوگوں کے نزدیک مختلف معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً شماریات (Statistics) میں لفظ آبادی(Population) کا مطلب کسی بھی چیز کی کل تعداد ہے۔یہ انسانوں کی تعداد بھی ہوسکتی ہے،جانوروں کی تعداد بھی ہوسکتی ہے اور بے جان اشیاء مثلاً کتابیں ، عمارت ، جہاز ، ٹی وی ، گاڑیاں بھی ہوسکتی ہیں جبکہ کسی ماہر آبادیات (Demographer) کے نزدیک آبادی کا مطلب صرف انسانوں کی تعداد ہے۔اسی طرح لفظ مدوجزر کے معنی ماہرین معاشیات کے نزدیک قیمتوں کے اتار چڑھاؤ یعنی اشیاء کی قیمتوں میں کمی بیشی ہے۔جبکہ جغرافیہ دان کے نزدیک سورج اور چاند کی کشش کے باعث سمندر اور دریاؤں کے پانی میں پیدا ہونے والا اتار چڑھاؤ ہے۔اسی طرح لفظ قدر (Value)

معاشیات میں کسی چیز کی قوت خرید وفروخت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔جبکہ عمرانیات میں قدر ایک بنیادی اصول ہ جولوگوں کو ایسا معیار مہیا کرتا ہے جس سے کسی خاص عمل یا مقصد کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکے کہ یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے۔

وہ اصطلاحات جو عمرانیات میں استعمال ہوتی ہیں ان میں سے چند اہم اصطلاحات کی وضاحت کی جاتی ہے تا کہ عمرانیات کے مزید مطالعے میں مشکل محسوس نہ ہو۔

4.1 معاشرتی عمل Social Action

''انسان کا کوئی بھی عمل جو کسی فرد یا افراد کے حوالے سے پایہ تکمیل کو پہنچے، معاشرتی عمل یا سماجی عمل کہلاتا ہے''

عمرانیات سے باہر ہماری زندگی کی بول چال سماجی عمل سے مراد ایسے کام لئے جاتے ہیں جس سے مراد دوسروں کی فلاح و بہبود ہو لیکن عمرانیات میں ایسا نہیں ہے۔عمرانیات میں ہر وہ عمل جس کا تعلق دوسرے افراد سے ہو چاہے بھلائی کے لئے ہو یا برائی کے لئے وہ کام معاشرتی یا سماجی عمل کہلاتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی سائنسدان اپنی تجربہ گاہ میں اپنے ملک یا قوم کی خاطر ایجاد کرتا ہے تو یہ اس کا سماجی عمل ہوگا لیکن کوئی شخص چاہے وہ بہت سے لوگوں کے درمیان ہو اور وہ اکیلا کسی خوبصورت منظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا ہو یا وہ شخص سگریٹ نوشی کر رہا ہو تو عمرانیات کی رو سے اس شخص کے یہ اعمال سماجی نہیں بلکہ ذاتی کہلائیں گے۔

4.2 معاشرتی تفاعل Social Interaction

''لوگوں کے معاشرتی اعمال کا ایک دوسرے پر اثر معاشرتی یا سماجی تفاعل کہلاتا ہے'' یا جب دو یا دو سے زائد افراد باہمی طور پر ایک دوسرے سے متاثر ہوں تو ان کے اس عمل کو معاشرتی تفاعل کہیں گے۔

انسان کا یہ عمل اس کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے اور مرتے دم تک کسی نہ کسی حالت میں قائم رہتا ہے۔انسان فطری طور پر مل جل کر رہنے پر مجبور ہے۔اگر اسے معاشرے سے الگ تھلگ رکھا جائے گا تو اس کی ذہنی نشو ونما نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو قدرتی طور پر کبھی وہ دوسروں کا اثر قبول کرتا ہے اور کبھی دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔معاشرتی تفاعل ہمیشہ دو طرفہ ہوتا ہے لیکن اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں افراد آمنے سامنے موجود ہوں۔معاشرتی تفاعل دور دراز بیٹھے لوگوں کے مابین بھی ہوسکتا ہے۔تفاعل خط و کتابت اور ٹیلی فون

Email، ویڈیو کانفرنس، Skype کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ تفاعل ہی کی بدولت، خاندان، مذہب، قومیں اور تنظیمیں وجود میں آتی ہیں۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ معاشرتی تفاعل مثبت پہلو ہی لئے ہوئے ہوں۔ باہمی منفی اثرات بھی معاشرتی تفاعل ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثلاً دو لوگوں کا آپس میں برا بھلا کہنا، دو یا دو سے زیادہ لوگوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا، ہڑتالیں کرنا اور ہڑتال سے وابستہ توڑ پھوڑ، منفی سرگرمیوں کے لئے منصوبہ بندی کرنا یا اسے عملی جامہ پہنانا۔ مختصراً یہ کہ معاشرتی تفاعل باہمی تعاون و تصادم دونوں کو جنم دیتا ہے۔

4.3 منصب Status

'' فرد کا معاشرے میں سماجی مقام اس کا منصب کہلاتا ہے''

منصب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو انسان کو اس کے ورثے میں ملتے ہیں مثلاً نواب کا بیٹا نواب زادہ اور بادشاہ کا بیٹا شہزادہ کہلاتا ہے۔ ان منصب کو حاصل کرنے کے لئے یقیناً انہوں نے کوئی محنت نہیں کی ہے بلکہ یہ مقام انہیں اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ملا ہے۔ ایسے منصب عطاء شدہ منصب یا نسبتی منصب (Ascribed Status) کہلاتے ہیں۔ یہ وہ منصب ہیں جو تبدیل نہیں کئے جا سکتے۔

دوسری قسم کے منصب وہ منصب ہیں جو انسان اپنی محنت سے حاصل کرتا ہے کوئی غریب بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتا ہے یا اپنے لئے کسی جماعت میں کوئی نمایاں مقام پیدا کرتا ہے۔ اپنی کوشش سے حاصل کردہ منصب (Achieved Status) کہلائے گا۔ ایسے منصب وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ معاشرتی منصب عام طور پر دو طرفہ ہوتے ہیں یعنی ہر منصب کا کوئی نہ کوئی جوابی منصب بھی ہوتا ہے۔ مثلاً باپ بیٹا، افسر ماتحت، استاد شاگرد، ڈاکٹر مریض، دوست (ایک شخص) کا دوست (دوسرا شخص) وغیرہ۔

4.4 معاشرتی کار منصب (Social Role)

''ایک خاص منصب رکھنے کی وجہ سے اس فرد سے دوسرے لوگ جس قسم کے کردار اور اعمال کی توقع رکھتے ہیں وہ توقع اس شخص کا معاشرتی کار منصب کہلاتا ہے''

کارمنصب بھی منصب کی طرح وقت اور مقام کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں ۔ایک شخص ایک ہی وقت میں بہت سے کارمنصب ادا کرسکتا ہے کیوں کہ ایک ہی وقت میں وہ بہت سے منصب بھی رکھتا ہے مثلاً گھر میں اس کے باپ کی حیثیت سے جدا کارمنصب ہیں اور بیٹے کی حیثیت سے جدا اس طرح شوہر کی حیثیت سے جدا کارمنصب ہیں اور بھائی کی حیثیت سے جدا کارمنصب ۔پھر جب وہ شخص دفتر جاتا ہے تو وہاں افسر کی حیثیت سے جدا کارمنصب سرانجام دیتا ہے اور ماتحت کی حیثیت سے جدا کارمنصب ۔(وہ کسی کا افسر ہے تو کسی کا ماتحت بھی ہے)اسی طرح رشتہ داروں دوست احباب ،محلّہ ، ملک وقوم میں اس کے مختلف منصب ہیں جس کے مطابق وہ مختلف کارمنصب انجام دیتا ہے ۔

جب کوئی فرد اپنے منصب کے مطابق اپنے حقوق وفرائض انجام دیتا ہے تو یہ اس کا معاشرتی کارمنصب ہوتا ہے ۔ یہی کارمناصب کی عملی شکل ہے ۔اس منصب کے فرائض وہ توقعات یں جو لوگ اس فرد سے وابستہ کرتے ہیں ۔

4.5 سماجی/معاشرتی گروہ Social Group

”دو یا دو سے زائد افراد جن کی پہچان کے لئے کوئی نہ کوئی قدر مشترک ہو،ان کے درمیان کوئی خاص سماجی رشتہ ہو، اوران کے کردار کا معیار ایک سا ہو،اوران کا کوئی مشترکہ مقصد ہو،سماجی یا معاشرتی گروہ کہلاتا ہے“

انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا ۔وہ یقیناً اپنی ضرورتوں کے لئے دوسروں کا محتاج ہے ۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں انسان دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرتا رہا ہے ۔جب انسان مل جل کر رہتے ہیں تو ان کے درمیان باہمی تعلق پیدا ہوتا ہے ۔جس سے گروہ وجود میں آتے ہیں ۔

لوگوں کا ہجوم اس وقت گروہ کہلاتا ہے جب انکے درمیان باہمی تعلق ہو ۔صرف جسمانی طور پر ایک جگہ اکٹھے ہونے کو گروہ نہیں کہا جاسکتا ۔جب تک ان افراد کے مابین کوئی تعلق نہ ہو ۔اس کے برعکس اگر ان افراد کے مابین تعلق ہے ،ان کی کوئی پہچان اور مقصد ہے تو چاہئے یہ ہزاروں میل کے فاصلے پر ہوں یہ ایک گروہ کہلائیں گے ۔اس کی مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ آج کل (face book) فیس بک پر ایسے کئی گروہ نظر آئیں گے جن کا باہمی مقصد اور پہچان ہوگی ۔

4.6 معاشرتی ادارہ Social Institution

ہر معاشرے کی کچھ بنیادی ضروریات ہوتی ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے ادارے وجود میں آتے ہیں ۔عام طور پر

بنیادی ادارے چھ ہوتے ہیں لیکن معاشرے کی ترقی کرنے کی صورت میں ان میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ مزید ادارے بھی اپنی بنیادی اداروں کا مقصد ہوتے ہیں اور ان سے وابستہ ہوتے ہیں۔

(1) خاندان Family

(2) تعلیمی ادارے(Educational Institutions) خاندان، سکول، کالج، یونیورسٹی، دینی مدارس وغیرہ۔

(3) مذہبی ادارہ (Religious Institution) : مسجد، مندر، چرچ، دینی مدارس اور الہامی کتابیں وغیرہ۔

(4) معاشی ادارے (Economical Institution) : زرعی نظام، کارخانے، ریلوے، روزگار کے طریقے اور مواقع، ڈاکخانے، دکانیں، تجارت، بنکاری، سرکاری وغیر سرکاری ملازمتیں وغیرہ۔

(5) سیاسی ادارے (Political Institutions): قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، سیاسی پارٹیاں، عدالتیں، جیل، انتخابات، فوج اور پولیس، انٹیلی جنس وغیرہ۔

(6) تفریحی ادارے (Recreational Institutions): پارک، کھیلوں کے میدان، کھیلوں کے باضابطہ مقابلوں کے لئے سٹیڈیم، میوزیم، چڑیا گھر، مچھلی گھر، سینما گھر، Indoor game کے لئے مقامات / انتظامات مثلاً ٹیبل ٹینس، سکواش وغیرہ سوئمنگ پول، کھلی جگہ پر ہونے والے موسمی تہوار مثلاً بسنت وغیرہ اسی طرح میلے ٹھیلے اور ثقافتی شو وغیرہ۔

4.7 معاشرتی نظام Social System

" معاشرتی نظام معاشرتی کارمنصبوں یا معاشرتی گروہوں میں خاص و عام اقدار، معاشرتی معمولات اور مقاصد کے باہمی ربط کا نام ہے"

معاشرتی نظام وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے معاشرتی نظام تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ روایتی معاشرتی نظام Traditional Social System

ترقی پذیر نظام معاشرت Developing Social System میں تبدیل ہورہے ہیں اور ترقی پذیر نظام ترقی یافتہ معاشرتی نظام میں۔ معاشرتی نظام مذہب، سیاست اور معیشت کی بنا پر بھی علیحدہ علیحدہ کئے جاسکتے ہیں۔

4.8 معاشرتی ضبط Social Control

"معاشرتی ضبط کسی گروہ یا معاشرے کو صحیح طور پر قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو معاشرتی معمولات پر عمل پیرا کروانے کا ایک باضابطہ ذریعہ ہے"

معاشرتی ضبط کا مطلب یہ ہے کہ کسی معاشرے کے لوگ یہ جان جائیں کہ معاشرتی معمولات کیا ہیں؟ اور ان پر کیسے عمل کیا جاتا ہے؟ معاشرتی ضبط کے لئے ان اداروں کی ضرورت پڑتی ہے جو معاشرتی معمولات پر عمل درآمد کرواتے ہیں۔ ان میں خاندان، تعلیمی ادارے، مذہبی ادارے، معاشی اور سیاسی ادارے شامل ہیں۔

4.9 طاقت Power

"کسی گروہ یا شخص کی ایسی اہلیت جو دوسروں کے اعمال کا تعین کرتی ہے اگرچہ یہ اعمال دوسروں کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، طاقت کہلاتی ہے۔"

4.10 اختیار/اتھارٹی Authority

"جب کسی فرد یا گروہ کی طاقت کو کسی خاص مقصد کے تحت افراد یا گروہ تسلیم کرلیں تو یہ اختیار کہلاتا ہے۔"

یہ ضروری نہیں کہ اگر کسی ایک شخص کو کسی ایک جگہ اتھارٹی حاصل ہے تو وہ ہر جگہ اس کا استعمال کرسکتا ہے۔ اتھارٹی ہمیشہ مخصوص مقاصد کے لئے دی جاتی ہے۔ اس لئے وہ ان مقاصد کی حد تک محدود حق ہے۔ مثلاً کوئی ہیڈ ماسٹر کسی فرم میں جا کر یا کسی فرم کا منیجر کسی سکول میں جا کر اپنے ادارے جیسی طاقت نہیں استعمال کرسکتا۔ کیونکہ ان جگہوں پر ان کی طاقت کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

4.11 خود آزمائی نمبر 4

سوال نمبر 1- معاشرتی تقاعل اور معاشرتی عمل میں کیا فرق ہے؟

سوال نمبر 2- منصب کی تعریف کریں اور اس کی اقسام بیان کریں؟

سوال نمبر 3- معاشرتی گروہ کی اہمیت بیان کریں۔

سوال نمبر 4- معاشرتی ادارہ کسے کہتے ہیں؟ پانچ معاشرتی ادارے کون کونسے ہیں؟

سوال نمبر 5- معاشرتی نظام پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

سوال نمبر 6- معاشرتی ضبط سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر 7- طاقت اور اختیار کے مابین فرق واضح کریں۔

5- تحقیق

5.1 تحقیق کا تعارف اور مفہوم

تحقیق ایک ایسا سائنسی طریقہ کار ہے، جس کے ذریعے باضابطہ انداز سے مسائل کے حل اور ان سے متعلق مختلف سوالات کے جواب معلوم کیے جاتے ہیں۔

تحقیق بنیادی طور پر لوگوں کے بنائے ہوئے مختلف نظریات کو جانچنے اور ان کے ٹھیک یا غلط ہونے کا فیصلہ کرنے کے کام آتی ہے۔ یہ سائنسی طریقہ کار مستند اور قابل بھروسہ معلومات اور حقائق کو تشکیل دیتا ہے۔

ذیل میں تحقیق کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

(1) بیسٹ جان

"تحقیق سائنسی عمل کا دوسرا نام ہے"

(2) کلفو ڈووڈی

''تحقیق صرف حقیقت کا جاننا ہی نہیں بلکہ وقت طلب، گہری اور با مقصد تلاش ہے، جسے محقق کا تنقیدی رویہ حقیقت کا رنگ چڑھاتا ہے''

(3) بورگ واٹر

''تحقیق مشاہدہ کی باضابطہ اور معروضی نشاندہی کا نام ہے جو اس کا تجزیہ اور امتزاج اس طرح کرتی ہے کہ اصل حقائق سامنے آجائیں۔ جن کی بدولت نتائج اخذ کیے جاسکیں۔''

5.2 تحقیق کی خصوصیات

(1) تحقیق مسائل کو واضح کرتی ہے اور ان کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

(2) تحقیق میں مفروضوں کو جانچ کر ان کے ٹھیک یا غلط ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

(3) تحقیق نیا علم اور حقائق پیدا کرتی ہے جس سے انسانی معاشرہ آگے بڑھتا ہے۔

(4) تحقیق کے عمل سے ہی سائنس زندہ ہے۔

(5) تحقیق نظریات پیدا کرتی ہے اور ان کی تشکیل کا باعث ہوتی ہے۔

(6) تحقیق کے طریقہ کار عوامی طور پر ظاہر شدہ ہوتے ہیں اور ان کو چھپایا نہیں جاتا۔

(7) تحقیق سے حاصل حقائق کو حتمی نہیں سمجھا جاتا۔

5.3 تحقیق کی اہمیت و فوائد

(1) تحقیق نئی اصطلاحات کو متعارف کرنے اور ان کی وضاحت میں مدد دیتی ہے۔

(2) تحقیق نئی دریافتوں اور انسانی زندگی میں بہتری کے عمل کو تقویت دیتی ہے۔

(3) تحقیق معاشرے کے مسائل کو اجاگر کرتی ہے اور ان کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

(4) تحقیق مختلف عوامل کو باہمی ربط اور تعلق کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

(5) تحقیق انسانی زندگی میں بہتری لانے میں معاون ہوتی ہے۔

(6) معاشرتی تحقیق روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ہوتی ہے۔

(7) تحقیق کے ذریعے معاشرتی مسائل و حالات کے بارے میں رائے عامہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(8) تحقیق معاشرتی تبدیلیوں کے عمل کو تیز تر کرتی ہے۔

(9) تحقیق کی مدد سے مستقبل کے حالات اور مسائل کی پیش گوئی ممکن ہو سکتی ہے۔

(10) تحقیق معاملات کی تشہیر اور اقوام عالم کو ایک نقطہ پر لانے میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

5.4 خود آزمائی نمبر 5

مختصر جواب تحریر کریں۔

سوال 1- تحقیق کی تعریف کریں؟

سوال 2- معاشرے کی ترقی میں تحقیق کے کردار پر بحث کریں؟

سوال 3- تحقیق کے فوائد بیان کریں؟

6- جوابات

خودآزمائی نمبر 1

خالی جگہ پر کریں۔

(1) اجتماعات اور علم الاجتماع (2) گسٹ کامٹے (3) معاشرہ ، فرد

(4) سائنس (5) اجتماعی (6) علمی مطالعے

(7) معاشرتی (8) معاشرتی حقائق (9) مقدمہ

خودآزمائی نمبر 2

ٹھیک/درست جواب (i) عمرانیات

(ii) واقعات کے باضابطہ مطالعے کو

خودآزمائی نمبر 3

(i) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 3.1 کا مطالعہ کریں۔

(ii) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 3.2 کا مطالعہ کریں۔

(iii) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 3.6 کا مطالعہ کریں۔

(iv) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 3.7 کا مطالعہ کریں۔

(v) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 3.9 کا مطالعہ کریں۔

خودآزمائی نمبر 4

(i) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.1 اور 4.2 کا مطالعہ کریں۔

(ii) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.3 کا مطالعہ کریں۔

(iii) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.5 کا مطالعہ کریں۔

(iv) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.6 کا مطالعہ کریں۔

(v) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.7 کا مطالعہ کریں۔

(vi) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.8 کا مطالعہ کریں۔

(vii) جواب کے لئے متعلقہ سیکشن 4.9 اور 4.10 کا مطالعہ کریں۔

خود آزمائی نمبر 5

(1) جواب کے لیے متعلقہ سیکشن 5.1 کا مطالعہ کریں۔

(2) جواب کے لیے متعلقہ سیکشن 5.2 کا مطالعہ کریں۔

(3) جواب کے لیے متعلقہ سیکشن 5.3 کا مطالعہ کریں۔

7- کتابیات

1- Sociology; a critical approach by Kenneth J. Neubeck. Davita Silfen Glasberg, McGraw Hill,Inc

2- Sociology, a down to earth approach, James. M. Henseslin, Pearson, 2009

فرہنگ اصطلاحات:

الفاظ	تشریحات
باہمی ربط	ایک دوسرے کے ساتھ تعلق
باہمی انحصار	ایک دوسرے پر انحصار کرنا
عصبیت	ایک دوسرے سے بہتر یا افضل ہونے کا احساس اور جذبہ
معاشرتی تغیر	معاشرتی تبدیلی
منطقی دلیل	ایسی دلیل جسے ذہن مانے
مشاہدہ کرنا	انتہائی غور وفکر سے مطالعہ کرنا
توہمات	شکوک وشبہات/غیر یقینی کیفیات
تجزیہ کرنا	غور وفکر سے مشاہدہ ومطالعہ کرنا
تشخیص کرنا	تلاش کرنا/ڈھونڈنا
تخمینہ	اندازہ
استفادہ کرا	فائدہ لینا
روایات پرور	روایات کوزیادہ اہمیت دینا
تصادم	ٹکراؤ
تحلیل ہونا	دو مادی یا غیر مادی چیزوں کا یکجان ہونا
اصلاح اسیراں	قیدیوں کی اصلاح
اصطلاح	کسی خاص مضمون میں استعمال ونے والے مخصوص الفاظ
باہمی تعاون	آپس میں تعاون کرنا۔

یونٹ نمبر 2

معاشرتی تحقیق کے مراحل

تحریر: ڈاکٹر انوار الحق
نظرثانی: فرخندہ جبیں

یونٹ کا تعارف

تحقیق کس کو کہتے ہیں اور کس طرح یہ معلومات میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے آپ نے یونٹ نمبر 1 کا مطالعہ کیا ہے۔اس یونٹ میں ان مراحل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو تحقیق کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ان مراحل سے متعلق نظریات کی وضاحت کےعلاوہ متغیرہ،مفروضہ،نمونہ بندی اور انٹرویو کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کےبعد آپ اس قابل ہو جائیں گے۔

1- مراحل تحقیق سے متعلق نظریات کے بارے میں بتا سکیں۔

2- متغیرے کے مفہوم واقسام اور افادیت پر بحث کر سکیں۔

3- تحقیق میں مفروضے کی اہمیت بتا سکیں۔

4- تحقیق میں نمونہ بندی اور انٹرویو کی افادیت پر گفتگو کر سکیں۔

5- تحقیق میں شماریات کی اہمیت بیان کر سکیں۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	
37	تصور	-1
37	مفہوم و تعریف	1.1
38	تصورات اور حقائق میں تعلق	1.2
39	تصورات کی اہمیت اور تحقیق میں استعمال	1.3
39	اہم نکات	1.4
40	متغیرہ	-2
40	مفہوم و تعریف	2.1
42	متغیروں کی اقسام	2.2
43	مظہار یا اعشاریہ	2.3
44	اہم نکات	2.4
45	مفروضہ	-3
45	مفہوم	3.1
45	مفروضے کے ذرائع	3.2
47	مفروضوں کی تشکیل	3.3
48	مفروضے کی اقسام	3.4
49	مفروضے کے خواص	3.5
50	مفروضے کی جانچ	3.6
51	مفروضہ اور نظریہ	3.7

	3.8	اہم نکات	53
-4		نمونہ بندی	54
	4.1	مفہوم	54
	4.2	نمونہ بندی کی شرائط	56
	4.3	نمونہ بندی کی اقسام	56
	4.4	اہم نکات	60
-5		انٹرویو	61
	5.1	تعریف	61
	5.2	انٹرویو کے لیے تدابیر	62
	5.3	معلومات کی اعتمادیت	63
	5.4	رابطہ ذہنی	64
	5.5	اہم نکات	64
-6		مشاہدہ	65
	6.1	مفہوم	65
	6.2	مشاہدے کی اقسام	66
	6.3	اہم نکات	68
	6.4	خود آزمائی نمبر 1	68
-7		جوابات	70
-8		کتابیات	70

1-تصور

1.1 مفہوم وتعریف

پہلے یونٹ میں سائنسی طریق کار کے مفہوم اور مراحل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس باب میں سائنسی طریق کار کے بنیادی عناصر پر بحث کی گئی ہے۔سائنسی طریق کار کے بنیادی عناصر میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل عنصر تصور کہلاتا ہے۔

کسی چیز کی نمائندگی کے لیے جو اشارے یا واقعات و خیالات استعمال کئے جاتے ہیں وہ تصور کہلاتے ہیں۔مثلاً جب ہم دودھ کا تصور استعمال کرتے ہیں تو سننے یا پڑھنے والے کے ذہن میں ایک سفید مائع گھوم جاتا ہے۔جو کہ جاندار حیوانات کے تھنوں (پستانوں) سے حاصل ہوتا ہے۔روٹی سے مراد گندم یا دوسری اجناس کی تیار کردہ ایک ایسی چیز ہے جو کہ بھوک کی تسکین کے لیے استعمال ہوتی ہے،اسی طرح سے انسان کی زندگی کے مختلف ادوار اور مراحل ہیں۔جن جن چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے ان کو ایک جامع اشارے یا لفظ سے منسوب کر دیا جاتا ہے جو کہ اس چیز کا نظریے کا مفہوم ادا کرتا ہے۔سادہ لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی چیز یا واقعے کے اظہار اور اس کی دوسرے انسانوں تک منتقلی کے لیے جو نام استعمال کرتے ہیں وہ تصور کہلاتا ہے۔

سائنسی مطالعے میں نظریہ،متغیرہ اور تصور اہم کردار ادا کرتے ہیں کوئی نظریہ اس وقت تک حقیقت نہیں بن سکتا جب تک ان کی سائنسی تحقیق کے ذریعے تصدیق نہ ہو۔اس سائنسی تصدیق کے لیے متغیریات کو الفاظ کی مدد سے آپس میں جوڑا جاتا ہے اور مفروضہ بنا کر اس پر عمل سے اس کی تردید اور تصدیق کی جاتی ہے۔لیکن کسی بھی متغیرے کا اظہار تصور کے بغیر ناممکن ہے ہر ایک متغیرے کے لیے ایک خاص تصور استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً اگر ہم ایک مفروضہ یہ بیان کرتے ہیں کہ:

''محرومی انسان کو جھگڑالو بنا دیتی ہے''

تو اس مفروضے میں ''محرومی'' ایک ایسا تصور ہے جو کہ متغیرے کے طور پر استعمال ہوا ہے اور محرومی سے مراد ناکامی،

مایوسی ،شکست وغیرہ جیسے ملے جلے جذبات ہیں۔اسی طرح سے اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی حالات کیلئے جاح (Agressor) کا تصور پیش کیا گیا ہے۔

سائنسی طریقہ کار میں حقائق کو تجرید کے ذریعے تصورات یا الفاظ کی شکل دی جاتی ہے کوئی بھی لفظ جو کسی واقعہ حالت یا حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔سائنسی طریقہ کار میں تصور کہلاتا ہے۔

سائنسی طریقہ کار میں تصورات کی تحقیق کو (Conceptualization) کہتے ہیں اور کسی بھی مفروضے پر کام کرنے سے پہلے اس کے تصورات کی تخلیق یا (Conceptualization) بہت ضروری ہوتی ہے۔مفروضے میں استعمال شدہ حقائق یا متغیرات کو تصورات کی شکل میں ڈھالا جاتا ہے اور اسے الفاظ کی شکل دے کر بیان اور اظہار کے قابل بنایا جاتا ہے۔انہی تصورات کے منطقی تعلق کا نام حقائق ہے۔

حقائق واقعات وحالات ہوتے ہیں اور تصورات انہی حالات وواقعات کی ترجمانی کرتے ہیں ,تصور کا مفہوم واضح کردینے کے بعد حقائق اور تصورات کا آپس میں تعلق واضح کردینا بہت ضروری ہے۔

1.2 تصورات اور حقائق میں تعلق

جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ تصورات کے منطبق تعلق کا نام حقیقت ہے۔حقیقت کے اظہار کا ذریعہ تصورات کا نظام ہے۔حقائق اور تصورات کے منطقی تعلق کا نام حقیقت ہے۔حقیقت کے اظہار کا ذریعہ تصورات کا نظام ہے۔حقائق اور تصورات دونوں ہی تجرید سے حاصل ہوتے ہیں۔تصورات کا باہمی تفاعل حقیقت کو جنم دیتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ تصورات اور اشارے یا نام ہیں جو حقیقت کی ترجمانی کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر کلائی کی گھڑی ایک تصور ہے۔لیکن گھڑی آپ کی کلائی پر بندھی ہوتو یہ ایک حقیقت ہے۔پس ظاہر ہوا تصورات دراصل حقائق کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے نام یا اشارے ہیں۔

علم عمرانیات بھی دوسرے علوم کی طرح اپنا ایک تصوراتی نظام رکھتا ہے اور اس کے چند تصورات درج ذیل ہیں۔

سماجی عمل، سماجی تفاعل، گروہ، معاشرہ، قبیلہ، جرم، خودکشی، تعاون، تصادم، ثقافت، زبان، درجہ بندی، ادارے وغیرہ وغیرہ

کسی بھی سائنسی تصور کے لیے مندرجہ ذیل خوبیاں کا حامل ہونا ضروری ہے۔

(1) تصور بالکل جامع، صحیح اور واضح ہو۔

(2) ایک تصور صرف ایک ہی حالت میں، حقیقت، واقعہ یا خیال کا مظہر ہو۔

(3) تصور کا دفاقی ہونا بھی بہت ضروری ہے یعنی جہاں بھی اس کا استعمال ہو۔ اس سے ہمیشہ ایک مراد ہو۔

(4) یہ تصور اپنے مخصوص دائرے میں ابتدائی نوعیت کا ہو۔

1.3 تصور کی اہمیت اور تحقیق میں استعمال

تصورات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم تحقیق سے حاصل ہونے والے حقائق کی اس وقت تک درجہ بندی نہیں کر سکتے جب تک ان میں تصوراتی رنگ نہ ہو، حقائق کو تصوراتی شکل دیتے وقت غیر اعلانیہ، غیر ضروری باتوں کو خارج کر دیا جاتا ہے۔

تصورات تحقیق میں مندرجہ ذیل اہم کردار ادا کرتے ہیں جس سے ان کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

(1) تحقیق میں ہم جگہ، محنت اور توجہ کا کم سے کم استعمال کرتے ہیں اور یہ صرف اور صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم بہت سے تصورات کی بجائے ایک مختصر مگر جامع تصور پیش کریں۔

(2) انسانی زندگی میں ہزاروں تصورات مستعمل ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ کئی قسم کی پیچیدگیاں اور غیر موزوں لوازمات منسلک ہوتے ہیں۔ تصورات کے نظام کی مدد سے ہم کسی خیال کو اس کے روزمرہ استعمال سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم سے پیچیدگیوں اور غیر ضروری لوازمات سے اجتناب کر کے سائنسی مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

1.4 اہم نکات

(1) کسی چیز کی نمائندگی کے لیے جو اشارے یا واقعات وخیالات استعمال کئے جاتے ہیں وہ تصور کہلاتے ہیں۔

(2) سادہ لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی چیز یا واقعے کے اظہار اور اس کے دوسرے انسانوں تک منتقلی کے لیے جو نام استعمال کرتے ہیں وہ تصور کہلاتا ہے۔

(3) تحقیق سے حاصل ہونے والے حقائق کی اس وقت تک درجہ بندی نہیں کر سکتے جب تک ان کو تصوراتی شکل نہ دی گئی ہو۔

2- متغیرہ (VARIABLE)

2.1 مفہوم و تعریف

بسا اوقات ہمارا واسطہ ایسی مقداروں سے پڑتا ہے جو جگہ اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً انسانی اقدار ہر معاشرے میں مختلف ہیں اور کسی ایک معاشرے میں بھی انسانی اقدار وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ایسی تمام بدلنے والی اشیاء یا اقدار کو ہم متغیرات کہتے ہیں۔ لہٰذا متغیرے سے مراد ایسی مقداریں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں۔ ان کی قدر متعین نہیں ہوتی۔ متغیرہ مقداریں لامحدود قیمتیں اپناتی ہیں۔ ماہرین نے متغیرے کی تعریف یوں کی ہے۔ ''کوئی متغیرہ ایسی مرکزی علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے جو کسی ایک بحث کے دوران کئی مختلف قیمتیں یا کسی قابل قبول قیمتوں کا ایک سیٹ اختیار کر سکتا ہے''۔

مثلاً درجہ حرارت ایک متغیرہ مقدار ہے کیونکہ دن کے مختلف اوقات میں یہ بدلتا رہتا ہے۔ صبح کے وقت میں درجہ حرارت اور ہوتا ہے۔ دوپہر کو درجہ حرارت صبح کے درجہ حرارت سے مختلف ہوتا ہے اور شام کو بھی اسی طرح مختلف ہوتا ہے۔ موٹر کار کی رفتار بھی ایک متغیرہ مقدار ہے۔ جو کہ بدلتی رہتی ہے۔ تمام وقت موٹر کار کی رفتار یکساں نہیں رہتی جو مقداریں تبدیل نہ ہوں بلکہ ایک ہی قدر رکھیں ان میں تغیر و تبدیل نہ ہو انہیں مستقل مقداریں (Constant) کہتے ہیں۔ متغیرہ مقداروں کو ظاہر کرنے کے لیے رمزی علامات استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کو ہندسوں میں ظاہر نہیں کیا جاتا۔ علامتوں کے استعمال کا مقصد تحقیق کو اور زیادہ آسان بنانا ہوتا ہے۔ علم ریاضی و شماریات، علم معاشریات، علم الاقتصاد اور دیگر علوم میں رمزی علامات کے لیے ہندسوں کی بجائے عموماً انگریزی حروف ابجد کے آخری حروف استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس طرح دیگر علوم سائنس میں متغیرات کا استعمال کرتے ہیں اسی طرح عمرانیات میں بھی متغیرات کا استعمال عام ہے۔ متغیرہ مقدار کی طب سے بڑی خوبی یہ

ہے کہ یہ اپنی قدریں برقرار نہیں رکھتی بلکہ اس کی قدریں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔متغیرہ درجہ ذیل میں سے کوئی ایک شکل اختیار کرسکتا ہے۔

متغیرہ مسلسل (Continuous Variable)

ایسا متغیرہ جو اپنے سلسلہ حدود کے اندر موجود ہر قیمت اختیار کرے اسے متغیر مسلسل کہتے ہیں اس کا سلسلہ حدود تمام حقیقی اعداد یا دو اعداد کے درمیان پھیلے ہوئے فاصلہ تک ہوسکتا ہے۔مثلاً ریل گاڑی کی رفتار صفر سے شروع ہوتی ہے اور چالیس یا پچاس تک پہنچتی ہے اور گاڑی اس سلسلہ حدود کے درمیان کسی ایک رفتار کو چھوڑے بغیر نہیں گزرے گی۔پس ثابت ہوا کہ اگر کوئی متغیرہ اپنے سلسلہ حدود کے اندر مسلسل تبدیل ہو اور کسی بھی اکائی کو چھوڑ کر نہ گزرے تو اسے مسلسل متغیرہ کہیں گے۔

منفصل متغیرہ (Discrete Variable)

اسے متغیرہ غیر مسلسل بھی کہتے ہیں۔یہ متغیرہ مسلسل کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔یعنی جب کوئی متغیرہ اپنے سلسلہ حدود کے اندر موجود تمام قیمتیں اختیار نہ کرے بلکہ انکے درمیان خلا پیدا کرے تو ایسے متغیرے کو ہم متغیرہ کہیں گے۔مثلاً اگر گندم کی قمت آج چالیس روپے من ہے تو کل بیالیس روپے فی من ہوگی۔تو ہم اسے متغیرہ غیر مسلسل یا منفصل کہیں گے۔کیونکہ قیمت ایک ایک پیسہ کرکے نہیں بڑھتی بلکہ چالیس روپے سے چھلانگ لگا کر بیالیس روپے ہوگئی۔اس نے چالیس اور بیالیس کے درمیان آنے والی تمام قیمتوں کو چھوڑ دیا اس لئے ہم اسے منفعل متغیرہ کرتے ہیں۔

معیاری متغیرہ:(Qualitative Variable)

ایسا متغیرہ جو کسی کیفیت یا وصف کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے معیاری متغیرہ کہلاتا ہے۔یہ ایسی اقدار کی نشاندہی کرتا ہے جو کہ عام ماپ تول کے پیمانوں پر جانچی نہیں جاسکتی۔مثلاً بدی، اچھائی، ذہانت، مذہب، خلوص، محبت وغیرہ وغیرہ۔

تکمیلی متغیرہ:(Integral Variable)

وہ مقداریں جو کسی چیز یا قدر کی گنتی ہے اور پورے اعداد کی شکل میں ہوتی ہیں۔مثلاً کسی یونیورسٹی میں ایک سال

کے دوران طلباء کی تعداد یا طلبہ میں لڑکیوں کی تعداد۔ ایک فارم پر مزارعوں کی تعداد یا مزارعوں کی آمدنی وغیرہ وغیرہ۔

فعال متغیرہ:(Active Variable)

کسی بھی سائنسی تجربہ میں جب کسی ایک چیز کا اثر دوسری چیز پر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم اپنی طرف سے وہ چیز یا قدر اس تجربہ میں داخل کرتے ہیں۔ یہ قدر یا چیز فعال متغیرہ کہلاتا ہے۔ مثلاً ہم کسی سائنسی تجربہ میں کھاد کا اثر پیداوار پر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کھاد کی مختلف مقداریں بلحاظ وزن مختلف پلاٹوں میں ڈالتے ہیں اور پھر پیداوار حاصل ہوتی ہے اس کا تعلق کھاد سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تجربہ میں دوسرے تمام عوامل کو مستقل رکھا جاتا ہے۔ اس تجربہ میں کھاد ہمارا ایک فعال ہے۔

تفویض متغیرہ:(Assigned Variable)

کچھ متغیرے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنی طرف سے داخل نہیں کر سکتے بلکہ وہ پہلے ہی وقوع پذیر ہو چکے ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم اگر کہتے ہیں کہ ذہین طالب علم ہجوں کے ذریعے آسانی سے لفظ سیکھ سکتا ہے تو اس میں ذہانت ایک ایسا متغیرہ ہے جو کہ ہمارے ضبط میں نہیں ہے۔ اور تجرباتی حالت سے پہلے ہی وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ذہانت ایک تفویض متغیرہ ہے۔

2.2 متغیروں کی اقسام

متغیروں کی عام طور پر مندرجہ ذیل اقسام ہیں:۔

1- آزاد متغیرہ 2- تابع متغیرہ 3- مداخلہ متغیرہ

آزاد اور تابع متغیرہ

جب دو متغیرات آپس میں اس طرح منسلک ہوں کہ ایک کا انحصار دوسرے پر ہو، تو علم ریاضی میں عام طور پر اس رشتہ کو تفاعلی رشتہ کا نام دیا جاتا ہے۔ فرض کریں X اور Y دو متغیرات ہیں ان میں سے ایک متغیرہ Y کا انحصار دوسرے متغیرہ یعنی X پر ہے۔ اس لئے جب بھی X میں تبدیلی آئے گی اس کے ساتھ Y میں بھی ضرور تبدیلی آئے گی۔

اگر کسی تجربہ یا بحث میں کسی ایک متغیرے کی قیمت یا قدر فرض کر لی جائے تو اسے آزاد یا خود مختار متغیرہ متغیرے پر

ہوتا ہے۔تابع متغیرہ(Dependent Variable) کہلاتا ہے۔

علم عمرانیات میں عام طور پر دو متغیرات کے دوران تحقیق کے ذریعے رشتہ معلوم کیا جاتا ہے اور انہیں مفروضے کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔اس باہمی تعلق میں ایک تابع اور ایک آزاد متغیرہ ہوتا ہے جو ایک رشتے میں بندھے ہوتے ہیں۔مثلاً ہمارا ایک مفروضہ اس طرح ہے کہ ''جوں جوں بلندی پر جائیں سردی بڑھتی جاتی ہے۔''یہاں بلندی ایک آزاد اور سردی ایک تابع متغیرہ ہے۔یا جیسے ہم کہتے ہیں کہ والدین کی نفرت بچے کو باغیانہ بنا دیتی ہے۔تو اس مفروضہ میں والدین کی نفرت آزاد متغیرہ ہے اور بچے کا کردار ایک تابع متغیرہ ہے۔جس کا انحصار آزاد متغیرہ پر ہے۔

ہم اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آزاد متغیرہ سبب ہوتا ہے اور تابع متغیرہ اس کا نتیجہ یا واقعہ ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دو متغیروں کے درمیان سبب اور واقع کا تعلق ہو۔ان میں سے کوئی بھی ایک سبب یا واقعہ ہو سکتا ہے اور ایسے رشتے کو ہم الٹ جانے والا Reversible رشتہ کہتے ہیں۔

مداخلہ متغیرہ:(Interveninc Variable)

کوئی بھی متغیرہ جو کہ آزاد اور تابع متغیرہ کے درمیان میں حائل ہوتا ہے اور انہیں جوڑنے کے کام آتا ہے وہ مداخلہ متغیرہ کہلاتا ہے۔ذات کی وجہ سے دشمنی کسانوں کو باہمی تعاون نہیں دیتی اس میں ذات آزاد متغیرہ ہے۔باہمی تعاون تابع متغیرہ ہے اور دشمنی مداخلہ متغیرہ ہے۔اسی طرح اگر ہم کہیں کہ مختلف طلبہ سے سماجی تفاعل جتنا زیادہ ہوگا اتنے ہی نمبر زیادہ ہوں گے۔اس مفروضے میں مختلف طلباء آزاد متغیرہ ہے۔زیادہ نمبر تابع متغیرہ ہے اور سماجی تفاعل مداخلہ متغیرہ ہے۔

2.3 مظہار یا اشاریہ (Indicants)

جب بھی ہم انسانی کردار کی بات کرتے ہیں تو دراصل ہم مظہار (Indicants) کی بات کرتے ہیں اور اگر ہم کسی انسانی کردار کو ناپ رہے ہوتے ہیں تو حقیقت میں ہم ان کے مظہار کو ناپ رہے ہوتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی متغیرے کے اظہار کے لیے جو نشانیاں استعمال کی جاتی ہیں انہیں مظہار کہتے ہیں۔مثال کے طور پر اگر کوئی لڑکا بار بار کسی دوسرے لڑکے سے بلاوجہ ٹکراتا ہے تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی آپس میں بنتی نہیں ہے یا ان کے درمیان دشمنی ہے لہٰذا بار بار ٹکرانا ان کی دشمنی کا مظہر ہے۔

کسی بھی متغیرے کے لئے ایک یا کئی مظہار ہو سکتے ہیں جس پیمانے کی مدد سے مظہار کو ناپا جا سکتا ہے وہ اشاریہ (Index) کہلاتا ہے۔ مثلاً تعلیمی قابلیت کے لیے مندرجہ ذیل اشاریہ استعمال کیا جاتا ہے۔

تعلیم:

-1	ناخواندہ	-2	پرائمری	-3	مڈل
-4	میٹرک	-5	انٹرمیڈیٹ	-6	گریجوایشن
-7	ماسٹر ڈگری یا اس سے زیادہ				

2.4 اہم نکات

-1 تمام بدلنے والی اشیاء یا اقدار کو ہم متغیرات کہتے ہیں یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ متغیرہ سے مراد ایسی مقداریں جو بدلتی رہتی ہیں ان کی قدر متعین نہیں ہوتی۔

-2 کوئی متغیرہ ایسی مرکزی علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے جو کسی ایک بحث کے دوران کئی مختلف قیمتیں یا کئی قابل قبول قیمتوں کا ایک سیٹ اختیار کر سکتا ہے۔

-3 متغیرہ مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک شکل اختیار کر سکتا ہے۔

-1	متغیرہ مسلسل	-2	منفصل متغیرہ	-3	مقداری متغیرہ
-4	تکمیلی متغیرہ	-5	فعال متغیرہ	-6	تفویض متغیرہ

-4 متغیرہ کی عموماً مندرجہ ذیل اقسام ہوتی ہیں۔

-1	آزاد متغیرہ	-2	تابع متغیرہ	-3	مداخلہ متغیرہ

-5 کسی متغیرے کے اظہار کے لیے جو نشانیاں استعمال کی جاتی ہیں انہیں مظہار کہتے ہیں۔

-6 جس پیمانے کی مدد سے مظہار کو ناپا جا سکتا ہے وہ اشاریہ کہلاتا ہے۔

3-مفروضہ (HYPOTHESIS)

3.1 مفہوم

مفروضہ ایک تعلق کوظاہر کرتا ہے جودو یا دو سے زیادہ تصورات کے مابین پایا جاتا ہے۔جب ہم اس تعلق کو پرکھ لیتے ہیں یا تصدیق کر لیتے ہیں تو یہ تعلق حقیقت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔یہ حقیقت نظریے کی تشریح کرتی ہے۔مفروضے میں ایک ہی حققت کی تشریح کی جاتی ہے جبکہ نظریے میں بہت سے حقائق ہوتے ہیں۔مفروضے کے بارے میں گڈاور رہیٹ لکھتے ہیں کہ مفروضے ایک اندازہ ہوتا ہے جو کسی چیز کومشاہدہ کرنے کے بعد بنایا جاتا ہے اور وہ تحقیق کی رہنمائی کرتا ہے۔نظریے میں بہت سے حقائق ہوتے ہیں جن کا مشاہدہ کر کے اخذ کیا جاتا ہے۔اس لئے پہلے نظریے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس کے بعد بذریعہ استخراج مفروضہ بنایا جاتا ہے۔مفروضے کے بارے میں سوبر کہتے ہیں ''مفروضہ ایک خیال ہے اور تحقیق کرنے سے پہلے ہم مفروضے کوغلط یا درست نہیں کہہ سکتے'' اور علاوہ ازیں ہم سائنسی تحقیق کے بعد ہی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مفروضے میں کس حد تک سچائی ہے۔

3.2 مفروضے کے ذرائع

جیسا کہ اس سے قبل واضح کیا جاچکا ہے کہ مفروضے ایک فرضی بیان یا تخیل ہوتا ہے۔جو دو یا دو سے زیادہ متغیرات کے باہمی تعلق کوظاہر کرتا ہے۔مفروضے کوب ذریعہ استخراج اخذ کیا جاتا ہے۔نظریے مفروضات کوجنم دیتے ہیں اوم فروضے حقائق کو۔حقائق کی تنظیم دوسری طرف۔نئے نظریات کوجنم دیتی ہے یا پہلے سے موجو نظریات میں تبدیلی لاتی ہے جسے نظریات کی تکمیل حقائق کی روشنی میں کہتے ہیں۔

1- اندازہ 2- پہلے سے موجود علم کا مطالعہ 3- نظریے

1- ہر معاشرے میں لوگ مختلف الانواع مسائل سے دوچار ہوتے ہیں اور ان مسائل کے حل کے لیے تحقیق بہت ضروری ہے۔لیکن تحقیق کو صحیح راستہ پر گامزن کرنے کے لیے مفروضے کا ہونا اشد ضروری ہے۔ایک محقق اپنے تجربے کی بنیاد پر محض اندازہ کرلیتا ہے کہ اس مسئلے کی وجوہات کیا ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اس میدان میں ماہر ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا اندازہ منطقی نوعیت کا ہوتا ہے جس کا دارومدار عقلی بنیادوں پر ہوتا ہے۔اس قسم کے اندازے تو HUNCH کہتے ہیں۔

2- ایک محقق مختلف مسائل پر موجود تحقیقی معلومات اور ادب کا گہرا مطالعہ کرتا ہے اور اس طرح وہ واقعہ اور سبب میں ایک تعلق پیدا کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔پہلے سے موجود سائنسی علم اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

3- نظریہ بھی مفروضوں کو جنم دیتا ہے بذریعے استخراج نظریہ سے مفروضے تشکیل دیئے جاتے ہیں۔جن کی صداقت کو پرکھنے کے لیے پھر مواد اکھٹا کرنے کے بعد اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔جس کی بنیاد پر انہیں قبول یا رد کیا جاتا ہے۔گڈ اور ہیٹ کے نزدیک مفروضے مندرجہ ذیل ذرائع سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

1- علم کے ذخائر

انسانی ثقافت روز بروز ترقی کر رہی ہے اور سائنسی ترقی کی وجہ سے تحلیات اور علم کے ذخائر جمع ہو چکے ہیں۔ان کا مشاہدہ کر کے ہم مفروضے بنا سکتے ہیں۔

2- نظریات:

نظریات سے بذریعہ استخراج مفروضے تشکیل دیئے جاتے ہیں۔اور انذ مفروضوں سے نئے نظریات جنم لیتے ہیں۔یعنی سائنسی علم خود ہی مفروضوں کو جنم دیتا ہے۔

3- تمثیل:

مفروضوں کا ایک ذریعہ تمثیل ہے ایک قسم کے حقائق سے بہت سے مفروضے بنائے جاسکتے ہیں۔تمثیل کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

اگر الف = ب

اور ب = 5

تو الف = 5

یعنی جب الف برابر ہو ب اور ب برابر ہو پانچ کے تو الف برابر ہوگا 5 کے۔

مثلاً عمرانیات میں ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اگر معیار تعلیم بلند ہوا تو شرح پیدائش گرے گی اور اگر شرح پیدائش گرے گی تو معاشی ترقی ہوگی۔ ان دونوں مفروضوں سے بذریعہ تمثیل ہم یہ مفروضہ اخذ کر سکتے ہیں کہ:

اگر معیار تعلیم بلند ہوگا تو معاشی ترقی ہوگی۔

-4 ذاتی تجربات اور مشاہدات

اکثر اوقات محقق کے ذاتی تجربات و مشاہدات تحقیق کی رہنمائی کرتے ہوئے اسے مفروضوں کی تشکیل میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن اس بات کا انحصار محقق کی ذہنی سوچ اور صلاحیتوں پر مشتمل ہے۔

3.3 مفروضوں کی تشکیل:

یہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ مفروضہ نظریہ سے بذریعہ استخراج حاصل کیا جاتا ہے۔ یعنی نظریہ جن حقائق کو بیان کرتا ہے۔ ان کی صداقت کو پرکھنے کے لیے یہ بات قائم کر لی جاتی ہے کہ آیا یہ حقائق درست ہیں یا غلط۔ اب اس بات و مفروضے، کو غلط یا صحیح ثابت کرنے کے لیے محقق کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ تحقیق کے بغیر ہم مفروضہ کے صحیح یا غلط کا اندازہ نہیں سکے۔ مفروضے بنانے میں انسان کی اپنی سوچ اور ذہانت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں کچھ مشکلات کا سامنا ہی کرنا پڑتا ہے۔ جن کا ذکر نیچے کیا جا رہا ہے۔

-1 نظریاتی علم میں پیچیدگی:

عام طور پر یہ نظریہ علم غیر واضح اور مبہم اندازہ پایا جاتا ہے اور آسانی سے مفروضے اخذ نہیں کیے جا سکتے۔

-2 صلاحیت کی کمی:

نظریاتی علوم سے منطقی طریقہ استدلال سے مفروضے تشکیل دینے کے لیے تجربہ اور صلاحیت کی ضرورت ہوتی

ہے۔ایسی صلاحیت کی کمی نظریاتی علم کو منطقی طریق سے استعمال کرنے کے راستے میں حائل ہوتی ہے۔

3- تحقیقاتی طریقہ کی پیچیدگی:

سائنسی تحقیق کا طریقہ کار اتنا مشکل اور پیچیدہ ہے کہ آسانی کے ساتھ اس سے مفروضے تشکیل نہیں دیے جاسکتے۔ ان تمام پیچیدگیوں اور مسائل کے باوجود تحقیق ار و مفروضوں کی تشکیل کا سلسلہ جاری ہے اور محقق چند شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفروضے اخذ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔چید ہ چید ہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:۔

1- مفروضہ ایسا ہونا چاہئے جس سے حقائق کی وضاحت ہو اس سے مزید مفروضے اخذ کئے جاسکیں اور سادہ مشاہدہ کے ذریعے انہیں آزمایا یا پرکھا جاسکے۔

2- مسئلے کا حل تلاش کرنے میں مفروضہ آسانی پیدا کرے۔

3- مفروضے کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے لیے شک وشبہ سے پاک طریقہ کو استعمال کرنا چاہئے اور مفروضے میں پیش گوئی کی صلاحیت موجود ہونی چاہئے۔

3.4 مفروضے کی اقسام

مفکرین نے مفروضے کی تین اقسام بیان کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1- تجرباتی یکسانیت کے مفروضے:

ایسے مفروضوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ان میں ان حالات کو بیان کیا جاتا ہے جن میں پیش آنے والے واقعات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ان واقعات کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے ہماری رزمرہ کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے ایسے مفروضے خیالات وتصورات کو واضح طور پر ظاہر نہیں کرتے۔ان میں صرف ایک تصور ملتا ہے۔

2- پیچیدہ مثالی نوعیت کے مفروضے:

بعض مفروضے پیچیدہ مثالی نوعیت کے ہوتے ہیں۔یہ مفروضے تجرباتی یکسانیت کے مفروضوں کے مابین تعلق کو بیان کرتے ہیں۔نیز تجربات سے حاصل ہونے والے یکساں نتائج کا تعلق بھی بیان کرتے ہیں۔ایسے مفروضے

عام حالات میں موجود نہیں ہوتے بلکہ مخصوص حالات اور واقعات میں ملتے ہیں۔اس لئے ان کو مثالی نوعیت کے مفروضے کا نام دیا گیا ہے۔اس قسم کے مفروضے کہیں کہیں نظر آئیں گے۔ ہر جگہ ہر وقت اس قسم کے مفروضوں کا ہونا ناممکن ہے۔

-3 تجرباتی مفروضے

اس قسم کے مفروضے عام حالات میں بنائے جاسکتے ہیں۔ایسے مفروضوں میں دو متغیرہ کے درمیان تعلق کو ظاہر کیا جاتا ہے ان میں ایک آزاد متغیرہ ہوتا ہے اور ایک تابع متغیرہ ہوتا ہے۔جب آزاد متغیرہ بدلتا ہے تو اس کے ساتھ تابع متغیرہ میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ اور اگر آزاد متغیرہ تبدیل نہیں ہوتا تو تابع متغیرہ بھی تبدیل نہیں ہوتا۔بلکہ اپنی پہلی حالت میں رہے گا۔اس قسم کے مفروضے ہم اپنی روزمرہ زندگی کے تمام حالات میں بھی بنا سکتے ہیں۔مثلاً کوئی طالب علم جتنی محنت کرے گا اس کے مطابق اس کو امتحان میں نمبر ملیں گے۔کوئی جتنی اچھی خوراک کھائے گا اس کی صحت اتنی ہی اچھی ہوگی۔اس طرح ہم اور بھی مفروضے بنا سکتے ہیں۔

3.5 مفروضوں کے خواص

مفکرین نے مفروضوں کے چند خواص بتائے ہیں جن کے ذریعے مفروضے کو اچھا ہونے یا اچھا نہ ہونے کی شناخت کی جاتی ہے۔

-1 واضح تصورات کے حامل:

مفروضوں کو واضح تصورات کا حامل ہونا چاہئے۔دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مفروضے میں ہم جتنے تصورات و خیالات بیان کریں وہ واضح ہونے چاہئیں۔ان میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہونی چاہئے اور وہ اپنا مطلب صاف صاف بیان کر سکتے ہیں۔

-2 اخلاقی فیصلوں سے پاک مفروضے:

ایسے مفروضوں کو تجرباتی مشارالیہ بھی کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مفروضے جو تصورات استعمال کرتے ہیں۔ان میں مقداری پہلو کا پایا جانا بہت ضروری ہے اور ان میں کسی اخلاقی فیصلہ کا عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔

-3 مخصوص مفروضے:

مفروضے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ مخصوص قسم کے ہوں۔ یعنی مفرضے میں جس بات کو بیان کیا جار ہا ہے وہ اسی تک محدود ہونے چاہئیں تا کہ ان پر تحقیق کی جا سکے۔ اس قسم کے مفروضے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں وہ باتیں نہ پائی جائیں جن کا اس مفروضے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

-4 مفروضے کا تحقیق کے طریقہ کار سے تعلق:

اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مفروضہ ایسا بنایا جائے جس پر پہلے سے موجود سائنسی طریقہ کار سے تحقیق ہو سکے۔ مفروضہ ایسا نہیں ہونا چاہئے جس پر تحقیق کرنا ایک الگ مسئلہ بن جائے۔

-5 مفروضہ اور نظریہ کا تعلق:

نظریہ اور مفروضے کا تعلق بہت ضروری ہے۔ کیونکہ مفروضہ نظریے میں موجود حقائق سے اخذ کیا جاتا ہے۔ اس لئے مفروضہ اس نظریے کے مطابق ہونا چاہئے۔ جس سے مفروضہ اخذ کیا گیا ہو۔ مفروضہ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ اس کا نظریہ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اگر مفروضہ ایسا ہو گا کہ اس کا نظریہ سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس پر تحقیق کرنا مشکل ہو گا اور تحقیق کے نتائج بھی بے معنی ہوں گے۔

3.6 مفروضوں کی جانچ:

جب ہم نظریے سے مفروضہ اخذ کرتے ہیں تو پھر اس کی صداقت کو پرکھنے کے لیے اس پر تحقیق کی جاتی ہے۔ اس چیز کا دارو مدار کہ مفروضہ کہاں تک درست ہے اور کہاں تک غلط ہے۔ درج ذیل باتوں پر ہوتا ہے۔

-1 حقائق کی ترجمانی:

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ مفروضے کسی نظریہ سے بذریعہ استخراج تشکیل دیا جاتا ہے۔ اسی لئے مفروضے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان حقائق کی ترجمانی کرے۔ جن حقائق سے وہ اخذ کیا گیا ہے۔ یعنی ایسا مفروضہ جو ان حقائق کی ترجمانی نہ کرتا ہو۔ جن سے حاصل کیا گیا ہو تو اس کی صحت مشکوک ہوتی ہے۔

-2 تجرباتی حقائق سے اختلاف:

مفروضے سے اس بات کی تردید ہوجاتی ہے کہ اگر وہ تجربات سے حاصل ہونے والے حقائق سے اختلاف رکھتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں مفروضوں کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ تجربات سے جو حقائق سامنے آئیں مفروضہ ان سے مختلف نہ ہو۔

-3 حقائق سے مطابقت:

مفروضہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام حقائق سے مطابقت رکھتا ہو جن کا پہلے مشاہدہ کیا جا چکا ہو۔ یعنی جتنے حقائق سامنے آئے ہوں وہ مفروضہ ان کی ترجمانی کرے اور ان کی کامیابی وضاحت بھی کرتا ہو۔

-4 مفروضے کی سادگی:

تحقیق کے ذریعے مفروضے کو پرکھنے کا انحصار اس بات پر بہت زیادہ ہوتا ہے کہ مفروضہ سادہ ہو اور غیر مبہم انداز میں بیان کیا گیا ہو۔ یاد رکھیں کہ مفروضے میں بیان کی پیچیدگی اور غیر واضح عبارت مفروضے کی جانچ میں حائل ہوتی ہے۔

-5 منطقی استقامت:

مفروضہ منطقی استقامت کا حامل ہو یعنی منطقی طریق استدلال سے حاصل کیا گیا ہو اور حقیقی اصولوں سے جب چاہیے اسے اخذ کیا جا سکے۔ یعنی بار بار اخذ کرنے پر بھی مفروضے کی شکل و شباہت میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ اگر ایک دفعہ آپ کسی نظریے سے ایک مفروضہ بناتے ہیں اور دوسری دفعہ کوئی مفروضہ اس کے بالکل الٹ بناتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک مفروضہ غلط ہے اور منطقی استقامت کا حامل نہیں۔

3.7 مفروضہ اور نظریہ:

اس مقام پر مفروضے اور نظریے میں فرق ان کا آپس میں تعلق سمجھنا بہت ضروری ہے۔ مفروضہ اور نظریہ ایک ہی نہیں ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور ایک خاص چیز سے منسلک ہیں اور وہ حقائق ہیں۔ نظریہ کیا ہے بہت سے حقائق کا مجموعہ اور حقائق آپس میں ایک خاص تعلق سے جڑے ہوتے ہیں۔ اب ان حقائق سے چند ایک حقائق کو

لے کر ان کو ایک رشتہ میں باندھ دیا جاتا ہے تو وہ مفروضہ بن جاتا ہے۔ جس کو تحقیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کی پرکھ کی جاتی ہے کہ آیا یہ حقائق درست ہیں اور اگر ایسا ہے تو کسی حد تک درست ہیں نیز ان میں کہاں تک صداقت ہے۔ جب مفروضے کو تحقیق کے ذریعے پرکھا جاتا ہے اور وہ صحیح ثابت ہوتا ہے تو اس پر حقیقت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ جب اسی قسم کے بہت سے حقائق جمع کر لئے جاتے ہیں تو پھر ایک نیا مفروضہ وجود میں آتا ہے۔

جن حقائق کی تصدیق ہو جاتی ہے اور ان میں تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ انہیں معاشی علوم کا نام دے دیا جاتا ہے۔ لیکن نظریے میں موجود حقائق کو سائنس کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں ایک بات بہت اہم ہے کہ حقائق کی پہچان صرف مفروضے کی تصدیق سے ہی نہیں بلکہ تردید سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی اگر کسی مفروضے کی تردید ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ علوم کے لیے دونوں کی یکساں اہمیت ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر مفروضہ رد ہو گیا ہے تو اس نے سائنس کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ اس کی اہمیت بھی اتنی ہے جتنی تصدیق شدہ مفروضے کی۔ جیسا ہم روئی کو کپڑا نہیں کہہ سکتے۔ روئی کو کپڑے کی صورت اختیار کرنے تک ایک خاص قسم کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب جا کر اس کا کپڑا بنتا ہے۔ بالکل اسی طرح عام مشاہدے سے ہم جو حقائق اکٹھے کرتے ہیں ان کو سائنس کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہ ابتدائی نظریہ کہلاتے ہیں۔ ان حقائق سے پھر مفروضہ اخذ کیا جاتا ہے اور اس کو تحقیق کے ذریعے پرکھا جاتا ہے۔ پھر وہ حقائق ایک نئے روپ میں یعنی نظریات میں داخل ہوں گے اور ایک نیا نظریہ وجود میں آئے گا۔ جو سائنسی علم کہلائے گا۔

نظریہ ایک طرف تو روزمرہ کے مسائل جو موجود ہیں اور جو مستقبل میں پیش آنے والے ہوں ان کو بیان کرتا ہے اور دوسری طرف ان کے حل کے لیے قوانین بناتا ہے۔ مفروضہ نظریے سے اخذ کردہ حقائق پر مشتمل ہوتا ہے۔ مفروضے کو پرکھے بغیر اس کو درست یا غلط قرار دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ مفروضہ نظریے سے اخذ کیا جاتا ہے اس لیے نظریہ بھی مفروضے سے ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ نظریہ میں بہت سے حقائق ہوتے ہیں اور مفروضے میں چند ایک حقائق کو پرکھنے کے لیے رکھا جاتا ہے اور اس مفروضے کا نتیجہ نظریے میں موجود تمام حقائق پر ہوتا ہے۔ مفروضہ اپنے تحقیق کے مراحل سے گزر کر جب اپنے نتیجہ پر پہنچتا ہے تو وہ پہلے سے موجود نظریے کو رد کر سکتا ہے یا اس کی تردید کر دیتا ہے۔ سائنسی علوم میں مفروضے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ مفروضے کے بغیر نہ نظریہ وجود میں آ سکتا ہے اور نہ ہی سائنسی علم

مشغلہ نمبر 1

عزیز طلبہ نیچے ایک مسئلہ درج کیا جاتا ہے۔اس پر غور کر کے دو مفروضے لکھیں؟

مسئلہ: "پاکستانی سکولوں کے طلبہ میں سگریٹ نوشی کے اسباب"

-1 ....

-2 ....

3.8 اہم نکات

-1 مفروضہ ایک تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو دو یا دو سے زیادہ تصورات کے مابین پایا جاتا ہے۔

-2 مفروضے عام طور پر تین مخرجوں سے جنم لیتے ہیں۔

-1 اندازہ -2 پہلے سے موجود علم کا مطالعہ

-3 نظریے

-3 گڈ اور ہیٹ کے نزدیک مفروضے مندرجہ ذیل سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

-1 علم کے ذخائر -2 نظریات

-3 تمثیل -4 ذاتی تجربات ومشاہدات

-4 مفروضے کی تشکیل میں مندرجہ ذیل شرائط کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

-1 مفروضہ ایسا ہو جس سے حقائق کی وضاحت ہو۔

-2 مفروضہ تحقیق میں آسانی پیدا کرے۔

-3 مفروضے میں پیش گوئی کی صلاحیت موجود ہونی چاہئے۔

-5 مفروضے کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

-1 تجرباتی یکسانیت کے مفروضے۔

2- پیچیدہ مثالی نوعیت کے مفروضے

3- تجرباتی مفروضے۔

6- مفروضوں کے مندرجہ ذیل خواص بتائے جاتے ہیں:۔

1- واضح تصورات کے حامل 2- اخلاقی فیصلوں سے پاک

3- مخصوص قسم کے 4- تحقیق کے طریقہ کار سے متعلقہ

5- نظریہ سے متعلقہ

7- مفروضوں کی جانچ کا دارومدار ذیل کی باتوں پر ہوتا ہے۔

1- حقائق کی ترجمانی 2- تجرباتی حقائق سے اختلاف

3- حقائق سے مطابقت 4- مفروضے کی سادگی

5- منطقی استقامت

8- مفروضہ اور نظریہ ایک چیز نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور ایک خاص چیز سے منسلک ہیں اور وہ حقائق ہیں۔

4- نمونہ بندی (SAMPLING)

4.1 مفہوم:

عام طور پر لوگ اپنے مختصر سے تجربہ کی بنا پر اردگرد کے لوگوں اور حالات سے متعلق کسی اہم نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ چند لوگوں کا نمونے طور پر تجزیہ کرتے ہیں اور ان کا اطلاق تمام لوگوں پر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سے کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے وہ اس کا تھوڑا سا حصہ بطور نمونہ پرکھتے ہیں اور اس چیز کے مکمل خاص جان لیتے ہیں۔ مثلاً گندم کے ایک ڈھیر کو جانچنے کے لیے عام طور پر وہ گندم کے دانوں کی ایک مٹی سے پرکھ کر گندم کا اندازہ کر لیتے

ہیں۔ کہ اس میں کوئی ملاوٹ تو نہیں یا اس میں جڑی بوٹیوں کے کتنے فیصد بیج شامل ہیں۔ کھانا پکاتے وقت باورچی دیگ میں سے ایک چمچ چاول نکال کر دیگ کے پکنے کا اندازہ کر لیتا ہے۔ ان تمام مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر کسی چیز کے لیے اس کا تھوڑا سا حصہ استعمال کرتے ہیں۔ اس حصے کو نمونہ کہتے ہیں اور اس حصے کو حاصل کرنے کے طریق کار کو نمونہ بندی کا نام دیا جاتا ہے۔

کولنگو کے مطابق نمونہ چند ارکان کا وہ گروہ ہے جو کہ تمام جمعیت یا کائنات کی نمائندگی کرتا ہے۔ جمعیت یا کائنات سے مراد وہ تمام افراد واقعات یا اشیاء ہیں جن میں سے نمونہ اخذ کیا جاتا ہے اور کسی بھی کائنات یا جمعیت سے چند ارکان کا نمونہ اخذ کرنے کا طریقہ نمونہ بندی کہلاتا ہے۔ علم معاشریات جس میں جمعیت سے نمونہ اخذ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر سے کائنات کہتے ہیں۔ نمونہ اخذ کرن کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1- کائنات کی وسعت:

عام طور پر ہماری معاشرتی تحقیق کی کائنات اتنی وسیع ہوتی ہے کہ اس پر آسانی سے کنٹرول نہیں کیا جا سکتا اور اگر کائنات پر مکمل ضبط حاصل نہ ہو تو تحقیق کے نتائج اعتمادیت کے حامل نہیں ہوتے۔

2- تربیت یافتہ عملے کی کمی:

پوری کائنات کا مطالعہ کرنے کے لیے بہت زیادہ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو عام حالات میں ممکن نہیں ہوتا

3- وسائل کی کمی:

عام طور پر تحقیق کے پاس وسائل نہیں ہوتے کہ وہ پوری کائنات کا مطالعہ کر سکے اس لئے معاشرتی تحقیق میں نمونہ بندی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

4- وقت کی کمی:

پوری کائنات کے مطالعے کے لیے بہت زیادہ وقت درکار ہوتا ہے اور یہ وقت عام طور پر سالوں پر محیط ہوتا ہے وقت کی کمی کے پیش نظر معاشرتی تحقیق میں نمونہ بندی کی جاتی ہے۔

5- مالی وسائل کا صحیح استعمال:

اگر پوری کائنات کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو وقت اور دوسرے وسائل کے ساتھ ساتھ بہت سے مالی وسائل کو بھی بروئے کار لانا پڑتا ہے۔لہٰذا کم خرچ اور بالانشین کے اصول پر عمل پیرا ہونے کے لیے نمونہ بندی ایک اہم ذریعہ ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کے پیش نظر جس کائنات کا مطالعہ مقصود ہو اس کے چند افراد کو بطور نمونہ منتخب کر لیا جاتا ہے اور اس نمونے سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کا اطلاق کائنات کی نمائندگی کرتا ہے۔جیسا کہ نمونہ کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے۔یہ پوری کائنات کی نمائندگی کرتا ہے۔لہٰذا اس سے حاصل شدہ معلومات تمام کائنات کے بارے میں صحیح اطلاع فراہم کرتی ہے۔

4.2 نمونہ بندی کی شرائط:

نمونہ بندی کرتے وقت جن اہم باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے درج ذیل ہیں:

1- نمونہ کائنات کی صحیح نمائندگی کرتا ہو۔

2- نمونے کا سائز اتنا ہو کہ اس سے تصحیح کی جا سکے۔یعنی نمونہ بہت چھوٹا ہو اور نہ بہت بڑا بلکہ نمونے کا سائز اتنا ہو کہ ہم اسے نمونہ گردان سکیں۔

4.3 نمونہ بندی کی اقسام

عمرانیات میں عام طور پر درج ذیل دو اقسام کی نمونہ بندی کی جاتی ہے۔

1- سادہ اتفاقی نمونہ بندی   2- طبقہ دار نمونہ بندی

1- سادہ اتفاقی نمونہ بندی:

یہ کسی کائنات یا جمعیت سے نمونہ حاصل کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں کائنات سے یا جمعیت کے ہر رکن کے چناؤ کا برابر امکان ہوتا ہے۔یعنی ہر رکن کو نمونہ میں شامل ہونے کا یکساں موقع فراہم کیا جاتا ہے۔یہ بات قابل غور ہے کہ اس قسم کا چناؤ کرنے سے پہلے کائنات کی حد بندی کر لی جائے۔مثلاً اگر ہم کسی سکول کی چوتھی جماعت کے بچوں پر تحقیق کر رہے ہیں

تو ہماری کائنات چوتھی جماعت کے ان تمام بچوں پر مشتمل ہوگی جن کا نام سکول کے حاضری رجسٹر میں درج ہوگا۔فرض کریں ہماری کائنات پانچ سوافراد پر مشتمل ہے۔تو ہر وفرد کے چنے جانے کا امکان 1/500 ہوگا۔اگر ہم پہلے چنے گئے فرد کو کائنات سے نکال دیں۔اس کے بعد دوسرے فرد کو چنے جانے کا امکان 1/499 ہوگا۔

ایک سادہ اتفاقی نمونہ کو کہا جا سکتا ہے کہ یہ کائنات کا نمائندہ ہے۔یعنی کسی نمونہ کو ہم واقعی نمائندہ کہہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ کائنات سے اتفاقی طریقہ کی بنا پر اخذ کیا گیا ہو۔غیر سادہ اتفاقی نمونہ کسی کائنات کا نمائندہ بھی ہوسکتا ہے اور غیر نمائندہ بھی لیکن ہم یہ کسی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ واقعی کائنات کا نمائندہ نمونہ ہے۔ایک نمونہ جسے اتفاقی طریقے سے حاصل کیا گیا ہو وہ غیر فراری نہیں ہوتا۔کیونکہ کسی بھی رکن کو منتخب کرتے وقت اسے دوسرے ارکان کی نسبت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ یعنی جو طریقہ جمہوریت کا طریقہ ہے۔جس میں تمام ارکان منتخب کرنے والی کچہری کے سامنے برابر حیثیت رکھتے ہیں۔لیکن ایک غیر اتفاقی سادہ نمونہ طرفداری سے پاک نہیں ہوتا۔سادہ اتفاقی نمونہ میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کائنات کے جملہ ارکان کے خواص میں تقریباً تقریباً یکسانیت پائی جاتی ہو۔اگر ارکان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی تو ہمارے نتائج میں اتفاقی غلطی کا امکان بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔جو نتائج کی افادیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔یعنی سادہ اتفاقی نمونہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ جس کائنات سے یہ نمونہ حاصل کیا جارہا ہے اس کائنات کے خواص ایک جیسے ہوں۔مثال کے طور پر اگر ہم کسی گاؤں کے لوگوں کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام افراد میں تفاعل کی خاصیت موجود ہو۔وہ سب ایک ہی گاؤں میں رہتے ہوں اور سب کو ضروریات زندگی کی یکساں سہولتیں میسر ہوں۔

اب اگر ہم اس گاؤں کی کل پبادی سے جو افراد سادہ نمونہ بندی کے لیے منتخب کریں گے اور تحقیق کے بعد جو نتائج برآمد ہوں گے وہ اس گاؤں کی پوری کی پوری آبادی پر لاگو ہوں گے کیونکہ جو افراد ہم نے پورے گاؤں سے سادہ نمونہ بندی کے ذریعے چنے ہیں۔وہ اس پورے گاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔اور جو خواص ان میں پائے جاتے ہیں وہی وہاں کے رہنے والوں میں ہوں گے۔

-1 سادہ اتفاقی نمونہ بندی کے فوائد:

اس سلسلے میں درج ذیل فوائد نمایاں نظر آتے ہیں:۔

-1 اس طرح کی نمونہ بندی پر لاگت یعنی خرچ کم ہوتا ہے۔

-2 سادہ اتفاقی نمونہ بندی میں نمونہ بڑی آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

-3 جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان کا اطلاق پوری کائنات پر ہوتا ہے۔کیونکہ اس کائنات میں ایک ہی قسم کے خواص موجود ہوتے ہیں

-4 سادہ نمونہ بندی کے ذریعے تحقیق کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

-5 اس طرح کی تحقیق کے لیے زیادہ عملہ بھی درکار نہیں ہوتا۔

سادہ اتفاقی نمونہ بندی کے نقصانات:

سادہ اتفاقی نمونہ بندی کےفوائد کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔

-1 سادہ نمونہ بندی کے ذریعے کائنات سے جو نمونہ حاصل کیا جاتا ہے وہ پوری کائنات کی نمائندگی نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے اس کائنات میں ایک ہی طرح کے خواص موجود نہ ہوں۔

-2 اس تحقیق کے حاصل شدہ نتائج بھی پوری کائنات پر لاگو نہیں ہوں گے۔

-3 اس طریقہ سے جو نمونہ کائنات سے لیا جاتا ہے وہ اتفاقیہ نہیں ہوتا۔

-2 طبقہ دار نمونہ بندی

اس قسم کے نمونہ بندی اس وقت عمل میں لائی جاتی ہے۔جب کائنات میں یکسانیت نہ ہو۔طبقہ دار نمونہ بندی میں ہم کائنات کو مختلف طبقوں میں تقسیم کردیتے ہیں اور پھر ہر طبقہ سے علیحدہ علیحدہ نمونہ حاصل کرتے ہیں۔اس طرح جب ہم ان تمام نمونوں کو اکٹھا کرتے ہیں تو جو نمونہ حاصل ہوتا ہے وہ پوری کائنات کی نمائندگی کرتا ہے کیونکہ ہمارا نمونہ کائنات کے ہر طبقہ کی نمائندگی کرتا ہے۔اس لئے اس قسم کی نمونہ بندی سے جو پیچیدگی سادہ نمونہ بندی میں تھی وہ ختم ہوجاتی ہے اور کائنالت کے ہر گروہ کو نمونے میں شامل ہونے کا موقع ملتا ہے اور اس طریق سے کی گئی نمونہ بندی کو طبقہ دار نمونہ بندی کہا جاتا ہے۔

نیچے مثال کی مدد سے طبقہ دار نمونہ بندی کو ظاہر کیا گیا ہے۔یہ نمونہ بندی نشاط ملز کالونی فیصل آباد کی رہائشی لوگوں کی

ہے۔

قسم مکان	کل تعداد	شہری	دیہی	کائنات	نمونہ کا سائز
ایچ	13	6	7	6	3
اے	24	6	10	14	7
بی	30	9	21	20	10
سی	100	22	78	66	33
ای	22	9	24	24	12
ایف	163	18	145	126	63
ڈی	84	7	77	64	32
میزان	436	76	362	320	160

نوٹ: اس مثال میں کائنات کی حد بندی اس طرح سے کی گئی ہے کہ کائنات ان افراد پر مشتمل ہوگی جو کہ دیہی علاقوں سے آ کر نشاط ملز کالونی میں آباد ہوئے ہیں اور کم از کم ان کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

یاد رکھیں کہ نمونہ حاصل کرنے سے پہلے جیسا کہ سادہ اتفاقی نمونہ بندی میں ذکر کیا گیا تھا۔کائنات کی حد بندی ضرور کر لیں۔اوپر دی گئی مثال میں ہر مکان کی قسم کے مطابق طبقہ داری نمونہ بندی کی گئی ہے۔جس کا سائز 50فیصد ہے۔

نمونے کا سائز:

نمونے کا سائز حاصل کرنے کا طریقہ مندرجہ ذیل دیا گیا ہے۔

$$\text{ایچ قسم کے گھر سے نمونہ کا سائز} = \frac{\text{کل تعداد ایچ گھروں کی (کائنات)}}{\text{کائنات کے تمام گھروں کی تعداد}} \times \text{نمونہ کا سائز}$$

$$= \frac{6}{320} \times 160$$

$$= 3$$

$$\text{اے قسم کے گھروں سے نمونہ کا سائز} = \frac{\text{کل تعداد اے گھروں کی (کائنات)}}{\text{کائنات کے تمام گھروں کی تعداد}} \times \text{نمونہ کا سائز}$$

$$= \frac{14}{320} \times 160$$

$$= 7$$

اسی طرح سے ہم باقی تمام طبقوں (بمطابق قسم مکان) کی نمونہ بندی کر لیتے ہیں جو کہ پیچھے مثال میں درج کی گئی ہے۔ ان تمام طبقوں کے نمونہ کو جمع کر لیا جاتا ہے تو یہ تحقیق کرنے کے لیے نمونہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جو کہ مذکورہ مثال میں 160 ہے۔

4.4 اہم نکات

1- نمونہ چند ارکان کا وہ گروہ ہے جو تمام جمعیت یا کائنات کی نمائندگی کرتا ہے۔ جمعیت یا کائنات سے مراد وہ تمام افراد، واقعات یا اشیاء ہیں جن میں سے نمونہ اخذ کیا جاتا ہے اور کسی بھی کائنات یا جمعیت سے چند ارکان کا نمونہ اخذ کرنے کا طریقہ نمونہ بندی کہلاتا ہے۔

2- نمونہ اخذ کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1- کائنات کی وسعت
2- تربیت یافتہ عملے کی کمی
3- وسائل کی کمی
4- وقت کی کمی
5- مالی وسائل کا بہتر استعمال

3- نمونہ بندی کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ نمونہ کائنات نہ صرف صحیح نمائندگی کرتا ہو بلکہ اس

کا سائز بھی مناسب ہو۔

4- عمرانیات میں نمونہ بندی دو اقسام کی جاتی ہیں۔

1- سادہ نمونہ بندی 2- طبقہ دار نمونہ بندی

5- انٹرویو

5.1 تعریف

انٹرویو ایک دو بدو تقاعل ہے جس میں ایک شخص (انٹرویو کنندہ) ایک دوسرے شخص (انٹرویو دھندہ) سے اپنے تحقیقی مسئلے پر بنائے گئے سوالات کا جواب حاصل کرتا ہے۔ کوتنگو نے اس کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ جسے اس نے ساختی انٹرویو اور غیر ساختی انٹرویو یا موافقتی یا غیر موافقتی انٹرویو کا نام دیا ہے۔ ایک موافقتی انٹرویو وہ ہوتا ہے جس میں سوالات ان کی ترتیب اور لفاظی منجمد ہوتے ہیں۔ یعنی معنوں کے لحاظ سے وہ متعین ہوتے ہیں۔ ایک انٹرویو کنندہ کو سوال پوچھنے میں تھوڑی بہت آزادی تو ہوتی ہے لیکن اس آزادی کی حدود پہلے سے متعین کر دی جاتی ہیں۔ موافقتی قسم کے انٹروی میں انٹرویو شیڈول استعمال کیا جاتا ہے۔ جو کہ پہلے سے بہت توجہ کے ساتھ تحقیقی موضوع پر بنائے گئے سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ غیر موافقتی انٹرویو کافی لچکدار اور کھلے ہوتے ہیں اگر چہ اس میں سوالات تحقیق کے موضوع کے مطابق بنائے جاتے ہیں لیکن ان سوالوں کا مضمون ان کی ترتیب اور ان کی لفاظی مکمل طور پر انٹرویو کنندہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس قسم کے انٹرویو میں عام طور پر کوئی انٹرویو شیڈول استعمال نہیں کا جاتا۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ایسا انٹرویو اتفاقی ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو بھی موافقتی انٹرویو کی طرح منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

انٹرویو کرنا ایک ہنر ہے جو انٹرویو کنندہ اختیار کرتا ہے اس میں محقق تحقیق کے عملی میدان میں داخل ہوتا ہے۔ بقول گڈ اور ہیٹ انٹرویو وہ ہنر ہے جس پر دیگر تمام عناصر کا انحصار ہو کیونکہ مواد کے جمع کرنے کا یہ مرحلہ ہے۔ انٹرویو کنندہ کے لئے مشکل امر یہ ہے کہ وہ طرفداری پر ضبط قائم کرتا ہے۔

انٹرویو ایک ایسی سماجی حالت ہے جس میں انٹرویو کنندہ اور انٹرویو دھندہ آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ انٹرویو کے نتائج

کا سارا دارومدار اسی سماجی حالت پر ہوتا ہے اور اس سماجی حالت کا بنیادی عنصر مشاہدہ ہے۔یعنی سماجی حالت پیدا کرنے کا مقصد یا دوسرے لفظوں میں انٹرویو کا مقصد مشاہدہ ہوتا ہے۔

5.2 انٹرویو کے لیے تدابیر:

انٹرویو ایک ہنر ہے اور اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ذیل میں ان کو مختصر طور پر ترتیب دیا گیا ہے۔جن پر انٹرویو کنندہ کو خاص طور پر دھیان دینا چاہئے۔

1- سب سے پہلے انٹرویو کنندہ کو اسلام علیکم کہنا چاہئے۔

2- اسلام کے بعد انٹرویو کنندہ کو اپنے تعارف کرانا چاہئے۔

3- انٹرویو کنندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی تحقیق کا مقصد واضح کرے کہ جواب دہندہ انٹرویو میں دلچسپی ظاہر کرے۔

4- سوالنامے پر انتہائی خفیہ کے الفاظ درج ہوں تا کہ جواب کنندہ کو یقین ہو جائے کہ اس کی فراہم کردہ معلومات منظر عام پر نہیں لائی جائیں گی۔

5- ہو سکے تو انٹرویو کنندہ اپنی تحقیق کے مسئلے کی وضاحت کرے۔

6- ایسے سوالات سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔

7- ذاتی قسم کے سوالوں سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔

8- انٹرویو میں زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے۔سوالنامے کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ 15 سے 20 منٹ میں ختم ہو جائے۔ہو سکے تو انٹرویو کنندہ کو چاہئے کہ وہ بظاہر وہی زبان اور لباس اختیار کرے جو کہ انٹرویو دہندہ کا ہو۔اس سے رابطہ ذہنی بھی پیدا ہوگا اور انٹرویو دہندہ کو سوالات سمجھنے اور جواب دینے سے آسانی پیدا ہوگی۔

9- عام طور پر چاہئے کہ انٹرویو کے لیے انٹرویو شیڈول یا انٹرویو گائیڈ استعمال کی جائے۔

10- انٹرویو کا اندراج کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جو مشکوک ہو۔

11- اگر کوئی معلومات پچھلے حوالوں سے واضح ہوں تو ان کو دوبارہ اندراج بے معنی ہوتا ہے۔لہٰذا صرف وہ بات درج کی جائے جو کہ نئی ہو اور انٹرویو دہندہ اس کو پورے وثوق کے ساتھ بیان کرے۔وہ بات درج کی جائے جو کہ نئی ہو اور

انٹرویودہندہ اس کو پورے وثوق کے ساتھ بیان کرے۔

12- حقائق کی تہہ تک پہنچنے کے لیے تفتیشی سوالات کیے جائیں یعنی کسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چند ایسے سوال کیے جائیں جو کہ اس حقیقت سے بلاواسطہ تعلق رکھتے ہوں کچھ حقائق ایسے ہیں جو کہ جواب دہندہ چھپانا چاہتا ہے۔ مثلاً آمدنی، تفتیشی سوالوں کی مدد سے جواب کی درستگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

13- انٹرویو ختم کرنے سے پہلے جواب دہندہ کی اقدار سے متعلق اگر سوال پوچھنا مقصود ہو تو وہ پوچھ لئے جائیں لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ سوال جواب دہندہ کی اقدار کے خلاف نہ ہوں۔

14- انٹرویو کے اختتام میں انٹرویودہندہ کا شکریہ ادا کیا جائے۔

5.3 معلومات کی اعتمادیت

کسی بھی سماجی تحقیق میں معلومات کی اعتمادیت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔اس اعتمادیت کا دارومدار انٹرویو کنندہ اور انٹرویودھندہ کے درمیان قائم سماجی حالت پر ہوتا ہے۔اگر سماجی حالت قابل اعتماد ہے تو معلومات بھی صحیح اور بااعتماد حاصل ہوں گی اور اگر سماجی حالت غیر یقینی ہے تو معلومات نا قابل اعتماد ہوں گی۔یہ سماجی حالات انٹرویو کی کامیابی یا ناکامی کے بھی ضامن ہیں ان کو قابل اعتماد اور یقینی بنانے کے لیے انٹرویو کنندہ کو جن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- سب سے پہلے جواب دہندہ کو تحقیقات کے مقصد پر قائل کرنا چاہئے۔

2- جواب دہندہ کی طبیعت کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔

3- جواب دہندہ سے ایسے وقت لیا جائے جس میں وہ فارغ ہو۔

4- جواب دھندہ کو مائل کرنے کے لیے اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے بات کی جائے۔

5- جواب دہندہ کی مصروفیات کا بھی خیال رکھا جائے۔

6- جواب دہندہ کے مزاج کا بھی بہت عمل دخل ہوتا ہے۔لہٰذا اس کے مزاج کا خیال رکھا ائے۔

7- جواب دہندہ سے کوئی بحث نہ کی جائے۔

8- جہاں تک ہو سکے جواب دہندہ کے جواب پر تنقید سے اجتناب کیا جائے۔

ان ہدایات پر اگر عمل کیا جائے تو انٹرویو اور انٹرویو دھندہ کے درمیان قابل یقین سماجی حالت پیدا ہو سکتی ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ ایسی سماجی حالت میں درست معلومات حاصل ہوں گی۔

5.4 رابطہ ذہنی

سماجی حالت کو قابل اعتماد بنانے کے لیے انٹرویو کنندہ ایک فنی ترکیب کا بھی استعمال کرتا ہے۔جس کی ترتیب اس کو دی جاتی ہے اور یہ ایسا رابطہ ہے جو دونوں کے درمیان قائم ہو کر انہیں ایک دوسرے کے اعتماد میں باندھتا ہے۔اس کو ہم رابطہ ذہنی کہتے ہیں۔

انٹرویو میں معلومات کی اعتمادیت کا انحصار انٹرویو کنندہ کا انٹرویو دھندہ کے ساتھ رابطہ ذہنی پر ہوتا ہے۔قابل اعتماد مواد حاصل کرنے کے لیے انٹرویو کنندہ کو انٹرویو دھندہ کے ساتھ رابطہ ذہنی قائم کرنا چاہئے۔دوسرے لفظوں میں ہم اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ انٹرویو کنندہ کو چاہئے کہ وہ انٹرویو دھندہ کو اپنے اعتماد میں لے۔یعنی انٹرویو دہندہ اس پر پورا اعتماد اور یقین رکھے کہ فراہم کردہ معلومات نہ تو اس کے خلاف استعمال کی جائیں گی اور نہ ہی انہیں منظر عام پر لایا جائے گا۔اگر دونوں کے درمیان اعتمادیت کی فضا پیدا نہ ہو سکے تو معلومات میں اعتمادیت کا پہلو نہیں رہتا۔جو ہماری تحقیق کے نتائج کو متاثر کرتا ہے۔ رابطہ ذہنی پیدا کرنے کے لیے انٹرویو کنندہ کو چاہئے کہ وہ انٹرویو دہندہ پر یہ واضح کرے کہ یہ تحقیق قطعاً اس کے خلاف استعمال نہیں کی جائے گی اور یہ تحقیق کم از کم محقق اور معاشرے کے لیے مفید ہے۔

مشغلہ 2:

کسی پیشہ وارانہ سماجی کارکن کا انٹرویو لینے کے لیے سوال نامہ تیار کیجئے۔

5.5 اہم نکات:

1- انٹرویو ایک دوبدو تفاعل ہے جس میں ایک شخص ایک دوسرے شخص سے اپنے تحقیقی مسئلے پر بنائے گئے سوالات کا جواب حاصل کرتا ہے۔

2- انٹرویو کی دو اقسام ہیں۔

1- ساختی انٹرویو 2- غیر ساختی انٹرویو یا موافقی اور غیر موافقی انٹرویو

6-مشاہدہ

6.1 مفہوم:

مشاہدے سے مراد اردگرد کے حالات وواقعات کا بغور مطالعہ ہے۔ سادہ مشاہدے سے ہمیں واقعات کا احساس ہوتا ہے۔ اور پھر بذریعہ مضبط مشاہدہ ہم مسئلے کا انتخاب کرتے ہیں۔ جس پر تحقیق مقصود ہو۔ مشاہدہ کرنے کے عام طور پر دو طریقے ہیں۔ ایک میں ہم لوگوں کا کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور دوسرے میں ہم لوگوں سے ان کے اپنے کردار اور حرکات و سکنات کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں۔ یعنی یا تو ہم کسی کردار کا بالواسطہ مشاہدہ کرتے ہیں یا بلاواسطہ یا تو کسی واقعہ کو رونما ہوتے وقت ہم خود مشاہدہ کرتے ہیں یا دوسرے سے ان کے متعلق سوالات کر کے واقعہ کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرتے ہیں۔ مشاہدے کی نوعیت غیر رسمی بھی ہوتی ہے۔ اور رسمی بھی۔ ہم گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ ایسا مشاہدہ غیر رسمی ہوتا ہے اور اگر پیچیدہ قسم کے آلات کا انتخاب یا جائے اور ان کی مدد سے مشاہدہ کیا جائے تو ایسا مشاہدہ رسمی مشاہدہ ہوتا ہے۔ اسی رسمی مشاہدہ میں انٹرویو بھی شامل ہے۔ جس کو عمرانیات میں تجربہ کی حیثیت حاصل ہے۔

ایسا شخص جو مشاہدہ کرتا ہے وہ مشاہد کہلاتا ہے۔ ایک مشاہد واقعات میں ان کے تسلسل، اہمیت اور حقیقت کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ اس بات کو بھی یہاں پر بیان کر دینا بہت ضروری ہے کہ کسی سائنسی مشاہدے کے وقت کن چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور کن کو زیادہ بغور دیکھنا چاہئے۔ پالی ینگ نے مندرجہ ذیل باتوں کو سائنسی مشاہدہ کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

1- گروہ کے ثقافتی امور اور تجربات۔

2- گروہی حرکات کی نوعیت

3- گروہی تجربات میں سماجی نظام کا جنم

4- ان تجربات اور ان سے متعلق سماجی اقدام کا مفہوم

جب بھی سائنسی مشاہدہ کرنا مقصود ہو تو ان باتوں میں دلچسپی لینا بہت ضروری ہے۔ یعنی مشاہدہ کسی گروہ کے مطالعے

میں ان کے ثقافتی اور روزانہ کی حرکات کو اہمیت دیتا ہے۔اس کے علاوہ ان حرکات اور ثقافتی امور میں سماجی اقدار، رسومات اور مذہبی عقائد کا عمل دخل بھی سامنے آتا ہے اور سائنسی مشاہدہ اس پر خاص توجہ دیتا ہے اور پھر ان گروہی تجربات سے جو سماجی نظام پیدا ہوتے ہیں ان کا مطالعہ سب سے اہم ہوتا ہے۔

6.2 مشاہدے کی اقسام:

مشاہدہ کی عام طور پر دو اقسام بیان کی گئی ہیں جن کی مزید تقسیم کی گئی ہے۔

1- سادہ مشاہدہ 2- باضابطہ مشاہدہ

1- سادہ مشاہدہ

طبعی سائنس میں تو تجرباتی مشاہدہ یا منضبط مشاہدہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔جب کہ سادہ مشاہدہ کے نام کا کوئی بھی مشاہدہ نہیں ہوتا۔لیکن عمرانیات میں بہت سا علم غیر منضبط مشاہدے یا سادہ مشاہدے سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے مشاہدہ میں کوئی آلات (انٹرویو شیڈول یا گائیڈ) کا استعمال نہیں کیا جاتا۔بلکہ یہ ایک غیر رسمی مشاہدہ ہوتا ہے۔اور عام طور پر اس مشاہدہ کو معلوماتی تحقیق میں استعمال کیا جاتا ہے۔جس میں محقق کے مسئلے کی اصل نوعیت پر روشنی ڈالنا ہوتا ہے۔ یعنی مسائل کو معلوم کرنے یا دریافت کرنے کے لیے سادہ مشاہدہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔جب تک ہمیں کسی مسئلے کا ہی پتہ نہیں اور نہ ہی اس کی نوعیت اور ممکنہ اسباب کو جانتے ہیں تو پھر مخصوص قسم کے انٹرویو شیڈول ترتیب دینا تو بالکل ناممکن ہے۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لہٰذا اسے سادہ مشاہدہ کہا جاتا ہے۔سادہ مشاہدہ کو غیر منضبط مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔اس سے ہماری مراد ہوتی ہے کہ ہم کو کائنات پر ضبط حاصل نہیں ہے۔یہ مشاہدہ کائنات کے بارے میں سرسری معلومات فراہم کرتا ہے۔سادہ مشاہدہ یا غیر منضبط مشاہدہ کی دو قسمیں ہیں۔جنہیں ہم غیر منضبط شریک مشاہدہ اور غیر منضبط غیر شریک مشاہدہ کہتے ہیں۔

(الف) غیر منضبط شریک مشاہدہ:

اس قسم کے مشاہدے میں تحقیق کا دارومدار محقق کے ذاتی مشاہدے اور صلاحیت پر ہوتا ہے۔جس گروہ میں مشاہدہ مطلوب ہوتا ہے۔محقق اس گروہ کا رکن بن جاتا ہے اور ذہنی رابطہ قائم کر کے اس گروہ کو یقین دلا دیتا ہے کہ وہ بھی اسی گروہ کا

رکن ہے۔ محقق اس گروہ میں کافی عرصہ گزارتا ہے۔ اسی گروہ کے رسم ورواج، زبان، لباس اور خوراک کو اپنالیتا ہے اور زیرغور مسئلے کے ہر پہلو کا بغور مطالعہ کرتا ہے اور مطلوبہ معلومات فطری انداز میں حاصل کرتا ہے۔ جب مطلوبہ معلومات حاصل کرلیتا ہے تو اس میں غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کار کو عمرانیات میں زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے مشاہدے کے لیے کافی وقت اور محنت درکار ہے۔ لیکن اس مشاہدے کے نتائج غیر سائنسی ہوتے ہیں اور اس سے مکمل طور پر اعداد وشمار پیش نہیں کئے جاسکتے اور اس میں محقق کی جانبداری کا احتمال بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(ب) غیر منضبط غیر شریک مشاہدہ

اس قسم کی تحقیق میں مشاہدہ کرنے والا اسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس لئے اسے غیر شریک مشاہدہ کہتے ہیں۔ مشاہدہ ان مسائل میں خود مبتلا نہیں ہوتا جن کا وہ مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ کچھ معلومات پہلے ہی حاصل کرلیتا ہے اور مطلوبہ گروہ سے رابطہ ذہنی قائم کرلیتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے وہ درست جوابات حاصل کرنے میں کامیاب رہتا ہے اور ان معلومات کو جانبداری سے پاک اور درست حالات میں پیش کرسکتا ہے۔ یہ طریقہ کار ماہرین عمرانیات میں مقبول ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ کار شریک مشاہدہ کی نسبت کم خرچ ہے۔ اس میں وقت اور محنت کی بچت بھی ہے جب کہ نتائج بھی درست اور قابل اعتماد ہوتے ہیں۔

(د) باضابطہ مشاہدہ

سائنسی طریقہ کار پر کئے جانے والے مشاہدے کو باضابطہ مشاہدہ کہتے ہیں۔ پہلے مشاہدے کی جتنی اقسام بیان کی گئی ہیں ان میں نہ جواب دہندہ پر کنٹرول ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی سوال کنندہ پر لیکن اگر ان دونوں پر ضبط حاصل کرلیا جائے تو اعداد وشمار کافی حد تک درست اور مختصر مل سکتے ہیں۔ جن میں سے کسی مسئلے کی اصل وجہ اور اس کا حل تلاش کرنا بہت سہل ہو جاتا ہے۔ یہ ضبط کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ محقق مختلف سائنسی طریقہ کار کو اپنا کر اپنے اوپر بہت سی پابندیاں عائد کرلیتا ہے اور اسی طرح جواب دہندہ کو بھی کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح غیر مفید موضوعات یا غیر اہم موضوعات کو خارج کردیا جاتا ہے۔ جذباتی قسم کے سوالوں کو آخر میں لکھا جاتا ہے اور باقی سوالوں کو بھی اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے کہ جواب دہندہ مکمل طور پر کنٹرول میں رہے اور تمام سوالوں کے جواب درست درست دیتا جائے۔ باضابطہ مشاہدے میں سوالوں کی ترتیب

اور محقق کے تاثرات بہت اہمیت رکھتے ہیں ۔با ضابطہ مشاہدہ اس دور میں کم خرچ اور قابل اعتماد ہے ۔لیکن اس میں ہنرمندی کی بہت ضرورت ہے ۔با ضابطہ تحقیق کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔

1- نمونہ بندی 2- مفروضہ

3- غیر جانبداری 4- انٹرویو شیڈول

مندرجہ بالا تدابیر کے ذریعے تحقیق پر بہت حد تک کنٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے اور غلطی کا احتمال کم سے کم رہ جاتا ہے۔

6.3 اہم نکات:

1- مشاہدے سے مراد ارد گرد کے حالات وواقعات کا بغور مطالعہ ہے۔

2- مشاہدہ کرنے کے عام پر دو طریقے ہیں یعنی یا تو ہم کسی کردار کا بالواسطہ مشاہدہ کرتے ہیں یا بلاواسطہ۔

3- مشاہدے کی عموماً دو اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

1- سادہ مشاہدہ 2- باضابطہ مشاہدہ

6.4 خود آزمائی نمبر 1

1- تصور کیا ہے؟

(الف) کسی چیز کا نام ہے۔ (ب) کوئی چیز ہوتی ہے۔ (ج) ایک حقیقت ہے۔

2- متغیرہ کیا ہے؟

(الف) جو تبدیل ہو سکے۔ (ب) جو تبدیل نہ ہو سکے۔

3- متغیرہ کہاں استعمال ہوتا ہے؟

(الف) سائنسی تحقیق میں۔ (ب) روزمرہ کی زندگی میں (ج) ادبیات میں

4- مفروضہ کیا ہے۔

(الف) ایک عام اندازہ ہے (ب) ایک حقیقت ہے (ج) سائنسی علم ہے۔

5- نمونہ بندی کیا ہے۔

(الف) پوری کائنات کا مطالعہ کرنا (ب) کائنات کے نمائندہ حصے کا مطالعہ کرنا۔

6- آپ کے خیال میں نمونہ بندی کیوں کی جاتی ہے؟

(الف) تا کہ تحقیق میں آسانی پیدا ہو جائے۔(ب) تا کہ ہم کو نتائج درست حاصل ہوں۔

7- انٹرویو کسے کہتے ہیں۔

(الف) ملاقات کر کے کسی فرد سے معلومات حاصل کرنا

(ب) کسی کی زندگی کے حالات قلمبند کرنا

تحریری مشق:

1- تصور کی تعریف کیجئے اور اس کی اہمیت بیان کریں۔

2- متغیرہ کیا ہے؟ مسلسل اور غیر مسلسل متغیرہ کی وضاحت کریں؟

3- مفروضہ کیا ہوتا ہے؟ نظریے اور مفروضے میں تعلق بیان کریں؟

4- مفروضہ کسے کہتے ہیں؟ اس کی اقسام مختصراً بیان کریں۔

5- عمرانی تحقیق میں نمونہ بندی کیوں کی جاتی ہے؟

جوابات

خودآزمائی نمبر 1

(1) (ج) ایک حقیقت ہے۔

(2) (الف) جوتبدیل ہوسکے۔

(3) (الف) سائنسی تحقیق میں۔

(4) (الف) ایک عام اندازہ ہے۔

(5) (الف) کائنات کے ایک حصے کا مطالعہ ہے۔

(6) (الف) تاکہ تحقیق میں آسانی پیدا ہو جائے۔

(7) (الف) ملاقات کر کے کسی فرد سے معلومات حاصل کرنا۔

7- کتابیات

1. ایس۔ایم۔شاہد۔تعلیمی نفسیات۔گلاب پبلشرز۔اردو بازار۔لاہور
2. مشتاق احمد،عمرانیات،عزیز بک ڈپو،چوک اردو بازار،لاہور
3. John W. Best "Research in Education".
4. Goode and Hatt "Methodes in Social Research".
5. Gilbert Sax "Foundation of Educational Research".

یونٹ نمبر 3

انسانی ثقافت اور معاشرہ

تحریر: سید عمران حیدر
نظرثانی: فرحانہ خٹک

یونٹ کا تعارف

زیر نظر یونٹ میں انسانی ثقافت کی تعریف بیان کی جا رہی ہے اور اس کا مفہوم واضح کیا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ ثقافت کی اقسام اور ثقافت سے متعلقہ تصورات کو عام فہم مثالوں کی مدد سے بیان کیا گیا ہے۔ یونٹ کے دوسرے حصے میں انسانی معاشرہ اور اس کی اقسام پر بحث کی گئی ہے۔

امید ہے کہ یہ یونٹ انسانی ثقافت اور معاشرہ کے سائنسی مطالعہ میں مددگار ثابت ہوگا۔

یونٹ کے مقاصد (Learning Objectives)

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1- ثقافت کی تعریف کر سکیں اور اس کی خصوصیات اور اقسام کے بارے میں بیان کر سکیں۔

2- ثقافت کی ساخت اور اجزا پر بحث کر سکیں۔

3- ثقافت کے بنیادی عناصر بیان کر سکیں۔

4- ثقافتی تصورات سے آگاہ ہوں اور ان میں تفریق کر سکیں۔

5- معاشرے کی اصطلاح کی وضاحت کر سکیں۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
1- ثقافت اور انسانی معاشرہ	76
1- مفہوم	76
1.1 ثقافت کی تعریف	76
1.2 ثقافت اکتسابی ہے	78
1.3 ثقافت کی ترسیل	79
1.4 ثقافت باہمی ہے اور گروہی پیداوار ہے	79
1.5 ضروریات کی تسکین اور خوشی کا باعث	80
1.6 قدرتی ماحول کے ساتھ ہم آہنگی میں مددگار	80
1.7 ثقافت تغیر پذیر ہے	81
1.8 ثقافت علامتی ہے	81
1.9 ثقافت کا تاریخی پس منظر	82
1.10 خود آزمائی نمبر 1	83
2- ثقافت کے بنیادی عناصر	83
2.1 علامات	83
2.2 زبان	84
2.3 معمولات	84
2.4 خود آزمائی نمبر 2	86

عنوان		صفحہ نمبر
-3	ثقافت کی اقسام	87
3.1	مادی ثقافت	87
3.2	غیر مادی ثقافت	88
3.3	مثالی ثقافت	88
3.4	حقیقی ثقافت	89
3.5	خود آزمائی نمبر 3	89
-4	ثقافتی تصورات	90
4.1	ثقافتی خاصہ	90
4.2	ثقافتی مرکب	90
4.3	ثقافتی اسلوب	90
4.4	ثقافت پذیری	91
4.5	ثقافتی مماثلت	91
4.6	ثقافتی تغیر	91
4.7	ثقافتی خلا	92
4.8	ذیلی ثقافت	92
4.9	خود آزمائی نمبر 4	93
-5	معاشرہ	94
5.1	شکار پر مبنی معاشرہ	94
5.2	باغبان و غلہ بان معاشرہ	95

عنوان		صفحہ نمبر
5.3	زرعی معاشرہ	95
5.4	صنعتی معاشرہ	96
5.5	خود آزمائی نمبر 5	96
-6	جوابات	97
-7	فرہنگ اصطلاحات	99
-8	کتابیات	99

1- ثقافت اور انسانی معاشرہ

مفہوم

ثقافت انگریزی لفظ "Culture" کا اردو ترجمہ ہے۔یہ ہماری روزمرہ زندگی میں عام استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہم اس کے اصل معنی سمجھنے کی کوشش کریں۔عام طور پر ثقافت سے ہمارے ذہنوں میں روایات اور روزمرہ زندگی کے روایتی طریقہ کار آتے ہیں جبکہ لفظ ثقافت ایک بہت جامع اور وسیع اصطلاح ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ بہت سے مغربی ملکوں میں لوگ ایک وقت میں ایک شریک حیات کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں جبکہ ایشیائی اور افریقی معاشروں میں ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا معیوب نہیں۔گائے کچھ معاشروں میں ایک کھانے اور دودھ دینے والا جانور ہے جبکہ انڈین ثقافت میں ایک متبرک اور پاک چیز ہے۔کہیں خواتین مکمل پردے کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتیں اور کہیں انہیں مکمل آزادی ہے۔یہ سب ہماری Social Practice کے نمونے اور یہی سب ملا کر ہمارا کلچر اور ثقافت بنتے ہیں۔

1.1 ثقافت کی تعریف

ثقافت کے مطالعے کے علم کو ثقافتی بشریات (Cultural Anthropology) کہتے ہیں۔ماہرین عمرانیات ،بشریات کے مطابق ثقافت اجتماعی طریقہ زندگی کا دوسرا نام ہے کلچر ایک معاشرے میں رہنے والے افراد کے مابین ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں موزوں / بہتر رویہ معاشرتی اقدار، تاریخ، انسانی ورثہ اور رواج وغیرہ پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔اس سے ہمیں کسی بھی معاشرے میں رہتے ہوئے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم کون ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا چیزیں ہمارے معاشرے کے لئے بہت ضروری ہیں؟ ہمیں کیا نہیں کرنا چاہیے؟ اور کونسی ایسی چیزیں ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا؟ انہی تمام کی بنیاد پر ہم معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی پوری زندگی کی عادات واطوار اور طریقہ کار تشکیل دیتے ہیں۔

زیادہ تر ماہرین بشریات "Edward Tylor" کی دی گئی ثقافت کی تعریف پر متفق ہیں جس کے مطابق ایک ایسا جامع مرکب ہے جو کہ علم، عقائد، آرٹ، اخلاقیات، قانون، روایات، اور تمام صلاحیتیں جو انسان ایک معاشرے کا ممبر ہونے کے ناطے سیکھتا ہے اس پر مبنی ہے۔

اس کے مطابق ثقافت ان تمام چیزوں کو یکجا کر کے دیکھنے کا نام ہے جو انسان پیدائش سے لے کر اپنی ساری زندگی کے دوران سیکھتا ہے۔یعنی کھانا کھانے کے طریقہ کار سے لے کر کپڑوں کے رنگ اور ڈیزائن جیسی روزمرہ کی عام چیزیں اور مکمل تربیت سمیت ایک انسان کی حاصل کردہ تمام تخلیقی صلاحیتیں جو عام معاشرے سے سیکھے اور اس کی ثقافت کہلائیں گی۔

عمرانیات کے طالب علم کے لئے یہاں دو الفاظ کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا بہت ضروری ہے اور وہ ہیں "learnt" سیکھا ہوا "Shared" اجتماعی / باہمی۔ عام طور پر لفظ ثقافت کو ہم صرف تاریخ اور روایات، روایتی انداز تک محدود کر دیتے ہیں حالانکہ یہ تو ہماری ثقافت کا صرف ایک حصہ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ وہ تمام جدید ٹیکنالوجی اور معاشرتی عادات جو کہ کسی بھی معاشرے میں پائی جاتی ہوں اور اس کے باشندے انہیں سیکھ کر اس پر عمل کرتے ہوں وہی ثقافت کا حصہ ہیں۔

ذیل میں ماہرین کی دی گئی کلچر کی تعریفیں ہیں۔

1- Margret Mead: ثقافت ایک معاشرے یا ایک ذیلی گروہ میں سیکھے ہوئے رویوں کا نام ہے۔

2- Clifford Geertz: ثقافت ہماری خود کو اپنے ہی بارے میں بتائی گئی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

3- Bronislaw Marriwski: ثقافت ایک ایسی Orgnazied وحدت ہے جو کہ دو بنیادی پہلوؤں میں تقسیم ہے ایک رسم ورواج کا نظام اور دوسرا Artifact (انسانوں کی بنائی ہوئی کوئی چیز جو کہ اس کے خالق اور صارفین کی ثقافت کے بارے میں معلومات فراہم کرے)۔

American Heritage ڈکشنری کے مطابق کلچر سماجی طور پر منتقل ہونے کے رویوں، قانون، عقائد، اداروں اور انسانی سوچ اور عمل کی تمام تخلیقات کا نام ہے۔

Dictionary of Modern Sociology کے مطابق ثقافت ایک ایسا کل ہے جس میں منظم زندگی

گزارنے کے طریقے، اقدار و اداروں کے معیار، معاملات وغیرہ شامل ہیں جو انسان سیکھتا ہے اور نسل در نسل منتقل کرتا ہے۔

کارل مارکس اور فریڈرک اینجل نے ایک دفعہ کہا کہ حکمران طبقے کے خیالات بھی ہم پر حکمرانی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق وہ لوگ کہ جو معاشرے میں اشیاء اور دولت کی پیداوار کو کنٹرول کرتے ہیں دراصل یہی لوگ معاشروں میں علم، خیالات، نقطہ ہائے نظر کو ایسے کنٹرول کرتے ہیں کہ تمام معاشرتی زندگی کا طریقہ کار ان ہی کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ معاشرہ ایسی ثقافت بنائے کہ جو حکمران طبقے کی طاقت، اسے حاصل مراعات اور فائدوں کو Justify کرے۔

علم بشریات کے ماہرین نے انسانی معاشروں کے مطالعہ کے لئے بشریات کو چار اہم شاخوں میں تقسیم کیا ہے۔

Biological Anthropology	حیاتیاتی بشریات	-1
Linguistic	لسانیات	-2
Cultural Anthoropology	ثقافتی بشریات	-3
Archaeology	علم آثار قدیمہ	-4

ثقافت کی خصوصیات

تمام انسانی معاشروں میں مختلف قسم کی ثقافت پائی جاتی ہے مگر ان تمام قسم کی ثقافت کی نمایاں خصوصیات میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

1.2 ثقافت اکتسابی ہے Culture is learnt phenomenon

اس سے مراد یہ ہے کہ ثقافت ایسے رویوں اور کرداروں پر مشتمل چیز کا نام ہے جو انسانوں نے کسی معاشرے میں رہ کر سیکھے ہوں۔ مثلاً صبح اٹھ کر نہانا یا منہ دھونا اور مختلف قسم کا ناشتہ کرنا ہماری روزمرہ زندگی میں ہمارے کھانے پینے کے تمام طریقہ کار اور عادات وہ ہوتی ہے جو ہم نے اپنے خاندان اور اردگرد سے سیکھی ہوں۔ ہمارا لباس پہننے کا طریقہ کار بھی ایک

مثال ہے۔انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ صرف چند فطری رویوں کا مالک ہوتا ہے۔ مثلاً بھوک لگنا، پیاس لگنا، درد ہونا، ٹھنڈا گرم محسوس ہونا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو قدرتی ہیں اور تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔اس لئے ہم انہیں ثقافت کا حصہ نہیں کہہ سکتے مگر وہ تمام طریقہ کار جو ان کو پورا کرنے کے لئے ہم اختیار کرتے ہیں اور ٹھیک یا غلط کے حوالے سے جن چیزوں کا خیال رکھتے ہیں وہ ہم نے معاشرے سے سیکھی ہوتی ہیں اور ان ہی تمام کو ثقافت کہا جاتا ہے۔مثلاً پاکستان کی ثقافت میں زیادہ تر لوگ مرغی، بکرے / بکری اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں جن کو حلال سمجھا جاتا ہے جبکہ دنیا کے کئی معاشروں میں سانپ، گھوڑے اور دیگر ایسے جانوروں کا گوشت ہی کھایا جاتا ہے جو عام طور پر پاکستان میں ممنوع ہے۔اس طرح ہم نے بڑوں سے کیسے بات کرنی ہے شادی کیسے کرنی ہے اگر کسی کی موت واقع ہو جائے تو کون سے مراحل طے کئے جاتے ہیں وغیرہ۔سب ہم نے دوسروں سے سیکھا ہے اسی لئے ثقافت کو اکتسابی کہا جاتا ہے۔

1.3 ثقافت کی ترسیل

ثقافت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک نسل سے دوسری نسل منتقل ہوتی رہتی ہے ۔اگر ایک ثقافت میں یہ خصوصیت نہ ہو تو وہ ثقافت بہت جلد ختم ہو جائے گی یا اپنی پہچان کھو دے گی۔اپنی ثقافت کی ترسیل ہم اپنے بچوں کی روزمرہ تربیت کے ذریعے کر رہے ہوتے ہیں اور اس تمام عمل میں زبان کا کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

موجودہ ترقی یافتہ دور میں جبکہ ذرائع ابلاغ کا کردار بہت طاقتور ہو چکا ہے تو ثقافت بہت تیزی سے بدل رہی ہے اور پچھلی نسل کے تجربات کو اگلی نسل تک منتقل کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے ۔آپ اپنے اردگرد دیکھ سکتے ہیں کیوں کہ انگریزی زبان ایک عالمی زبان بن چکی ہے اس لئے عالمی ثقافت پر بڑی حد تک انگریزی ثقافت کا غلبہ ہے۔

1.4 ثقافت باہمی ہے اور گروہی پیداوار ہے

ثقافت کسی ایک انسان کے پاس موجود علم، ٹیکنالوجی یا رویوں کو نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ صرف وہ تمام رویے اور چیزیں ہیں جو عام طور پر اس خاص گروہ کے لوگوں میں پائے جاتے ہوں جیسے ایٹم بم بنانے کی صلاحیت یا خلا میں جا کر تحقیق کرنا کسی عام ثقافت کا حصہ نہیں ۔کیوں کہ یہ چیزیں چند مخصوص لوگوں تک محدود ہیں ۔اسی طرح ایک سوال اٹھتا ہے کہ یہ ثقافت اور ثقافتی رویے بنے کہاں سے ہیں تو یہاں یہ سمجھنا بھی بہت ضروری ہے کہ ثقافت ان ہی تمام عادات واطوار وغیرہ کو کہا جاتا ہے

جو کسی گروہ کے افراد اپناتے ہیں۔اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ثقافت گروہی زندگی کی پیداوار ہے۔

1.5 ضروریات کی تسکین اور خوشی کا باعث

انسانی ثقافت کی ایک بہت اہم خصوصیت یہ ہے کہ افراد کی ضروریات خواہ وہ فطری ہوں ثقافتی ہوں یا جذباتی کوئی بھی ثقافت اس وقت خود کو برقرار نہیں رکھ سکتی جب تک وہ ان انسانی ضروریات کو پورا نہ کرے اور ان ضروریات سے متعلق مواقع اور طریقہ کار فراہم نہ کرے۔مثلاً دنیا کی تقریباً تمام قسم کی ثقافت میں انسان کی جنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے شادی جیسا کوئی نہ کوئی ادارہ موجود ہے۔ دوسری طرف ہماری روزمرہ کی ضروریات جیسے کھانا پینا اور رزق کی فراہمی وغیرہ کے لئے معاشروں میں معمولات قوانین اقدار اس طریقہ سے بنے ہوتے ہیں کہ تمام افراد کے لئے مواقع موجود ہوں۔اگر کسی معاشرے میں ایسا نہ ہوگا تو کسی بھی وقت انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔

1.6 قدرتی ماحول کے ساتھ ہم آہنگی میں مددگار

دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف قسم کے موسم اور جغرافیائی حالات ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات بھی بدلتی رہتی ہیں۔اگر ہم تھوڑا غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ انسانوں کے سوا تمام جانوروں میں یا تو اپنے ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت قدرتی طور پر موجود ہوتی ہے یا پھر بدلتے حالات کے ساتھ کچھ جانوروں کو اس جگہ کو چھوڑنا مجبوری بن جاتا ہے ورنہ وہ وہاں زندہ نہیں رہ سکتے۔جب کہ انسان نے خود کو ان مختلف حالات کے مطابق ڈھالنے کے لئے مختلف طریقہ کار سیکھے اور ایجاد کئے ہیں۔مثلاً سخت سردی میں گرم کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ہمیں تاریخ میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ انسان سخت موسمی حالات سے نمٹنے کے لئے جانوروں کی کھال پہنا کرتے تھے۔اسی طرح گھروں کی تعمیر،پانی کے ذرائع بجلی کا استعمال وغیرہ۔یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو ہم نے اپنے معاشرے میں سیکھیں اور ہمیں ماحول کے ساتھ ہم آہنگی میں مدد دیتی ہیں۔اسی طرح اگر ہم تجزیہ کریں تو مختلف معاشروں میں پائے جانے والے ثقافتی فرق کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ ارد گرد کا ماحول ہے۔مثلاً پہاڑی علاقوں میں جہاں برف پڑتی ہے وہاں گھروں کو بنانے کا انداز میدانی علاقوں کے گھروں سے مختلف ہوتا ہے۔

1.7 ثقافت تغیر پذیر ہے

دنیا میں پایا جانے والا کوئی بھی معاشرہ ایک ساکن ثقافت کے ساتھ برقرار نہیں رہ سکتا۔ثقافت کی تبدیل ہونے کی خصوصیت ہی دراصل اسے زندہ رکھتی ہے۔جوں جوں معاشروں میں نئی ایجادات یا دریافتیں ہوتی رہتی ہیں ویسے ویسے ہی لوگوں کا انداز زندگی تبدیل ہوتا رہتا ہے مثلاً بجلی، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، موبائل فون، بسوں، ہوائی جہاز وغیرہ کی ایجادات اور انسانی معاشروں میں شمولیت کی وجہ سے معاشرتی زندگی میں بہت زیادہ تبدیلیاں آئیں جو ابھی بھی بہت تیزی سے جاری ہیں ۔یہ ایک سے دوسرے معاشرے میں ایک جیسی نہیں ہوتی ۔جب ہم کسی ایک معاشرے میں دیکھتے ہیں تو ثقافت ایک بڑی مکمل اور طاقتور چیز نظر آتی ہے۔اسی میں انسانی زندگی گزارنے کے ہر پہلو کا طریقہ کار بھی موجود ہوتا ہے اور ٹھیک اور غلط کا فیصلہ بھی ۔مگر یہ طریقہ کار اور ٹھیک وغلط کے فیصلے کبھی بھی آفاقی نہیں ہوسکتے بلکہ یہ ہر معاشرہ کی اپنی خاص ثقافت ہوتی ہے۔ اگر آپ پاکستان ہی کی مثال لے لیں صوبہ خیبر پختون خواہ سے چلیں تو پوٹھوہار کے خطے میں آکر ایک اور ثقافت نظر آئے گی۔ اسی طرح صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں ،صوبہ سندھ، بلوچستان، کشمیر، گلگت بلتستان ان تمام علاقوں کی اپنی اپنی ذیلی ثقافتیں ہیں۔جن میں بعض چیزیں ایک دوسرے سے یکسر مختلف بھی پائی جاتی ہیں۔ہوسکتا ہے کوئی ایک چیز ایک جگہ پر انتہائی اچھی سمجھی جاتی ہو اور دوسری جگہ پر انتہائی غیر مناسب مثلاً خواتین کا پردہ، تعلیم اور نوکری کرنا ان سب کی بنا پر اگر ہم پاکستان کی مختلف ثقافتوں کا تجزیہ کریں تو ہمیں ایک بڑا واضح فرق نظر آئے گا۔ایک طرف تو بڑے شہروں میں آزادی اور مختلف جگہوں پر کام کرتی عورتوں کا ہونا معمول ہے اور دوسری طرف چاردیواری میں رہنا اور بوقت ضرورت مکمل پردہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا

اگر ہم عالمی سطح پر دیکھیں تو آپ کو یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا خاص کر وسطی ایشیا اور عرب کی ثقافت میں واضح فرق نظر آئے گا۔

1.8 ثقافت علامتی ہے

ثقافت کی ایک بڑی خاص خصوصیت ہوتی ہے۔اس کے مطابق کسی بھی ثقافتی رویے ،قدر ،یا عقیدے وغیرہ کو سمجھنے کے لئے ہر معاشرے میں اپنے اپنے مخصوص طریق ہائے کار اور نقطہ ہائے نظر موجود ہوتے ہیں مثلاً باپ اور ماں کا رشتہ جیسے جیسے آپ دنیا کے مختلف معاشروں میں جاتے جائیں گے ان رشتوں کے معنی اور ان سے جڑے رویے ایک سے نہیں رہیں

گے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تبدیلی کیوں آئی۔اصل میں اس تبدیلی کی وجہ ماں اور باپ کے ساتھ جڑے علامتی معنی ان کی ذمہ داریاں اس معاشرے کا مذہب اور تاریخ وغیرہ کا فرق ہے۔ایک اور مثال ہم مسلمانوں کی لیتے ہیں مسلمانوں کے معاشروں میں پائے جانے والی بہت ساری مذہبی رسومات اور عقائد میں واضح فرق موجود ہے۔مثلاً تمام دنیا کے مسلمان دونوں عیدیں بالکل ایک ہی طریقے سے نہیں مناتے بلکہ نماز کے علاوہ دیگر چیزیں ان کے اپنے علاقائی نقطہ نظر کے مطابق انجام دی جاتی ہیں۔چیزوں کے احترام کا طریقہ کار پاکستان وہندوستان کے مسلمانوں اور سعودی عرب کے مسلمانوں میں فرق ہے۔یہ فرق ان چیزوں سے جڑے علامتی معنی میں فرق کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔

1.9 ثقافت کا تاریخی پس منظر

کسی بھی معاشرے کی ثقافت ایک دن یا چند ہفتوں کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ ایک آہستہ آہستہ لمبا تاریخی سفر طے کرتے ہوئے ہر ثقافت مختلف منزلوں سے گزر کر ایک خاص مقام تک پہنچتی ہے اس لئے کسی بھی عمرانیات کے طالب علم کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ کسی خاص ثقافت کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے مخصوص تاریخی پس منظر سے واقف ہو۔مثلاً کوئی خواہ کتنا ہی اچھا یا بڑا ماہر ہی کیوں نہ ہو مگر بغیر تاریخ اور علاقائی پس منظر جانے کسی مغربی ملک میں بیٹھ کر وہ بلوچستان سندھ کے کسی گاؤں میں ہونے والے واقعہ پر تجزیہ نہیں کرسکتا اس کی ایک اور مثال ہم یہ لے سکتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند موجودہ پاکستان وانڈیا میں رہنے والے مسلمانوں ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ کی معاشرتی زندگی اور رواج اور روزمرہ کے طریقہ کار بہت زیادہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔اگر ہم تاریخی پس منظر کا جائزہ لیں تو اس کی وجہ کئی صدیوں تک ان سب کا ایک ساتھ رہنا ہے۔کیوں کہ آپ کسی کے ساتھ زیادہ عرصے تک رہتے ہیں تو آپ کا رہن سہن بہت حد تک اثر انداز ہوسکتا ہے۔

1.10 خود آزمائی نمبر 1

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیں۔

1- ثقافت کی تعریف اور مفہوم بیان کریں۔

2- علم بشریات کی مختلف شاخیں کون کونسی ہیں۔

3- کیا ثقافت اکتسابی ہے۔

4- ثقافت کیسے ہمیں ماحول سے ہم آہنگی میں مدد دیتی ہے۔

5- علامتی ثقافت سے کیا مراد ہے

6- ہر ثقافت کا ایک تاریخی پس منظر ہوتا ہے۔ وضاحت کریں۔

7- ہر ثقافت اپنے لوگوں کے لئے تسکین اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ کیسے؟

2- ثقافت کے بنیادی عناصر

2.1 علامات

علامت کسی بھی ایسی چیز کو کہتے ہیں جو ایک کلچر میں بسنے والے لوگوں کے لئے کوئی خاص معنی رکھتی ہو۔ علامات کہیں بھی موجود معاشرتی زندگی کی بنیاد ہوتی ہے۔ انہی کی وجہ سے قابل فہم معاشرتی تقاعل ممکن ہوسکتا ہے۔ علامت کوئی بھی چیز ہوسکتی ہے مثلاً کوئی آواز، کوئی رنگ، رشتہ، کوئی عمارت کسی بھی چیز کا ڈیزائن وغیرہ۔ یہاں یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کسی خاص علامت کے معنی ہوسکتا ہے کسی دوسرے معاشرے میں مختلف ہوں یا وہ علامت اس معاشرے میں پائی ہی نہ جاتی ہو۔ مندرجہ ذیل مثال سے علامات کے عمرانی مفہوم کو سمجھا جا سکتا ہے۔

آواز یا الفاظ بطور علامت جیسے اذان چند لفظوں یا جملوں کا مجموعہ ہے مگر مسلمانوں کے لئے یا مسلم آبادی کے معاشروں کے لئے اس کی ایک خاص اہمیت اور مفہوم ہے۔ اگر کہیں اذان ہو رہی ہو تو اس کا مطلب نماز کے لئے بلانا یا پکارنا لیا جاتا ہے مگر ایک ایسا شخص جس نے کبھی اذان نہ سنی ہو تو وہ کبھی بھی اسے سن کر یہ معنی اخذ نہیں کر سکتا۔

2.2 زبان

زبان کلچر کا ایک اہم بنیادی عنصر ہے کسی بھی کلچر کی ترقی کا اندازہ لگانے کے لئے زبان ایک بہت اہم ذریعہ ہے مثلاً قدیم یونانی مہذب اور پس ماندہ لوگوں میں فرق ان کی زبان کے درجے سے کرتے ہیں مختلف ثقافتوں میں فرق کی ایک بڑی وجہ بھی زبانوں کا فرق ہے۔زبان کسی بھی ثقافت کے برقرار رکھنے کے لئے بہت اہم ہے ذرا غور کیجئے اگر زبان نہ ہوتو انسان کا سیکھا ہوا کلچر کا بہت بڑا حصہ اگلی نسل تک پہنچانے میں کامیاب نہ ہوسکے اور یہ جو انسانی ترقی ہوئی اس کے لئے شاید مزید ہزاروں سال درکار رہوں اور شاید اس کے بعد بھی انسان اس درجے تک نہ پہنچ سکتا۔اصل میں زبان انسانی ابلاغ کے لئے بنائی گئی علامتوں کے ایک مربوط نظام کو کہتے ہیں ۔اس سے علامتی ابلاغ میں ہونے والی غلطیوں اور فرق میں بڑی حد تک غلطی آجاتی ہے ۔زبانوں میں موجود فرق صرف تلفظ کی ادائیگی اور الفاظ یا گرائمر تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ہر معاشرے میں بولنے کی ایک خاص ثقافت ہوتی ہے مثلاً ماں باپ سے بات، مذہبی پیشوا سے بات، چھوٹوں سے بات، استاد سے بات وغیرہ میں موجود الفاظ کا فرق محض لفظی فرق نہیں ثقافت میں موجود ان تمام معاشرتی مذاہب کے معنی اور رتبے کے فرق کو واضح کرتا ہے۔

2.3 معمولات

معمولات کسی بھی معاشرے میں کسی خاص تقاعلی صورت (Situation) میں افراد سے جڑے متوقع رویہ کو کہتے ہیں ۔یہ وہ کردار ہوتے ہیں جس کی مختلف حالات میں لوگ ایک دوسرے سے توقع رکھتے ہیں ۔ہر معاشرے میں زندگی گزارنے کے کچھ نہ کچھ اصول مقرر کئے جاتے ہیں ۔انہی اصولوں پر مبنی کچھ معیار جو کہ لوگوں کے لئے مختلف جگہوں پر ضروری اور عام طور پر متوقع رویہ کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں کو معاشرتی اعیار کہا جاتا ہے ۔پھر آہستہ آہستہ یہ رویے کسی بھی معاشرے میں بہت عام ہو جاتے ہیں اور پھر لوگ ان سے ہٹ کر بہت ہی کم کوئی رویے اپناتے ہیں ۔یہ معاشرتی معمولات یا اعیار وقت اور جگہ کے ساتھ بدل سکتے ہیں ۔مثلاً پاکستان کے مختلف علاقوں میں لوگوں کے لباس بول چال ،اور ملنے ملانے میں فرق کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے ۔جیسے کچھ جگہوں پر لوگ ملتے ہیں تو ہاتھ ملاتے ہیں کہیں گلے ملا جاتا ہے اور کہیں صرف زبان سے سلام کیا جاتا ہے ۔اسی طرح جب ہم کسی کے گھر جاتے ہیں تو اس میں داخل ہونے سے پہلے درواز ہ کھٹکھٹانا اور اجازت لینا بھی معمول ہے جو کہ مختلف معاشروں میں مختلف ہوسکتا ہے اسی طرح مسلمانوں میں عید اور دیگر مذہبی تہواروں

عیسائیوں میں کرمس اور ایسٹر، ہندووں میں ہولی دیوالی پر نئے کپڑے پہننا عیدی یا تحفے تحائف دینا معاشرتی معمولات میں سے ہے۔

معاشرتی معلومات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

1- Folk Ways

2- Mores

3- Laws

2.3.1 Folk Ways

ان عام اور کمزور معمولات کو کہا جاتا ہے جس میں روزمرہ کی عام روٹین کی چیزیں شامل ہوں۔ پاکستان میں تین مرتبہ کھانا کھانا مردوں اور عورتوں کے لباس کے رنگ وغیرہ۔ یہ معمولات ایسی ہیں کہ جن سے ہٹنے پر آپ کا معاشرہ ا گروہ زیادہ تر سخت عمل نہیں دکھاتا۔

2.3.2 معمولات Mores

زیادہ سخت اور اہم معمولات کو کہتے ہیں۔ان پر معاشرے کا رجحان زیادہ سخت ہوتا ہے اور ان سے ہٹنے پر آپ کا معاشرہ انتہائی سخت رد عمل بھی ظاہر کرسکتا ہے۔

2.3.3 قوانین Laws

قانون یا law اس اصول کو کہتے ہیں جو ریاست رسمی طور پر نافذ کرے اور ان کی خلاف ورزی پر متعین سزا اور جزا موجود ہو

2.3.4 معاشرتی اقدار Values

اقدار ان اہم اصولوں کو کہتے ہیں ہیں جن کو کوئی معاشرہ بہت اہمیت دیتا ہو۔ یہ وہ اصول ہیں جن کی مدد سے کوئی معاشرہ اپنے افراد کے کردار اور رویوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ اقدار وہ بڑے اصول ہوتے ہیں کہ جنکی مدد سے معاشرتی معمولات بنائی جاتی ہیں۔مثلاً اقدار کی مثالیں ہیں کہ ہمیں کسی کی ذاتی زندگی میں مخل نہیں ہونا چاہیے ہمیں قانون پر عمل کرنا

چاہیے ہمیں کمزوروں کا ساتھ دینا چاہیے ہمیں بڑوں کی عزت کرنا چاہیے۔اب یہ دیکھتے ہیں کہ پیش کی گئی اقدار میں سے کیسے چند معمولات نکلیں۔اب جہاں تک بات ہے کسی کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی نہ کرے کسی کے تو معمولات یہ ہیں کہ کسی کی ذاتی چیز اس کی مرضی کے بغیر استعمال نہ کریں اور جب کسی کے گھر جائیں تو دروازہ کھٹکھٹائیں، کسی کا خط نہ کھولیں۔ دوسری طرف قانون پر عمل درآمد ایک قدر ہے اس سے نکلی معمولات کی مثالیں ہیں کہ سڑک پر اجازت سے زیادہ رفتار سے ڈرائیونگ نہ کی جائے۔ٹریفک سگنل پر عملدرآمد کیا جائے وغیرہ۔

2.3.5 معاشرتی ممنوعات

معاشرتی ممنوعات وہ تمام رویے ہوتے ہیں کہ جن کی معاشرے میں اجازت نہ ہو مثلاً وہ تمام کام جن کو معاشرہ بری نظر سے دیکھتا ہو۔ان ممنوعات کے بارے میں ہم اپنے بچپن سے لے کر ساری زندگی سیکھتے رہتے ہیں۔پاکستانی معاشرے میں ممنوعات کی چند مثالوں میں شراب پینا، چوری کرنا، اور زنا وغیرہ شامل ہیں۔

2.4 خودآزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1- ثقافت کے بنیادی عناصر کی فہرست مرتب کریں۔

سوال نمبر 2- ثقافت کی ترسیل اور ترقی میں زبان کے کردار پر بحث کریں۔

سوال نمبر 3- معمولات کی تعریف کریں۔نیز معمولات کی اقسام مثالوں سے واضح کریں۔

سوال نمبر 4- معاشرتی اقدار کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔کسی معاشرہ کی بقا کے لئے اقدار پر عمل کیوں ضروری ہے۔

3- ثقافت کی اقسام

ماہرین بشریات ،عمرانیات نے ثقافت کی مختلف اقسام بیان کی ہیں جن میں مادی ثقافت،غیر مادی ثقافت، مثالی ثقافت اور حقیقی ثقافت اہم ہیں ۔

3.1 مادی ثقافت

مادی ثقافت سے مراد کسی بھی معاشرے میں موجود انسان کی بنائی گئی اشیا یعنی وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں دیکھا یا چھوا جاسکے اور وہ کچھ جگہ گھیرتی ہوں ۔یہ تمام چیزیں ہماری ظاہری طور پر نظر آنے والی ثقافت کا حصہ ہوتی ہیں ان میں ہمارے گھر، گھروں کو بنانے کا انداز، محلے،شہر،عبادت گاہیں اوران کا خاص ڈیزائن، ہمارا لباس،ذرائع آمدورفت جیسے گاڑیاں،موٹر سائیکل،ہوائی جہاز،فرنیچر اور جدید ٹیکنالوجی وغیرہ شامل ہیں ۔مادی ثقافت کی پہچان اور دیگر ثقافتوں سے تفریق آسانی سے کی جاسکتی ہے ۔جیسے لوگوں کا لباس، رہن سہن دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس معاشرے کے باشندے ہیں موجودہ دور میں ٹیکنالوجی کو انسانی معاشرے میں انتہائی اہمیت حاصل ہوگئی ہے ۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ موجودہ دور میں کسی بھی معاشرے میں موجود ٹیکنالوجی وہاں کی مادی ثقافت کے بنانے اور بدلنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔کسی بھی معاشرے میں رہنے والے افراد کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی بقا کے لئے وہاں کی مادی ثقافت اور طور طریقوں پر عبور حاصل کریں جیسے آج کل شہروں میں نوجوان نسل کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ جدید مشینیں جیسے کمپیوٹر اور موبائل فون وغیرہ کا استعمال جانتا ہو۔اسی طرح پاکستانی قبائلی علاقوں میں اگر آپ کو بندوق کا استعمال نہیں آتا تو آپ کو ایک کامیاب فرد کے طور پر خود کو منوانے میں مشکل ہوگی ۔

مادی ثقافت وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور ماضی میں موجود اشیا بعض اوقات انتہائی غیر اہم ہو کر ختم ہو جاتی ہیں مثلاً تیر کمان اور تلوار وغیرہ کسی دور میں انتہائی اہمیت رکھتے تھے مگر آج وہ ہماری ثقافت کا حصہ نہیں ہیں اور صرف چند سال ہی پہلے تک دیکھیں تو VCR وغیرہ فلمیں دیکھنے کے لئے استعمال ہوتے تھے مگر آج آہستہ آہستہ قصہ پارینہ بنتے جا رہے ہیں ۔

3.2 غیر مادی ثقافت

غیر مادی ثقافت سے مراد وہ تمام خیالات ہیں جو کسی بھی کلچر میں بہت اہم ہیں اور اس کے بننے اور برقرار رہنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ غیر مادی کلچر کی مثالوں میں کسی معاشرے میں موجود عقائد، معمولات اقدار، زبان، آداب اور معاشرتی ادارے وغیرہ شامل ہیں۔ دراصل غیر مادی ثقافت وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں کہ جنہیں دیکھا یا چھوا تو نہیں جا سکتا مگر روزمرہ زندگی بڑی حد تک انہی کے تابع ہوتی ہے۔ انسان کی خود کی تخلیق کردہ یہ غیر مادی ثقافت میں موجود معمولات وعقائد اس کے اپنے کردار اور رویوں کو متعین کرتی ہے مثلاً ہم کھانے اس طرح کھائیں اور کس وقت کھائیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں اور کیا کرنا ممنوع ہے۔ کون ہمارے اپنے ہیں اور کون غیر، ہمارے چلنے، پھرنے اور بیٹھنے کے لئے بہتر طریقہ کیا ہے۔ ہمیں یہ سب اسی غیر مادی ثقافت سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری ثقافت میں موجود مادی اشیا کے مفہوم اور استعمال کی تشریح بھی غیر مادی ثقافت سے ہوتی ہے۔

3.3 مثالی ثقافت

مثالی ثقافت سے مراد ایسی ثقافت یا ثقافت میں موجود ایسی اشیا اور رویے ہیں کہ جو اس معاشرے میں موجود لوگوں کے کردار اور عمل کے لئے مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب ہم مختلف انسانی معاشروں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کردار یا رویے جنہیں کوئی معاشرہ مثالی حیثیت دے ضروری نہیں کہ اس معاشرے میں عام طور پر پائے جاتے ہوں بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ معاشرے میں ایسے رواج اور عقائد عام طور پر پائے جاتے ہوں کہ جنہیں بہت برا خیال کیا جاتا ہو۔ مثلاً جھوٹ بولنا تقریباً تمام معاشروں میں برا سمجھا جاتا ہے اور ہر حال میں سچ بولنے کو مثالی تصور کیا جاتا ہے۔ اگر جب ہم حقیقی زندگی میں دیکھتے ہیں تو لوگوں کا گھر، دفتر، کاروبار، رشتے داروں کے ساتھ تفاعل کے دوران جھوٹ بولنا ایک عام سی بات ہے۔ اسی طرح اگر آپ کسی سے جہیز کے بارے میں رائے لیں تو قوی امکان ہے کہ وہ اس کی وجہ سے پیش مشکلات اور برائیوں کا ذکر کرے گا مگر یہ بھی ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ مختصر الفاظ میں اگر ہم مثالی ثقافت کو سمجھنا چاہیں تو اس سے مراد وہ تمام چیزیں، باتیں اور رویے ہیں کہ جس کے متعلق لوگ یہ کہتے ہوں کہ یہ بہت بہتر ہیں اور ان پر ہم سب کو عمل کرنا چاہیے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ ایسا ضروری نہیں کہ وہ لوگ خود ایسا کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔

3.4 حقیقی ثقافت

اس سے مراد ایسی ثقافت یعنی وہ تمام چیزیں، رویے اور کردار ہیں کہ جن پر کسی معاشرے کے افراد اپنی حقیقی زندگی میں عمل کرتے ہوں۔ مطلب مثالی ثقافت میں وہ ثقافتی نمونے اور آداب ہوتے ہیں کہ جن پر چلنے کی معاشرہ ہم سے توقع رکھتا ہے مگر حقیقی ثقافت میں وہ اعلی متوقع نمونے نہیں بلکہ دراصل موجود ثقافتی نمونے آتے ہیں۔ عمرانیات کے طالب علموں کے لئے حقیقی اور مثالی ثقافت کو سمجھنا اور ان میں فرق جانچنے کی صلاحیت ہونا انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اکثر ہم سے غلطی یہ ہوتی ہے کہ ہم حقیقی رویوں اور حقیقی مسائل کو سمجھنے کیلئے مثالی ثقافت میں موجود عقائد اور خیالات کا سہارا لیتے ہیں۔ جیسے اگر ہم یہ کہیں کہ ایک اچھا مذہبی انسان کبھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا یا پاکستانی معاشرے کے تناظر میں دیکھیں اور کہیں ایک مسلمان کبھی مسلمانوں کا قتل عام نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ اس تمام بحث کا مقصد یہ باور کروانا ہے کہ جب تک ہم حقیقی ثقافت سے واقف نہ ہوں تب تک کسی معاشرے کے مسائل کو سمجھنا اور ان کا حل نکالنا بہت مشکل ہے۔

3.5 خود آزمائی نمبر 3

مندرجہ ذیل کی تعریف کریں اور دو دو مثالیں دیں۔

1- مادی ثقافت

2- غیر مادی ثقافت

3- مثالی ثقافت

4- حقیقی ثقافت

4- ثقافتی تصورات

ذیل میں چند اہم ثقافتی تصورات کی تعریف اور مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔

(1) ثقافتی خاصہ (2) ثقافتی مرکب (3) ثقافتی اسلوب

(4) ذیلی ثقافت (5) ثقافت پذیری (6) ثقافتی مماثلت

(7) ثقافتی تغیر (8) ثقافتی خلاء

4.1 ثقافتی خاصہ

کسی بھی معاشرے کی ثقافت کی سب سے چھوٹی اکائی کو کہتے ہیں۔آسان الفاظ میں کسی ثقافت کی کوئی سب سے چھوٹی چیز یا رویہ جو خودمختیار ہو اور اس کو مزید تقسیم نہ کیا جا سکے اس کا ثقافتی خاصہ کہلاتی ہے۔یہ ثقافتی خاصہ مادی ہوسکتا ہے اور غیر مادی بھی پاکستانی ثقافت میں موجود مادی ثقافتی خاصے کی مثال دوپٹہ،شلوار، پگڑی وغیرہ شامل ہیں۔اسی طرح غیر مادی ثقافتی خاصوں کی مثال گلے ملنا، شادی کے موقع پر دلہن کو تحفے دینا، ہماری زبان کا کوئی ایک لفظ وغیرہ شامل ہیں۔

4.2 ثقافتی مرکب

جب بہت سے ثقافتی خاصے کسی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوں تو تب انہیں ثقافتی مرکب کہا جاتا ہے۔ ثقافتی خاصہ خود سے کسی اہمیت کا حامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دوسرے خاصوں کے ساتھ ربط یا تعلق نہ ہو۔ثقافتی مرکب کی مثالوں میں شادی، نماز، لباس وغیرہ شامل ہیں۔اب اگر ہم غور کریں تو ایک شادی میں بہت ساری رسموں کی صورت میں ثقافتی خاصے نظر آئیں گے۔اسی طرح نماز کے لئے وضو کرنا، رکوع و سجود وغیرہ شامل ہیں۔

4.3 ثقافتی اسلوب

کسی ثقافت کی اکائیوں کے درمیان باہمی تعلق کو ثقافتی اسلوب کہتے ہیں۔یہ اکائیوں کے درمیان ایسا رشتہ ہوتا ہے کہ جس سے کسی ثقافت کی غالب اور نمایاں خصوصیات نظر آتی ہوں۔مثلاً پاکستان میں شادی کے سلسلے میں منگنی، مہندی، نکاح ،جہیز، ولیمہ وغیرہ سب شادی کا اسلوب ہیں۔

4.4 ثقافت پذیری

جب ایسے دوگروہ یا افراد آپس میں ملیں جن کی ثقافت مختلف ہو تو چند چیزیں ایسی ہوں گی جو وہ ایک دوسرے سے سیکھیں گے لیکن اس کے باوجود ان میں ان کی اپنی ثقافت کی پہچان باقی رہے ۔ ایسے عمل کو ثقافت پذیری (Acculturation) کہتے ہیں ۔۔ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی اس کے مختلف صوبوں کے لوگوں کی اپنی ثقافت ہے ۔اگر چہ پٹھان کچھ چیزیں سندھی ، بلوچی اور پنجابی تہذیبوں سے سیکھتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی اپنی ایک الگ شناخت بھی ہے ۔یعنی ان کو دیکھنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس ذیلی ثقافت سے تعلق رکھتے ہیں ۔

4.5 ثقافتی مماثلت Assimilation

ثقافتی مماثلت ایسا معاشرتی عمل ہے جس سے مختلف ثقافت رکھنے والے دو یا زائد افراد یا گروہ دو مختلف تہذیبوں کو قبول کرلیں ۔اور ایک دوسرے کے اطوار پر عمل کریں ۔یہاں تک کہ ان میں مختلف ثقافتوں کی پہچان باقی نہ رہے ۔

امریکہ ثقافتی مماثلت کی بہترین مثال ہے ۔اس میں اس کے اصل باشندوں کی تعداد بہت کم ہے ۔وہاں زیادہ تر آباد کار جرمنی اور کئی دوسرے مما لک سے آئے ہوئے ہیں ۔ان سب آباد کاروں کی ثقافت الگ الگ تھی لیکن اب ان میں اس مخصوص ثقافت کے آثار نظر نہیں آتے بلکہ ان سب نے مل کر ایک نئی ثقافت کو جنم دیا ہے جو کہ ان کی موجودہ ثقافت ہے ۔

4.6 ثقافتی تغیر Social Change

انسان میں فطری طور پر تجسس کا مادہ ہے ۔جس کی وجہ سے وہ تبدیلی کا خواہاں رہتا ہے ۔انسان کا رویہ بھی وقت اور جگہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے ۔وقت کے ساتھ ساتھ ان کے منصب اور کار منصب میں بھی تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے ۔ یہ تبدیلی معاشرتی اداروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے ۔ کیوں کہ معاشرے میں تمام معاشرتی ادارے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ۔اگر ایک ادارے میں تبدیلی آتی ہے تو اس کا اثر دوسرے ادارے پر بھی پڑتا ہے ۔اسی طرح وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اداروں میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں ۔عمرانیات کی زبان میں ان تبدیلیوں کے لئے معاشرتی تبدیلی یا معاشرتی تغیر کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے ۔

4.7 ثقافتی خلا Cultural Lag

موجودہ دور میں سائنسی ترقی کی وجہ سے تیزی سے آنے والی تبدیلیوں نے بڑی حد تک معاشرتی مطابقت (Social Adjustment) کا مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔

معاشرتی مطابقت کا مسئلہ دو طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک تو انسان اس تبدیلی کے ساتھ مطابقت پیدا نہیں کر سکتا۔ دوسرا ثقافت کے مختلف حصے ایک دوسرے سے مطابقت نہیں کر پاتے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ثقافت کے مختلف حصے ایک رفتار سے تبدیل نہیں ہوتے۔ بعض حصے بڑی تیزی سے ترقی کر جاتے ہیں اور وہ یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ثقافت سے تعلق رکھنے والے باقی ادارے اور حصے بھی اسی رفتار سے ترقی کریں اور تبدیلی کو قبول کریں۔ مثلاً صنعت اور تعلیم کے شعبوں کو لیں اگر کسی ملک میں صنعت ترقی کر جاتی ہے تو وہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ تعلیمی میدان میں بھی ترقی ہو تا کہ مجموعی طور پر تبدیلی کو قبول کرتے ہوئے ترقی کی جائے۔

4.8 ذیلی ثقافت

جیسے جیسے کسی معاشرے کا سائز بڑا ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کی پیچیدگی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس میں ایسے گروہ پائے جاتے ہیں کہ جن کا طرز زندگی، عقائد خیالات کسی نہ کسی حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی اختلاف ان گروہوں کی ایک الگ شناخت کا باعث بھی بنتا ہے۔ کسی بڑے معاشرے میں موجود انہی مختلف ثقافتی خصوصیات رکھنے والے گروہوں کی ثقافت کو ذیلی ثقافت کہتے ہیں۔ یہ ذیلی ثقافتیں اپنی اپنی خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے بڑی ثقافت کا حصہ ہوتی ہیں۔ جیسے پاکستان کی قومی ثقافت میں پنجابی، سندھی، سرائیکی، بلوچ، پٹھان اور کشمیری وغیرہ کی ذیلی ثقافتیں موجود ہیں۔

4.9 خود آزمائی نمبر 4

سوال نمبر 1- ثقافتی خاصہ اور ثقافتی مرکب کی تعریف کریں نیز دونوں میں فرق کو اپنے اردگرد کی مثالوں سے واضح کریں۔

سوال نمبر 2- ثقافتی اسلوب سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر 3- ثقافت پذیری کیا ہے۔اس کی مثالیں اپنی ثقافت سے دیں۔

سوال نمبر 4- کسی معاشرے کی ترقی اور ثقافتی تغیر میں کیا تعلق ہے واضح کریں۔

5- معاشرہ

کسی خاص ثقافت پر عمل کرنے والے افراد پر مشتمل گروہ کو معاشرہ کہتے ہیں۔یعنی معاشرہ ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جو ایک دوسرے سے لگاتار تفاعل میں ہوں اور ان کی مشترکہ اقدار،عقائد اور ثقافت ہو۔لفظ معاشرہ یا سوسائٹی کے بارے میں مختلف طرح کی تعریفیں اور تشریحات موجود ہیں جیسے اے ڈبلیو گریس کے مطابق سوسائٹی وہ سب سے بڑا گروہ ہوتا ہے کہ جس سے کوئی فرد تعلق رکھتا ہو۔John F.Cuber نے کہا ایک سوسائٹی یا معاشرہ کی ہم یوں تعریف کر سکتے ہیں کہ یہ لوگوں کا وہ گروہ ہوتا ہے کہ جو لمبے عرصے تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور خود کو ایک دوسرے کا حصہ سمجھنے لگے اور ایک منظم اکائی بن جائے۔معاشرے میں موجود افراد ایک نظام کا حصہ ہوتے ہیں اس نظام میں اونچ نیچ کی تقسیم افراد کو اختیارات کا حصول لوگوں کو حاصل آزادی اور پابندیوں کے بارے میں باہمی رضامندی پر مبنی فیصلے موجود ہوتے ہیں۔انسان اکیلا زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر ہم غور کریں تو دیگر جانداروں کے برعکس بنی نوع انسان مجبور ہے کہ وہ ایک معاشرے کی شکل میں زندگی گزارے۔کیوں کہ جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو کافی عرصے تک نہ وہ خود سے کروٹ بدل سکتا ہے نہ کسی چیز کو اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی وہ یہ جانتا ہے کہ اسے کیا کھانا ہے اور کیا نہیں۔اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ معاشرتی زندگی ہی انسانی بقا کو یقینی بنا سکتی ہے ورنہ خود سے انسان زندہ ہی نہ رہ پائے۔اگر ہم انسانی تاریخ کا جائزہ لیں تو روز اول سے انسانی معاشرہ نے آج تک مختلف شکلیں بدلی ہیں ۔انسانی معاشرے کی اقسام میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

1- شکار پر مبنی معاشرہ Hunting and Gathering society

2- باغبان اور گلابانی پر مبنی معاشرہ Horticultural & Pastoral Society

3- زرعی معاشرہ Agrarian Society

4- صنعتی معاشرہ Industrial society

5.1 شکار پر مبنی معاشرہ Hunting and Gathering Society

یہ انسانی معاشرے کی سب سے قدیم قسم ہے جب انسان غاروں میں رہتا تھا اور جانوروں کا شکار کر کے پودے اور جڑی بوٹیاں اکٹھی کر کے اپنا گزر بسر کرتا تھا۔اس تاریخی دور میں مرد زیادہ تر جانوروں کا شکار کرتے اور خواتین پودے اور جڑی

بوٹیاں اکٹھی کرنے میں مصروف رہتیں۔اس سوسائٹی کی خاص خصوصیات میں چند اہم یہ ہیں کہ اس میں چھوٹے گروہ ہوتے تھے اور طریقہ زندگی خانہ بدوش تھا جہاں پانی اور سبزہ میسر ہوتا ادھر رک جاتے اور جیسے ہی وہ ختم ہوتا دوسری جگہ کی تلاش میں نکل جاتے سامان بہت کم ہوتا تھا صرف چند ضرورت کی اشیاء جیسے شکار کے اوزار، کھانا پکانے اور پینے کے برتن وغیرہ ہوتے تھے۔ معاشرتی تفریق عمر اور جنس کی بنا پر ہوتی۔

5.2 باغبانی اور غلہ بانی پر مبنی معاشرہ Horticultural & Pastural Society

پچھلی قسم کی سوسائٹی میں رہتے ہوئے آہستہ آہستہ انسان نے ہاتھ سے اوزاروں کی مدد کے ساتھ پودے اگانا سیکھ لیا اسے پتہ چل گیا کہ اگر بیج زمین میں چلا جائے اور اسے پانی دیا جائے تو ایک نیا پودا اگ سکتا ہے۔اسی سے جدید انسانی معاشرے کی بنیاد پڑی۔ان معاشروں میں موجود افراد چھوٹی چھوٹی جگہوں پر پودے اُگائیں اور اس کے ساتھ ساتھ جانوروں کا شکار کر کے کھانے کی بجائے ان کو پال کر ان سے دودھ اور دیگر فوائد حاصل کرتے۔اس وجہ سے ان کے خانہ بدوش انداز زندگی میں کمی آنا شروع ہوئی اور انسانی آبادیاں بسنے لگیں۔

دوسری طرف ان علاقوں میں جہاں پودے اگانا کسی بھی وجہ سے بہت مشکل تھا (جیسے ریگستانی علاقے) وہاں جانور پال کر غلہ بانی پر مبنی معاشروں کا آغاز ہوا۔ان معاشروں میں انسانی تفریق جنس اور عمر کے ساتھ ساتھ خاندان کے افراد کی تعداد اور جانوروں کی ملکیت پر مبنی تھی۔

5.3 زرعی معاشرہ Agrarian Society

ترقی کے منازل طے کرتے کرتے انسانوں نے زمین کے ایک چھوٹے ٹکڑے سے بڑھ کر بڑے بڑے ٹکڑوں پر کاشت کرنے کی صلاحیت حاصل کر لی تو زرعی معاشرے وجود میں آنے لگے۔جہاں جہاں پانی دستیاب تھا خاص طور پر دریاؤں کے کنارے بڑی انسانی آبادیاں بسنے لگیں۔تکنیکی ترقی سے اور جانور اور دیگر اوزار استعمال کر کے فصلیں اگانے کی صلاحیت میں اضافہ ہوا جس سے خوراک کی پیداوار بڑھ گئی۔ان معاشروں میں وقت کے ساتھ ساتھ آبپاشی کے طریقے بھی بنتے گئے اس قسم کے معاشرے میں زمین کے مالک کی اہمیت انتہائی بڑھ گئی اور عزت، دولت، طاقت، زمین کی ملکیت سے جڑے ہوتے ہیں کیوں کہ زراعت اور پھر فصل کی حفاظت کے لئے زیادہ افراد کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے زیادہ بچوں اور

اکٹھے خاندان کو زیادہ اہمیت وعزت سے دیکھا جاتا ہے۔

5.4 صنعتی معاشرہ Industrial society

صنعتی معاشرے دراصل زرعی ترقی کا ہی نتیجہ تھے۔ اپنی زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے ریسرچ اور محنت انسان کو صنعتی انقلاب تک لے آئی۔ صنعتی معاشروں میں اشیاء کی پیداوار جیسے کپڑا بنانا وغیرہ گھر سے نکل کر کارخانے تک آ گئی۔ ان معاشروں میں روزگار کی تلاش اور مشینیں چلانے کی صلاحیت جیسے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ صنعتی معاشروں میں تعلیم کی اہمیت انتہائی بڑھ گئی کیوں کہ یہی آپ کو اس قابل بنا سکتی ہے کہ آپ بہتر زندگی گزار سکیں۔ صنعتی معاشروں میں انسانی بقاء کے لئے صنف، عمر، اور زمین کی ملکیت سے ہٹ کر تعلیم پیشہ عہدہ وغیرہ اہم ہیں۔

5.5 خود آزمائی نمبر 5

سوال نمبر 1- معاشرے کی تعریف کریں۔

سوال نمبر 2- مندرجہ ذیل معاشروں کی اہم خصوصیات بیان کریں۔

1- Hunting and Gathering society

2- Horticultural & Pastoral Society

3- زرعی معاشرہ Agrarian Society

4- صنعتی معاشرہ Industrial society

سوال نمبر 3- صنعتی معاشرے کے خاندان پر اثرات پر بحث کریں۔

6-جوابات

خودآزمائی نمبر 1

1- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1 کا بغور مطالعہ کریں۔
2- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.1 کا بغور مطالعہ کریں۔
3- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.2 کا بغور مطالعہ کریں۔
4- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.6 کا بغور مطالعہ کریں۔
5- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.8 کا بغور مطالعہ کریں۔
6- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.9 کا بغور مطالعہ کریں۔
7- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 1.5 کا بغور مطالعہ کریں۔

خودآزمائی نمبر 2

1- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 2 کا بغور مطالعہ کریں۔
2- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 2.1 کا بغور مطالعہ کریں۔
3- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 2.3 کا بغور مطالعہ کریں۔
4- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 2.3.4 کا بغور مطالعہ کریں۔

خودآزمائی نمبر 3

1- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 3.1 کا بغور مطالعہ کریں۔
2- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 3.2 کا بغور مطالعہ کریں۔
3- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 3.3 کا بغور مطالعہ کریں۔
4- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 3.4 کا بغور مطالعہ کریں۔

خود آزمائی نمبر 4

1- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 4.1 اور 4.2 کا بغور مطالعہ کریں۔

2- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 4.3 کا بغور مطالعہ کریں۔

3- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 4.4 کا بغور مطالعہ کریں۔

4- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 4.6 کا بغور مطالعہ کریں۔

خود آزمائی نمبر 5

1- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 5 کا بغور مطالعہ کریں۔

2- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 5.1,5.2,5.3,5.4 کا بغور مطالعہ کریں۔

3- جواب کے لئے متعلق سیکشن نمبر 5.4 کا بغور مطالعہ کریں۔

7- فرہنگ اصطلاحات

1- ثقافت: وہ سب کچھ جو انسان پیدا ہونے کے بعد معاشرے میں سیکھتا ہے اور اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔

2- حیاتیاتی بشریات: علم بشریات کی شاخ ہے جس میں انسان اور جانداروں کی ساخت اور ارتقاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

3- لسانیات: علم بشریات کی شاخ ہے جس میں زبان کی ساخت اور معنی وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

4- علم آثار قدیمہ: اس علم میں منہدم اور تاریخی ثقافتوں اور ان کی باقیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

5- شکار پر مبنی معاشرہ: انتہائی قدیم دور کا معاشرہ جب انسان غاروں میں رہتا تھا اور شکار پر گزراوقات کرتا ہے۔

6- باغبان اور غلہ بان معاشرہ: ایسا معاشرہ جس میں لوگوں کا گذر بسر جانوروں کو پال کر ان کے دودھ اور گوشت، سبزیاں اگانے پر تھا۔

7- زرعی معاشرہ: کاشتکاری اور زراعت اس معاشرے کا بنیادی ذریعہ معاش ہوتا ہے۔

8- صنعتی معاشرہ: اس قسم کے معاشرے میں کارخانے اور بڑے پیمانے پر کاروبار پر مبنی معیشت ہوتی ہے اور آبادی کا بڑا حصہ اداروں میں روزگار کے لیے کام کرتا ہے۔

8- کتابیات

1. Sociology, A Critical Approach, by Kenneth J. Neubeck and Davita Silfen Glasberg
2. Sociology, A down to earth approcah, by Hanslin, Merilin
3. Anthropology, The exploration of human diversity, by Conrad Phillip Kottak

معاشرتی منصوبہ بندی

تحریر: فاروق سولنگی

نظر ثانی: فرخندہ جبیں

سید عمران حیدر

یونٹ کا تعارف

دیگر علوم کی طرح عمرانیات میں بھی ماڈل ہوتے ہیں۔ منصوبہ بندی موجودہ اور مستقبل کی ضروریات کی تکمیل اور مسائل کے حل کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

لہٰذا عمرانیات میں معاشرتی منصوبہ بندی میں ایک ایسا طریقہ کار اور راہ عمل ہے جس کی مدد سے ہم معاشرے میں بہت سے مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔ اس یونٹ میں ہم معاشرتی منصوبہ بندی کے بارے میں یہ سیکھیں گے کہ ہمارے معاشرے میں اس کی کیا اہمیت ہے اور کیسے کامیاب منصوبہ بندی سے معاشرہ خوشحال اور صحت مند رہتا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے۔

1- معاشرتی منصوبہ بندی کس طرح اور کیوں کی جاتی ہے۔

2- معاشرتی منصوبہ بندی سماجی ترقی کے لیے کیا کردار ادا کرتی ہے۔

3- معاشرتی منصوبہ بندی حال اور مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرنے میں کیا فرائض سرانجام دیتی ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	
104	معاشرتی منصوبہ بندی	-1
104	تعریف	1.1
105	معاشرتی منصوبہ بندی کی اہمیت	1.2
105	معاشرتی منصوبہ بندی کے اصول	1.3
106	معاشرتی منصوبہ بندی کے وظائف	1.4
108	اہم نکات	1.5
109	خود آزمائی نمبر 1	1.6
110	معاشرتی منصوبہ بندی اور پالیسی	-2
110	پالیسی مرتب کرنے کے اقدام	2.1
110	عملے کی تقرری	2.2
111	عملے کی تربیت	2.3
111	ملازمت کے شرائط	2.4
112	اہم نکات	2.5
113	معاشرتی منصوبہ بندی اور نگرانی	-3
113	نگرانی کے اصول	3.1
115	نگران کے اوصاف	3.2
117	بجٹ	3.3
118	اہم نکات	3.4

عنوان		صفحہ نمبر
-4	معاشرتی منصوبہ بندی اور رابطہ	119
4.1	رابطہ کے اصول	119
4.2	رابطہ کونسل	120
4.3	تعلقات عامہ	121
4.4	تعلقات عامہ کے اصول	121
4.5	تشہیر	121
4.6	جائزہ	122
4.7	جائزے کے اصول	122
4.8	اہم نکات	123
4.9	خود آزمائی نمبر 2	124
-5	خود آزمائی کے جوابات	124
-6	کتابیات	126

1-معاشرتی منصوبہ بندی

منصوبہ بندی کسی بھی کام کے لئے راہ عمل ہے۔جس پر چل کر دشواریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اور مقاصد کو حل کیا جا سکتا ہے۔لیکن ان کے لیے سب سے پہلے منصوبہ تیار کر کے مختلف اکائیوں کے لیے جگہ متعین کی جاتی ہے۔کیونکہ منصوبہ بندی کا کارکردگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ایسے کام جو پہلے سے کسی خاکے یا منصوبے کے تحت انجام نہیں دیئے جاتے، اکثر ناکامی کا موجب بنتے ہیں۔اس اہمیت کے پیش نظر ہم سب سے پہلے منصوبہ بندی کی تعریف کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

1.1 تعریف

فطری طور پر ہر شخص بہتر حال اور مستقبل کا خواہاں ہوتا ہے تا کہ پرسکون زندگی گزار سکے۔لیکن ضروریات اور خواہشات کی کثرت اور ذرائع وسائل کی قلت بہت سے مسائل کو جنم دیتی ہے۔چنانچہ وہ طریقہ کار جس کے تحت ہم اپنی ضروریات کو ذرائع وسائل کے مطابق ڈھالتے ہیں،منصوبہ بندی کہلاتا ہے۔

اڈوم کے مطابق:

''معاشرتی منصوبہ بندی سماجی ترقی کا ذریعہ ہے۔جس کا اطلاق نہ صرف حکومت کے مختلف شعبوں میں ہوتا ہے بلکہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بھی اس کا اطلاق کر کے اپنی زندگی بہتر بنا سکتے ہیں''

کارل من ہیم لکھتے ہیں:

''بہت سے مسائل انسان کے خود پیدا کردہ ہوتے ہیں۔لہٰذا صحیح اور جامع منصوبہ بندی کے ذریعے اپنے حال اور مستقبل کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔''

جواہر لال نہرو کے خیال میں:

"منصوبہ بندی سے مراد فہم و ادراک کی بدولت حقائق واقعات کی نوعیت جاننا اور ان کو حل کرنے کے لیے راستہ تلاش کرنا ہے"

مذکورہ بحث سے پتہ چلتا ہے کہ منصوبہ بندی کا تعلق بنیادی طور پر مندرجہ ذیل باتوں سے ہوتا ہے۔

(الف) مقاصد کا تعین (ب) طریقوں کی نشاندہی

مثال کے طور پر کسی علاقے کی معاشرتی بہبود کی تنظیم منصوبہ بناتی ہے کہ آئندہ سال وہ دو نئے پرائمری سکول کھولے گی۔ اب اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اس تنظیم کی یہ منصوبہ بندی مذکورہ دو مراحل سے گزرے گی تو منصوبہ مکمل ہوگا۔ یعنی سب سے پہلے اس کے نزدیک ایک مقصد ہے کہ وہ اپنے علاقے میں دو نئے سکول کھولے گی۔ دوسرا اب وہ کن طریقوں پر عمل کرے گی تو سکول مکمل ہوں گے۔ چنانچہ وہ تنظیم منصوبہ بندی کرتی ہے کہ:

(الف) آئندہ سال علاقے میں دو نئے پرائمری سکول کھولے جائیں گے۔

(ب) ان کی لاگت تنظیم اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت خود برداشت کرے گی۔

لہٰذا معاشرتی منصوبہ بندی فلاح تنظیم کا ایک اہم جزو ہے۔ جس کا تعلق براہ راست سماجی فیصلے کرنے سے ہے۔

1.2 معاشرتی منصوبہ بندی کی اہمیت

معاشرتی ترقی کو متحرک کرنے والے بنیادی عناصر میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل عنصر منصوبہ بندی ہے۔ یہ سیاسی، معاشرتی، مذہبی اور تعلیمی ترقی کی بنیاد ہے۔ منصوبہ بندی کا تعلق زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنے والوں سے بہت گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے بغیر منصوبہ بندی کے معاشرتی بہبود کے کاموں کی تکمیل مشکل اور بہت حد تک ناقص ہوتی ہے۔ کیونکہ منصوبہ بندی کے ذریعے متعین مقاصد کے حصول کے لیے صحیح ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں۔ نیز ان ذرائع کو ترقی دی جاتی ہے۔ چنانچہ مثالی نظم و نسق کے لیے منصوبہ بندی کو ایک بنیاد تسلیم کیا جاتا ہے تاکہ معاشرتی نظام کی تمام خامیاں اور دور ہو جائیں۔

1.3 معاشرتی منصوبہ بندی کے اصول

منصوبہ بندی ایک مسلسل عمل ہے اس لئے معاشرتی منصوبہ بندی کرتے قوت مندرجہ ذیل اصولوں کومدنظر رکھنا چاہئے۔

1- منصوبہ بندی کرتے وقت متغیرہ مقاصد کے ساتھ ساتھ معاشرے کے حالات اور رسم و رواج کومدنظر رکھنا چاہئے۔

2- منصوبہ بندی ہر سطح پر ہونی چاہئے۔صرف اونچی سطوں پر ہونا کافی نہیں۔

3- اچھی منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح اور سائنٹیفک ہو۔

4- منصوبہ بندی کرتے وقت ذرائع وسائل کا صحیح تخمینہ لگایا جائے۔

5- منصوبہ بندی کرتے وقت ضروریات زندگی میں بنیادی ضروریات کواولیت دی جائے۔

6- منصوبہ بندی کی بنیاد خیالات اور قیاس آرائیوں کی بجائے تحقیق اور حقائق پر رکھی جائے۔

7- معاشرہ دیگر بے جان اشیاء کی طرح جامد و ساکن نہیں ہے بلکہ تغیر پذیر ہے۔علاوہ ازیں لوگ اپنے ماحول میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اس لئے منصوبہ بندی میں لچک ہونی چاہئے۔تاکہ بوقت ضرورت تھوڑی بہت تبدیلی کی جاسکے۔

8- منصوبہ بندی کرتے وقت لوگوں کی تعداداور ذرائع وسائل کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔

9- منصوبہ بندی کا طریقہ سادہ اور عام فہم ہونا چاہئے۔

10- منصوبہ بندی کے لیے جائزہ شرط ہونا چاہئے۔

1.4 معاشرتی منصوبہ بندی کے وظائف

معاشرتی منصوبہ بندی کے مندرجہ ذیل اہم وظائف بیان کئے جاتے ہیں۔

1.4.1 حقائق کو جمع کرنا:

ہر ادارہ اپنے مقاصد کو مدنظر رکھ کر اپنا پروگرام مرتب کرتا ہے۔پروگرام مرتب کرنے سے پہلے تمام ضروری

معلومات جمع کی جاتی ہیں یہ معلومات مختلف طریقوں سے حاصل کی جاتی ہیں مثلاً تحقیق کے ذریعے، جماعت کی معاشرتی، معاشی اور مذہبی اعتبار کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔جس کی روشنی میں خدمات فراہم کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جاتے ہیں۔

1.4.2 مسائل کا تجزیہ کرنا اور ضروریات کا تعین کرنا:

ہر ادارہ مسائل کا تجزیہ کر کے ضروریات کا تعین کرتا ہے اور اسی لحاظ سے خدمات مہیا کی جاتی ہیں اور ان کے پروگراموں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

1.4.3 مناسب حل کی تلاش:

ہر ادارہ جماعت کی ضروریات کا تعین کرنے کے بعد جماعت کے وسائل کی روشنی میں مناسب حل کے لیے مشورہ دیتا ہے۔

1.4.4 منصوبہ بندی میں مسائل کا تعین کرنا:

ہر ادارہ اپنے مقاصد اور جماعت کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ایک منصوبہ بناتا ہے۔مختلف پروگراموں کے اخراجات کا جائزہ لیتا ہے اور کاموں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک واضح پالیسی مرتب کرتا ہے۔

1.4.5 ادارے کی تنظیم:

منصوبہ بنانے کے بعد اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے ایک تنظیمی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے۔کارکنوں میں مختلف کام تقسیم کردیئے جاتے ہیں اور ہر شخص کو اس کے فرائض سے آگاہ کردیا جاتا ہے۔

1.4.6 سٹاف کی تقرری

اسے بھی ہمیں منصوبہ بندی کے اہم وظائف میں تسلیم کرنا چاہئے۔اس کے لیے ایک شعبہ قائم کیا جاتا ہے۔جو ملازمین کی تقرری کے لیے پالیسی مرتب کرتا ہے۔ان کی ترتیب، ترقی، چھٹیوں، ریٹائرمنٹ برخاستگی کے اصولوں کو مرتب کرتا ہے۔یہی شعبہ کارکنوں کی کارکردگی کا ریکارڈ رکھتا ہے۔ان کی ترتیب کا انتظام بھی کرتا ہے۔

1.4.7 سٹاف کے اخراجات کی نگرانی:

یہ تمام شعبوں کی نگرانی اور ان میں رابطہ بھی قائم رکھنے کے لیے اصول مرتب کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ادارے کے تمام پروگرام کے لیے ریکارڈنگ یعنی اخراجات کا حساب کتاب اور مالی امداد حاصل کرنے کے وسائل کے لیے بھی سفارشات دیتے ہیں جو بعد میں ایک واضح پالیسی کی شکل اختیار کرتے ہیں۔اسی طرح معاشرتی منصوبہ بندی کرتے وقت اپنے ادارے کی پالیسی کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔کسی بھی ادارے کے مقاصد، پالیسی، پروگرام اور ضابطے منصوبہ بندی کی بنیادی کڑی ہوتے ہیں۔

مشغلہ نمبر 1

اگر آپ اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں منصوبہ بندی کرنا چاہیں تو کن کن باتوں کو مدنظر رکھیں گے۔ ان میں سے تین تحریر کریں۔

1.5 اہم نکات:

-1 صحیح اور جامع منصوبہ بندی کے ذریعے حال اور مستقبل کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

-2 کسی بھی منصوبے کی منصوبہ بندی میں مقاصد کا تعین اور طریقوں کی نشاندہی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

-3 بغیر منصوبہ بندی کے معاشرتی بہبود کے کاموں کی تکمیل مشکل اور بہت حد تک ناقص ہوتی ہے۔

-4 منصوبہ بندی کرتے وقت متغیر مقاصد کے ساتھ ساتھ معاشرے کے حالات ورسم ورواج کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔

-5 منصوبہ بندی میں لچک بہت ضروری ہے۔

-6 منصوبہ بندی کی بنیادی خیالات وقیاس آرائیوں کی بجائے تحقیق پر رکھی جائے۔

-7 معاشرتی منصوبہ بندی سیاسی، مذہبی اور تعلیم ترقی کی بنیاد ہے۔

-8 معاشرتی منصوبہ بندی ایک مسلسل عمل ہے اس لئے منصوبہ بندی کرتے وقت تمام بتائے ہوئے اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

1.6 خودآزمائی نمبر 1

-1 اوڈم کے ذہن میں معاشرتی منصوبہ بندی کی کیا تعریف ہے؟

-2 جواہر لال نہرو کے خیال میں معاشرتی منصوبہ بندی کی کیا اہمیت ہے؟

-3 منصوبہ بندی کا تعلق کون سی دو اہم باتوں سے ہوتا ہے؟

-4 بتائیں وہ کون سے ایسے اہم اصول ہیں، جن کے تحت معاشرتی منصوبہ بندی کی جاتی ہے؟

2-معاشرتی منصوبہ بندی اور پالیسی

ہر ادارے کی پالیسی اس کے مقاصد، پروگرام، فلسفہ اور اصولوں کو وضاحتی بیان ہوتا ہے۔ادارے کی پالیسی اس کا بورڈ، سٹاف سے مشورے کے بعد مرتب کرتا ہے۔اسی طرح معاشرتی منصوبہ بندی کے لیے بھی پالیسی مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل اقدام لازمی ہوتے ہیں۔

2.1 پالیسی مرتب کرنے کے اقدام:

(الف) سب سے پہلے پالیسی کی ضرورت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(ب) اگر پالیسی بنانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو ادارے کا بورڈ پالیسی مرتب کرنے کے لیے اسے ایک کمیٹی کے حوالے کرتا ہے۔

(ج) بورڈ پالیسی کے خاکے پر غور کرتا ہے۔

(د) پالیسی بناتے وقت جماعت کی ضرورت اور وسائل کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

(ر) موثر پالیسی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ کام ایک ایسی کمیٹی کے حوالے ہو، جو ادارے کے مقاصد اور پروگرام سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ عملی تجربہ رکھتی ہو، یہ افراد ماہر منصوبہ بندی ہوں۔مندرجہ بالا اصولوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل وظائف کا ہونا ضروری ہے۔

2.2 عملے کی تقرری:

موثر منصوبہ بندی کے لیے تربیت یافتہ سٹاف کا ہونا ضروری ہے۔عملے کی تقرری کرتے وقت تعلیمی معیار کے علاوہ تربیت اور رویے کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔اس میں عملے کا انتخاب زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ہر ادارے کی اپنی ایک پالیسی ہوتی ہے اور اس کی روشنی میں سٹاف کی تقرری کرنی چاہئے۔اس کے لیے ایک مینول (Manual) رکھا جاتا ہے۔جس میں تقرری کے بنیادی اصول اور طریقے، سٹاف کی تعداد اور نوعیت، ان کی اہلیت، ذمہ داریاں، اوقات کار، مراعات سب شامل ہوتے

ہیں ۔مینول میں تمام وہ اہم باتیں درج کی جاتی ہیں ۔اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سربراہ رہنمائی کے اصول بیان کرے۔سربراہ اس لحاظ سے تقرری کی پالیسی کے مطابق عملے کی تقرری کرتا ہے۔ ہر پوزیشن کے لحاظ سے تعلیم وتربیت اور تجربے کا تعین کیا جاتا ہے اور اس طرح تمام آسامیاں پر کی جاتی ہیں۔

آسامیاں کو پر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اخبار میں اشتہار دے کر درخواستیں وصول کی جاتی ہیں۔ کچھ اسامیاں ادارے کے کارکنوں کو ترقیاں دے کر بھی پر کی جاتی ہیں۔اس میں گزشتہ کارکردگی اور موجودہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔عام طور پر کم عمر کے لوگوں کو اہمیت نہیں ملتی۔ سماجی بہبود کی تربیت رکھنے والوں کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔انٹرویو کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا جاتا ہے جو عام طور پر ادارے کے صدر،سیکرٹری یا سربراہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

منتخب امیدواروں کے چال چلن کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ادارے میں شریک ہونے سے پہلے اس کا طبی معائنہ بے حد ضروری ہے۔اگر امیدوار اہل ہوتا ہے تو اس سے پالیسی کی شرائط کی روشنی میں عہد نامہ لکھوایا جاتا ہے۔اور اس طرح امیدوار کا انتخاب ہو جاتا ہے۔

2.3 عملے کی تربیت:

جب کسی بھی فرد کی تقرری کی جاتی ہے۔تو ادارے کا سربراہ یا کوئی دوسرا پرانا ممبر اس کو ادارے کے تمام پہلوؤں سے متعارف کراتا ہے۔اور اس کے پروگرام سے آگاہ کرتا ہے ۔تا کہ وہ تھوڑے ہی وقت میں اپنی ذمہ داری سے واقف ہو جائے ۔اس کے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ ادارہ نئے آنے والے کے لیے کانفرنس،مباحثہ اور سٹاف میٹنگ بلانے کا بندوبست بھی کرتا ۔تا کہ مقاصد اور پروگرام سے واقف کرایا جائے اور اسی طرح نئے لوگ پرانے سٹاف سے بہت سیکھتے ہیں۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً تربیتی کورسز کا بندوبست کیا جاتا ہے۔اگر تربیت یافتہ عملے کی کمی ہوتی ہے۔تو معقول افراد کو منتخب کر کے ادارہ ان کی تربیت کا انتظام کرتا ہے۔

2.4 ملازمت کی شرائط:

تقرری کی پالیسی میں ہر فرد کو لازمی تعلیم و تربت،تجربہ،عمر،فرائض،تعطیل،تنخواہ،پروموشن کا وقفہ، استعفیٰ ریٹائرمنٹ،پنشن،سزا اور درخواست کرنے کے طریقے اور شرائط کو واضح کیا جاتا ہے۔

مشغلہ نمبر 2

اگر کسی منصوبے کی منصوبہ بندی میں عمل درآمد کروانے کے ذمہ دار افراد شامل نہ ہوں تو آپ کے خیال میں کیا خرابی ہو سکتی ہے تجزیہ کریں۔

2.5 اہم نکات:

1- معاشرتی منصوبہ بندی میں پالیسی بناتے وقت مقاصد، پروگرام اور اصولوں کو واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

2- جو لوگ پالیسی پر عمل درآمد کرانے کے ذمہ دار ہوں ان لوگوں کو بھی پالیسی بنانے میں شریک کرنا چاہئے۔

3- پالیسی بناتے وقت ضروریات اور وسائل کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

4- پروگرام کی ترقی کا جائزہ پالیسی کی روشنی میں لیا جاتا ہے۔

5- کسی بھی منصوبے پر عمل درآمد کروانے کے لیے عملے کی تقرری ضروری ہے۔

6- نئے لوگوں کو منصوبے کے تمام پہلوؤں سے متعارف کروانا چاہئے۔

7- منظور شدہ پالیسی کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔

3- معاشرتی منصوبہ بندی اور نگرانی

کامیاب منصوبہ بندی کا دارومدار کافی حد تک نگرانی (Supervision) پر منحصر ہے۔ادارہ چاہے تجارتی ہو یا فلاحی، سرکاری یا غیر سرکاری اس کی کامیاب منصوبہ بندی اس کی نگرانی سے ہی منتج ہے۔دراصل نگرانی، انتظامیہ کا ایک اہم حصہ ہے۔اور خود انتظامیہ کی کامیابی صحیح نگرانی پر منحصر ہے۔لیکن صحیح نگرانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ نگران کا انتخاب ان کی اہلیت، ذہنی پختگی، قیادت کے جذبے اور تربیت کی بنیاد پر کیا جائے۔جس کا ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

کورین ایچ وولف کے مطابق:

> "نگرانی ایک انتظامی قیادت ہے۔ایسی قیادت جس کا مقصد سٹاف کے ہر فرد کی صلاحیتوں و علم کو فروغ دینا اور سٹاف کے کاموں کی پوری طور پر رہنمائی کرنا ہے۔تاکہ ادارے کی طرف سے موکل کو فراہم کردہ سہولتیں بہتر ہو جائیں۔

اس طرح نگرانی سٹاف کی تربیتی پروگرام کا ایک لازمی جزو ہے۔ادارے گروہی اور فردی نگرانی دونوں بیک وقت استعمال کرتے ہیں۔اور دونوں ادارے کے لیے منصوبہ میں الگ مقام رکھتے ہیں۔

3.1 نگرانی کے اصول

کسی بھی ادارے کی کامیابی کے لیے وہاں کے ارکین اور انتظامیہ کے درمیان خوشگوار ماحول کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے انتظامیہ کی پالیسی واضح ہونی چاہئے اور اس پر اسی طرح عمل درآمد کرنا چاہئے۔صرف زبانی اقرار کرنا کافی نہیں۔موثر نگرانی کے لیے چند اصول ضروری ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) کارکن اور نگران کا تعلق

نگران کا پہلا فرض ہے کہ وہ کارکن کو بتائے کہ کہاں تک نگران اس کی کارکردگی سے مطمئن ہے۔لیکن یہ اس وقت

مؤثر ہو گا جب ہر کارکن کو یہ بتایا جائے کہ اس سے کیا توقع کی جاتی ہے۔ کارکن کی کارکردگی کا امتحان لینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو کسی معیار پر رکھا جائے اور ہر کارکن کی کارکردگی کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جائے۔

(ب) حقوق کا تحفظ

عام طور پر جس اصول کی طرف سب سے کم توجہ دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ "جو بھی جس کا حق ہے وہ اس کو فوراً دیا جائے"۔ زیادہ تر نگران اپنے ماتحتوں کی غلطیاں میں ذرا بھی توقف سے کام نہیں لیتے لیکن جب اس کی کارکردگی اچھی ہو تو اس کی محنت کو مدنظر رکھ کر اس کی تعریف نہیں کرتے اس سے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کارکن اپنی کوشش کم کر دیتا ہے۔

(ج) مواصلات:

نگرانی کے تیسرے اصول کا تعلق مواصلات کے شعبے سے ہے۔ کارکن کی بددلی کی ایک وجہ انتظامیہ اور کارکنوں کے درمیان رابطہ نہ ہونا ہے۔ انتظامیہ کو معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے فیصلوں کا کارکنوں پر کیا اثر ہے اور وہ ان سے متفق ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف کارکنوں کو موقع تک نہیں دیا جاتا کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں اور نہ انتظامیہ اپنے فیصلوں کی وجوہات کارکنوں کو بتانا ضروری سمجھتی ہے۔

(د) انسانی تعلقات

نگرانی کے چوتھے اصول کی بنیاد انسانی تعلقات کے فلسفہ پر مبنی ہے۔ کہ "ہر فرد کی صلاحیتوں کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے"۔ ایک اچھا نگران اس بات کو سمجھتا ہے کہ اس کے ماتحت مختلف افراد ہیں اور اس لئے ان میں سے اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے ایک مخصوص کام کرنے کا اہل ہے اور اسی کے مطابق اس کو کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

نگران کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحت کارکنوں کو سمجھے اور ان صلاحیتوں کو معلوم کر کے ان کو بڑھائے۔ ایک تربیت یافتہ نگران رفتہ رفتہ اپنے ماتحتوں کی فنی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے اس لئے خود نگران کی کامیابی کا اندازہ اس کے ماتحتوں کی صلاحیتوں اور کارکردگی سے لگایا جانا چاہئے۔

(ر) باہمی کاروبار

ایک اچھا نگران اپنے ماتحتوں اور کارکنوں کے خیالات وجذبات کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور ان سے باخبر رہتا ہے۔

لیکن وہ ان کے جذبات اور احساسات کو اسی وقت صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔ جب اس میں اپنے ماتحتوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ کارکن ایک انسان ہے۔ جس سے زبردستی کام نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ نگران کا غلط رویہ کارکن کی کارکردگی کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

(ز) ایک دوسرے کا احترام

نگران اور کارکن کا تعلق دراصل قائد اور پیرو کا تعلق ہے۔ ایک نگران اسی وقت تک کامیاب رہ سکتا ہے۔ جب تک اس کے ماتحت اس کی عزت کرتے ہیں۔ جب نگران اور کارکن کے تعلق خراب ہو جاتے ہیں۔ تو پھر جھگڑے اور ہڑتالیں عام ہو جاتی ہیں۔ جس سے ادارے کی کارکردگی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ ایک اچھے نگران میں انسانی عنصر اور جمہوری اقدار کا پایا جانا ضروری ہے اور یہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔

3.2 نگران کے اوصاف

(الف) عملی صلاحیتیں

نگران کی کامیابی کا دارومدار بہت سی باتوں پر ہوتا ہے۔ جن میں اس کا علم، فنی صلاحیتیں اور شخصیت خاص طور پر بہت اہمیت کی حامل ہے۔ ایک اچھے نگران کے پاس ایسے اختیارات ہونے چاہئیں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے ماتحت کو بہتر کارکردگی کی ترغیب دے سکے۔ مثلاً تنخواہوں میں اضافہ کر دینا یا سالانہ ترقی کو پیشگی دینا۔ یہ بات عام فہم ہے کہ زبانی تعریف سے زیادہ انعام و اکرام کارکردگی کو بڑھانے میں مؤثر ہوتے ہیں۔

(ب) اختیارات

بالکل اسی سرح نگران کو یہ اختیار بھی ہونا چاہئے کہ وہ مستحق کو نواز سکے اور زیادتی کرنے والے کو سزا دے سکے۔ تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا کام ہو۔

(ج) معیار

نگران کے پاس ایک مستند معیار ہونا چاہئے اور تمام کارکنوں کے کام کو اسی معیار کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ مل سکے اور نہ کسی کے ساتھ ناانصافی ہو۔ تمام کارکنوں کی کارکردگی کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا چاہئے۔ تاکہ

ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جا سکے۔

(د) باہمی اعتماد

نگران کو انتظامیہ اور کارکنوں دونوں کا اعتماد ہونا چاہئے۔تا کہ انتظامیہ کو کارکنوں کے ردعمل سے آگاہ کر سکے۔اور ساتھ ہی کارکنوں کو انتظامیہ کے فیصلوں اور پالیسی کی وضاحت کر سکے۔نگران کو غیر جانبدار اور دور اندیش ہونا چاہئے۔

نگران کی عزت اس کی فنی صلاحیتوں اور شخصی خوبیوں کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔اس لئے ایک اچھے نگران کو ایسی حرکت نہیں کرنا چاہئے۔جس کی وجہ سے کارکن اس کی عزت کرنا چھوڑ دیں اور وہ اپنے ماتحتوں کا اعتماد کھو بیٹھے۔عزت کا یہ عنصر طاقت کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔یہ ایک ایسی چیز ہے جو صرف خلوص اور محنت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

نگران کو انتظامی امور میں ماہر ہونا چاہئے۔ورنہ ماتحت اس کی عزت نہیں کریں گے۔

(ر) دور اندیشی

نگران کو چاہئے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی کوتاہیوں کے لئے خود کو بھی ذمہ دار ٹھہرائے اور ان کی شکایتوں کو غیر جانبداری سے انتظامیہ کے سامنے رکھے۔اس لئے نگران کو فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے اور اسے ایک پختہ ذہن کا مالک ہونا چاہئے۔

(ز) صلاحیت

نگران کو تربیت یافتہ ہونا چاہئے اور وقتاً فوقتاً اس کو تربیتی کورسز اور عملے کے اجلاس میں شریک ہونا چاہئے تا کہ وہ دوسروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھا سکے۔اور نئے تصورات و رجحانات اور تکنیکوں سے باخبر رہے۔موجودہ تیز رفتار دور میں صرف اسی طرح وہ اپنے فرائض بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

(س) خدا ترس

نگران کو انسانی تعلقات کے امور سے واقف ہونا چاہئے۔کامیاب نگرانی کے لیے انسانی تعلقات کا فن ناگزیر ہے۔

(ش) طریقہ کار

نگران کا طریقہ کار اور رویہ لچکدار ہونا چاہئے ۔تا کہ وہ وقت کا ساتھ دے سکے وہ اپنے ہر ماتحت کی ضروریات اور مشکلات کو سمجھے۔

3.3 بجٹ

بجٹ منصوبہ بندی کا ایک اہم جزو ہے۔یہ ادارے کے آئندہ اخراجات اور ترقی کا تخمیہ ہوتا ہے۔جو حقائق پر مبنی ہونا چاہئے ۔بجٹ ادارے کی ضروریات کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے ادارے کے اخراجات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ادارے کا بجٹ تیار کرنا سربراہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔سال شروع ہونے سے کافی پہلے بجٹ تیار کر لینا چاہئے ۔

معاشرتی ترقی میں بجٹ کے مقاصد مندرجہ ذیل ہوتے ہیں ۔

-1 ادارے کی مالی ضروریات کا تعین کرنا ۔

-2 چندہ جمع کرنے کے ذرائع اور رقم کا تعین کرنا۔

-3 کارکنوں کو بتانا کہ رقم کس طرح اور کن پروگراموں پر کتنی خرچ ہوگی ۔

-4 ادارے کے اخراجات کو کنٹرول کرنا ۔

-5 جماعت کو ادارے کی آمدنی اور اخراجات سے آگاہ کرنا ۔

عام طور پر معاشرتی ترقی کے اداروں کے ذرائع آمدن مندرجہ ذیل ہوتے ہیں۔

-1 مرکزی حکومت کی گرانٹ

-2 صوبائی حکومت کی گرانٹ

-3 مقامی خود اختیار مثلاً بلدیہ کی گرانٹ

-4 غیر سرکاری اداروں مثلاً ریڈ کراس کی گرانٹ۔

-5 عوام کا چندہ

-6 بین الاقوامی حکومتوں کی گرانٹ

7- ممبر فیس، جو ادارے کے ممبروں سے لی جاتی ہے۔

8- خود تیار کردہ اشیاء مثلاً گھریلو دستکاری کا سامان فروخت کر کے آمدنی حاصل کرنا۔

9- سینما شو، چیریٹی شو کے ذریعے چندہ جمع کرنا۔

مشغلہ نمبر 3

نگران کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ وہ دور اندیش ہو۔ آپ دو مثالیں ایسی لکھیں جس میں نگران کی دور اندیشی کی وجہ سے کسی منصوبہ کی کارکردگی پر اثر پڑا ہو

-1

....

-2

....

3.4 اہم نکات

1- کامیاب منصوبہ بندی کا دارومدار کافی حد تک نگرانی پر ہے۔

2- نگرانی ایک انتظامی قیادت ہے۔

3- کسی بھی منصوبے پر عملدرآمد کے درمیان کارکن اور نگران کے تعلقات اور ان میں رابطہ آسانی سے ہونا چاہئے۔

4- ایک اچھے نگران میں انسانی عنصر اور جمہوری اقدار کا پایا جانا ضروری ہے۔

5- کارکنوں کے کام کے معیار کو جانچنے کے لیے نگران کے پاس ایک مستند معیار ہونا چاہئے۔

6- نگران کا طریقہ کار اور رویہ لچکدار ہونا چاہئے۔

4-معاشرتی منصوبہ بندی اور رابطہ

معاشرتی خدمات کے میدان میں رابطہ بہت اہمیت رکھتا ہے دراصل یہی کوشش معاشرتی بہبود کو ایک پیشے کی شکل دینے کی ذمہ دار ہے۔ رابطہ فلاحی انصرام کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے فضول خرچی اور بدعنوانیاں دور کی جاتی ہیں۔ رابطہ کی دو قسمیں ہیں۔

1- ادارہ کے مختلف شعبوں کے درمیان رابطے کا ہونا۔ مثلاً سربراہ اور سٹاف کے درمیان بورڈ اور مختلف شعبوں کے درمیان سٹاف اور ممبران کے درمیان رابطے کا ہونا۔

2- جماعت کے تمام اداروں کے درمیان باہمی رابطہ مثلاً معذوروں کے اداروں بچوں کے اداروں بہبود نسواں اور نوجوان کے ادارے کے درمیان رابطہ۔

4.1 رابطے کے اصول

فلاحی کارکن مندرجہ ذیل اصولوں کی روشنی میں رابطہ قائم رکھتا ہے۔

1- ادارے کے اصولوں اور پالیسیوں پر تمام گروہوں میں سمجھوتا ہونا چاہئے۔

2- مسائل کو حل کرنے کے طریق کار پر سب میں سمجھوتہ ہونا چاہئے۔

3- ادارے کے تمام شعبوں کی ذمہ داری اور ہر کارکن کے فرائض کا تعین ہونا چاہئے۔

4- ادارے کے تمام کارکنوں کے درمیان خوشگوار تعلقات اور ٹیم سپرٹ ہونی چاہئے۔

5- پروگرام مکمل کرتے وقت تمام کارکنوں میں اتفاق ہونا چاہئے۔

6- سربراہ کا رویہ دوستانہ اور غیر جانبدارانہ ہونا چاہئے۔

7- ادارہ کے مقاصد پر سب میں اتفاق ہونا چاہئے۔

4.2 رابطہ کونسل

اس کونسل کا کام سماجی بہبود کے مختلف اداروں کے درمیان رابطہ قائم کرنا ہے۔ یہ اداروں کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور اداروں کو ایک دوسرے کے متعلق ضروری معلومات بھی فراہم کرتی ہے۔ سماجی بہبود کے تمام ادارے بلا امتیاز اپنے کاموں کی نوعیت کے رابطہ کونسل کے ممبر ہوتے ہیں۔ اداروں کی فیس رکنیت اس کی آمدنی کا اہم حصہ ہے۔ جو کونسل کے سٹاف کی تنخواہ اور اداروں کی کانفرنس پر خرچ کی جاتی ہے۔

رابطہ کونسل کے اہم وظائف ذیل میں درج ہیں۔

1- کونسل کا کام تحقیق اور دوسرے ذریعے سے اپنے داروں کی ضروریات کا تعین کرنا۔

2- موکلوں کو مناسب اداروں سے متعارف کرانا۔

3- تمام اداروں کے درمیان رابطہ قائم کرنا ان کے کاموں کا جائزہ لینا اور مشورہ دینا۔

4- معاشرتی خدمات کے معیار کو بلند کرنا۔

5- سماجی کارکنوں اور ماہرین کی کانفرنسیں۔

6- رضا کاروں اور ادارے کے سٹاف کے لیے تربیتی کورس منعقد کرنا۔

7- اداروں کو لٹریچر اور معلومات فراہم کرنا۔

8- اداروں کو فنی امداد فراہم کرنا۔

9- معاشرتی بہبود کے اداروں کے لیے سٹاف کی تقرری کرنا۔

10- اداروں کو چندہ جمع کرنے میں مدد کرنا۔

11- اداروں کو آڈٹ اکاؤنٹ رکھنے اور تنظیم میں مدد دینا۔

12- معاشرتی قوانین کے فروغ کے لیے کام کرنا۔

4.3 تعلقات عامہ

سماجی بہبود کے اداروں میں تعلقات عامہ بہت اہمیت کے حامل ہیں ۔ اس کے ذریعہ ادارہ اپنے مقاصد اور پروگرام کو جماعت سے روشناس کراتا ہے ۔ پروپیگنڈہ پر بہت حد تک عوام کی مدد وتعاون کا دارومدار ہوتا ہے ۔خاص کر چندہ جمع کرنے کی مہم میں یہ بہت سودمند ثابت ہوا ہے ۔اس کا ایک مقصد ادارے کو عوام کی رائے اور تنقید سے باخبر رکھنا ہے ۔

4.4 تعلقات عامہ کے اصول

سماجی بہبود میں تعلقات عامہ کو مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہونا چاہئے ۔

1- تشہیر کا مرکز وہ گروہ ہونا چاہئے جس کو ادارہ اپنی طرف رجوع کرانا چاہتا ہے ۔

2- پراپیگنڈ لٹریچر تیار کرتے وقت دوسرے اداروں کے پروگراموں کو ذہن میں رکھنا چاہئے ۔

3- ادارے کے عملے کا رویہ بہت اہمیت رکھتا ہے ۔اگر موکلوں کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی گئی تو بہت جلد ادارہ ،جماعت میں غیر معروف ہوجائے گا ۔

4- جماعت کے بااثر لوگوں کا تعاون ضرور حاصل کرنا چاہئے ۔یہ افراد پروپیگنڈہ کا اچھا ذریعہ بنتے ہیں ۔

5- پراپیگنڈہ ایک مسلسل کوشش ہے جسے پورا سال جاری رہنا چاہئے ۔اس میں اسٹاف کے ممبران کے علاوہ جماعت کے بااثر اور صحافت میں تجربہ کار افراد کو شامل کیا جاتا ہے ۔

6- بورڈ کا فرض ہے کہ وہ تعلقات عامہ کے کاموں کا جائزہ لیتا رہے اور ضروری مشورے دے ۔

4.5 تشہیر

اس کے مندرجہ ذیل طریقے ہوسکتے ہیں ۔

1- شخصی ملاقاتوں کے ذریعے سے افراد کو روشناس کرانا ۔

2- اخبارات ،فلم اور اشتہارات کے ذریعے ادارے کو جماعت سے روشناس کرانا ۔

3- لیکچر ،ریڈیو ،ٹی وی اور کانفرنسوں کے ذریعے ادارے کی تشہیر کرنا ۔

4.6 جائزہ

جائزہ ایک قسم کا مطالعہ ہے جس کے ذریعے پروگرام کی افادیت اور ادارے کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔اس پر ادارے کی ترقی کا دارومدار ہوتا ہے۔

جائزے کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں

1- جائزے کا مقصد ادارے کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہے۔

2- پروگرام کی افادیت کو بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں دیکھنا۔

3- جائزہ منصوبہ بندی اور پالیسی بنانے میں مدد دیتا ہے۔

4- اس کا مقصد غلطیوں کو درست کرنا اور تکنیکوں کو موثر بنانا ہے۔

5- جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ کہاں تک اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

6- پروگراموں میں لوگوں کی شرکت اور پروگراموں کی مقبولیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

7- جائزہ ادارے کے دوسرے اداروں کے ساتھ تعلقات کی بھی وضاحت کرتا ہے۔

4.7 جائزے کے اصول

جائزے کے چند اصول ہیں جنہیں ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

1- جائزہ ایک مسلسل عمل ہے جو ہر سطح پر ضروری ہے۔

2- جائزہ غیر جانبداری سے کرنا چاہئے۔

3- ادارے کا جائزہ عملہ کی مدد اور امداد باہمی کی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔

4- عام طور پر سربراہ پروگرام کا جائزہ لیتا ہے۔لیکن کبھی کبھی دوسرے اداروں سے بھی جائزہ کروانا چاہئے۔

5- جائزے سے ادارے کی خوبیاں اور خامیاں دونوں واضح ہو جاتی ہیں۔

6- جائزے پر کم سے کم خرچ کرنا چاہئے۔

7- جائزے میں مندرجہ ذیل نقاط کو شامل کرنا چاہئے۔

-1	ادارے کے مقاصد	-2	ادارے کا پروگرام
-3	سٹاف	-4	تعلقات عامہ
-5	بورڈ اور کمپنیاں	-6	رابطہ
-7	آئندہ کا پروگرام		

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جائزہ ایک قسم کا مطالعہ ہے جس کے ذریعے ادارے کی کارکردگی اور کوتاہیوں کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ جائزے کی مدد سے ادارے اپنے مقاصد اور پروگرام میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ جائزے سے صرف پروگرام کی کمزوریوں کا پتہ نہیں چلتا بلکہ پروگرام کو زیادہ مفید اور مؤثر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ جائزہ بامقصد حقیقت پر مبنی ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ صورت حال معلوم نہ ہو سکے گی۔

4.8 اہم نکات

-1 کسی بھی منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ ادارے کے اصولوں اور پالیسیوں پر تمام گروہوں میں سمجھوتا ہو۔

-2 رابطہ کونسل مختلف اداروں کو ایک دوسرے متعلق ضروری معلومات فراہم کرتی ہے۔

-3 معاشرتی منصوبہ بندی میں رابطے سے فضول خرچی اور بدعنوانی کو دور کیا جا سکتا ہے۔

-4 کسی بھی پروگرام کی افادیت کے بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں دیکھنا جائزہ کہلاتا ہے۔

-5 جائزہ ایک مسلسل عمل ہے جو ہر سطح پر ضروری ہے۔

-6 جائزے سے نہ صرف پروگرام کی کمزوریوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ پروگرام کو مفید اور موثر بنانے میں مدد ملتی ہے۔

4.9 خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1 معاشرتی منصوبہ بندی کے لیے پالیسی مرتب کرتے وقت کن کن اہم باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے؟

سوال نمبر 2 یہ کہا جاتا ہے کہ معاشرتی منصوبہ بندی کی کامیابی کا انحصار صحیح نگرانی پر منحصر ہے۔ بتائیں کہ وہ کون سے اہم اقدامات ہیں جو نگرانی کرتے وقت ذہن میں رکھنے چاہئے۔

سوال نمبر 3 اچھے نگران کے اوصاف بیان کریں؟

5- خود آزمائی کے جوابات

خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1 اوڈم کے مطابق ''معاشرتی منصوبہ بندی سماجی ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ جس کا اطلاق نہ صرف حکومت کے مختلف شعبوں بلکہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بھی اس کا اطلاق کر کے اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

سوال نمبر 2 جواہر لال نہر کے بقول ''منصوبہ بندی سے مراد فہم وادراک کی بدولت حقائق وواقعات کی نوعیت جاننا اور ان کو حل کرنے کا راستہ تلاش کرنا ہے''۔

سوال نمبر 3 منصوبہ بندی کا تعلق ان دو اہم باتوں پر ہے۔

(الف) مقاصد کا تعین (ب) طریقوں کی نشاندہی

خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1 پالیسی بناتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

(الف) پالیسی مرتب کرنے کے اقدامات

(ب) پالیسی کے اصول

(ج) عملے کی تقرری

(د) عملے کی تربیت

(ر) ملازمت کی شرائط

سوال نمبر 2 صحیح نگرانی کے لئے ان اہم اقدام کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(الف) نگرانی کے اصول

(ب) کارکن اور نگران کا تعلق

(ج) حقوق کا تحفظ

(د) مواصلات

(ر) باہمی کاروبار

(ز) ایک دوسرے کا احترام

سوال نمبر 3 اچھے نگران کے اوصاف ہیں۔

(الف) عملی صلاحیت

(ب) اختیارات

(ج) معیار

(د) باہمی اعتماد

(ر) دوراندیشی

(ز) خداترسی

6- کتابیات

1- شاہد۔ ایس۔ ایم۔ تنظیم مدرسہ۔ لاہور گلوب پبلشرز۔ اردو بازار 1938ء

2- شاہد۔ ایس۔ ایم۔ عمرانی تحقیق۔ لاہور بک کارنر۔ اردو بازار۔ لاہور۔

3- خالد محمد ۔ تعارف سماجی بہبود طریق ہائے کار و میدان عمل ۔ کراچی۔
کفایت اکیڈمی ۔ اردو بازار۔ 1927ء

4- قادر ۔ سی ۔ اے۔ معاشریات لاہور ۔ مغربی پاکستان ۔ اردو اکیڈمی

5- Cole, William E, Introductory Sociology,
Newyork Macmillan Co. Slid 1963

6- Shaikh, Fazal Karim, Pakistani Institutions, Lahore
New Book Palace, Chowk Urdu Bazar

7- Mirra, Kamorovosk (Ed) Sociology and Public Policy
Newyork Elsevier, 1965

یونٹ نمبر 5

معاشرتی مسئلہ

تحریر: ایس۔ایم۔شاہد
نظرثانی: فرخندہ جبیں
نسیم خان محسود

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں معاشرتی مسئلے کے متعلق بحث کی گئی ہے اور طلبہ کو بتایا گیا ہے کہ کسی معاشرے میں معاشرتی مسائل پیدا ہونے کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں۔ نیز ان مسائل کے متعلق لوگوں کا رویہ عموی طور پر کیا ہوتا ہے۔ پھر ان مسائل کو حل کرنے میں ماہرین عمرانیات کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ معاشرتی انتشار کی نوعیت اور اسباب بتانے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں معاشرتی انتشار کی صورت کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1- معاشرتی مسئلے کی نہ صرف تعریف کر سکیں بلکہ اس کی خصوصیات بھی بتا سکیں۔

2- معاشرتی مسئلے کے اسباب کا تجزیہ کر سکیں۔

3- معاشرتی انتشار کی نوعیت اور اسباب پر بحث کر سکیں۔

4- پاکستان میں معاشرتی انتشار کی نوعیت کو سمجھ سکیں۔

فہرست مضامین

	عنوان	صفحہ نمبر
-1	معاشرتی مسئلے کی نوعیت	131
1.1	مفہوم	131
1.2	معاشرتی مسئلہ مفکرین کی نظر میں	131
1.3	معاشرتی مسئلے کی خصوصیات	133
1.4	معاشرتی مسائل کے متعلق لوگوں کا رویہ	135
1.5	معاشرتی مسائل کے مطالعے کا طریقہ	138
1.6	اہم نکات	140
1.7	خود آزمائی نمبر 1	141
-2	معاشرتی مسائل کے عمومی اسباب	142
2.1	معاشرتی تغیر	142
2.2	صنعتی ترقی	143
2.3	ثقافتی خلاء	143
2.4	زندگی میں پیچیدگی	144
2.5	اقدار اور کشمکش	144
2.6	معاشرتی انتشار	145

عنوان		صفحہ نمبر
2.7	غربت	145
2.8	دیہی و شہری نقل مکانی	146
2.9	جنگ یا سیاسی بحران	146
2.10	شخصی انحطاط	147
2.11	جسمانی اور ذہنی امراض	147
2.12	فطری آفات	148
2.13	رسم و رواج یا روایات	148
2.14	اہم نکات	149
-3	معاشرتی مسائل اور ماہرین کا کردار	150
3.1	اہم نکات	151
3.2	خود آزمائی نمبر 2	152
-4	جوابات	153
-5	کتابیات	153

1-معاشرتی مسئلے کی نوعیت

1.1 مفہوم

انسان اپنی روزمرہ کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے شب و روز کوشاں رہتا ہے۔اسے ان کی تکمیل کے لیے بہت سی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کوئی ذریعہ روزگار کے لیے مارا مارا پھرتا ہے۔کسی کو سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملتی اور کسی کا عزیز کسی مہلک مرض کا شکار نظر آتا ہے۔اس وسیع و عریض دنیا میں ایسے لوگوں کی نشاندہی کرنا بہت ہی مشکل امر ہے جو کہ مکمل طور پر بہت ہی بے فکر اور مطمئن ہوں۔ورنہ ہر شخص کسی نہ کسی پریشانی کا شکار نظر آتا ہے۔جسے ہم عام زبان میں(Problem) کہتے ہیں۔

لیکن کبھی کبھی معاشرے میں ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ ملک یا معاشرے کے بہت سے لوگ ایک ہی پریشانی کا شکار نظر آتے ہیں۔مثلاً پاکستان میں پڑھے لکھے نوجوانوں میں زیادہ تر لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ انہیں ان کی علمی قابلیت کے معیار کے مطابق نوکریاں نہیں ملتیں۔یورپ میں اکثر والدین کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے بچے چھوٹی عمر سے ہی نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کر دیتے ہیں تو ایسی صورتحال جس میں معاشرے کی کثیر تعداد ناپسندیدہ طریقے سے متاثر ہو اور اس کو حل کرنے کے لیے مشترکہ طور پر سوچیں نیز اس سوچ پر عمل بھی کریں تو یہ حالت معاشرتی مسئلہ کہلاتی ہے۔

یعنی:۔

> ''ایک معاشرتی مسئلے سے مراد معاشرے کی ایسی حالت ہے جو ناگزیر طریقے سے معاشرے میں پیدا ہوئے جائے اور جس کو ارکان معاشرہ ناروا اور نامناسب سمجھیں۔لیکن ان کو اس بات کا یقین ہو کہ کوشش اور عمل سے یہ ناقابل قبول حالت درست کیے جا سکتے ہیں۔''

1.2 معاشرتی مسئلہ مفکرین کی نظر میں:

لسٹر فرینک وارڈ(Lester Frank Ward) نے معاشرتی مسئلے کی توضیح یوں کی ہے:۔

''معاشرتی مسئلہ ایک ایسی معاشرتی حالت ہے جس کے متعلق لوگوں میں ناپسندیدگی کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔''

ماہر عمرانیات راین ہارٹ (Rein Hart) میڈوسن (Meadows) اور گلٹ (Gillette) نے مشترکہ طور پر معاشرتی مسئلے کی مندرجہ ذیل تعریف پیش کی ہے۔

''معاشرتی مسئلہ ایک ایسی غیر مرئی اصطلاح ہے جو سادہ اور پیچیدہ معاشروں میں موجود تکلیف دہ حالت کی عام خصوصیات پر محیط ہے۔ جو عوام کی توجہ کا مرکز بنتے رہتے ہیں۔''

سی ایم کیس (C.M.Case) کی پیش کردہ وضاحت بھی اسی نوعیت کی ہے:۔

معاشرتی مسئلہ ایسی معاشرتی حالت ہے جو کسی بھی معاشرے، میں محققین کی اکثریت کی توجہ کا مرکز بنتی ہے اور ان کا مشترکہ اجتماعی کوششوں سے حل یا تدارک ڈھونڈنے پر ابھارتی ہے۔

مارٹن ایچ نیومر (Martin H Neumeyer) کی نظر میں:۔

''سماجی مسئلہ ذاتی اور معاشرتی انتشار کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

لارنس کے فرینک (Lawrence K, Frank) کا کہنا ہے:۔

''کوئی مشکل یا غلطی جس کا بہت سے لوگ شکار ہوں اور لوگ اس کو دور کرنے یا صحیح کرنے کی خواہش کریں سماجی مسئلہ کہلاتی ہے۔''

جان ایف سوبر کا خیال ہے کہ:۔

''معاشرتی مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی معاشرے میں ایک گروہ تمام معاشرتی حالات میں تبدیلی لانے کی کوشش کرے''

مشغلہ نمبر 1

آپ نے معاشرتی مسئلے کے متعلق مختلف ماہرین کی آراء کا مطالعہ کیا ان آراء کی روشنی میں اپنے الفاظ میں معاشرتی مسئلے کی تعریف لکھیے۔

1.3 معاشرتی مسئلے کی خصوصیات:

ایک فرد کے نزدیک معاشرتی مسئلے کی جو وضاحت ہے، وہ عمرانیات کی پیش کردہ اور موزوں وضاحت سے بالکل مختلف ہے کیونکہ عمرانیات معاشرتی مسائل کی چند اہم خصوصیات پیش کرتی ہیں۔ جو ہر ملک اور معاشرے میں موجود مسائل میں ملتی ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں جو معاشرتی مسائل ہیں ان میں بھی یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

(1) یہ معاشرے کی ایک ایسی حالت ہے جو آبادی کی بڑی تعداد کو متاثر کرتی ہے اور جس سے واقفیت ریڈیو، اخبار، ٹیلیویژن اور ٹیلیفون وغیرہ جیسے ذرائع ابلاغ سے عام ہوتی ہے۔ جب اخبارات میں بار بار اس حالت کی جانب اشارہ کیا جائے، مضامین لکھے جائیں اور کتابچوں کے ذریعے ان حالات پر روشنی ڈالی جائے تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگوں نے ایک مخصوص حالت کی حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے اور لوگ اس حالت کی موجودگی سے فکر مند ہیں۔

(2) یہ حالت معاشرے پر اسی طرح اثر ڈالتی ہے کہ جس کو معاشرہ ناروا اور نامناسب خیال کرتا ہے اور جو معاشرے کی مقبول اقدار کی نفی کرتی ہے اور اس حالت کا اثر افراد کے کردار پر براپڑ رہا ہوتا ہے۔ مثلاً انسانوں کی طبقاتی تقسیم کبھی بھی اچھا نہیں خیال کی گئی۔ مذہب نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ تمام انسان خدا کی نظر میں برابر ہیں، انسان صرف اپنے نیک اعمال اور تقویٰ کی بنا پر اچھے یا برے ہیں۔ لیکن جب معیار زندگی بلند کرنے کا نصب العین اس قدر اہمیت اختیار کر گیا کہ معاشرے نے دولت اور فارغ البالی کو شرافت اور بزرگی ناپنے کا معیار ٹھہرا لیا تو معاشرے میں دولت کو جائز اور ناجائز ہر صورت میں جمع کرنے کی حرص بڑھی۔ دولت کے حصول میں ناجائز طریقوں کا استعمال عام ہوا۔ نفع خوری، دھوکے بازی اور جعل سازی کی صورتیں عام ہو گئیں تو معاشرے کا ایک حساس اور باشعور طبقہ اس حالت کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔

(3) یہ حالت جب اس درجے پر پہنچ جائے کہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ کچھ کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں ضرور کچھ کیا جا سکتا ہے تو وہ باہم مذاکرات کے ذریعے راہِ عمل کے بارے میں کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(4) اس حالت کو بدلنے کے لیے اجتماعی کوشش و عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ حالت ایک مسئلہ بن کر جمہور کے سامنے

آ جاتی ہے ۔رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے مذاکرات و تقاریر اور مجالس کا انتظام کیا جاتا ہے۔حکومت پر رائے عامہ کا دباؤ ڈالا جاتا ہے تنظیمیں بنائی جاتی ہیں اور جلوس کے ذریعے مظاہرے کئے جاتے ہیں۔

اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاشرتی مسائل معاشرے کے ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جن سے ارکان معاشرہ کی بڑی تعداد متاثر ہوتی ہے اور پھر ارکان معاشرہ ہی اپنے اجتماعی عمل سے ان مسائل کا حل تلاش کر لیتے ہیں۔شروع میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ معاشرتی مسائل قدرتی طور سے وجود میں آتے ہیں۔اس لئے ان کا حل انسان کے قابو سے باہر ہوتا ہے۔کچھ لوگ اس خیال کے حامی ہوتے ہیں کہ معاشرتی مسائل کی نوعیت چونکہ غیر معمولی ہوتی ہے لہٰذا ان کو حل کرنے کی کوشش ہی عبث ہے لیکن معاشرے کا حساس، باشعور اور دانشمند طبقہ ان گمراہ کن خیالات کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے فہم و ادراک اور تحقیقات سے ان مخفی طاقتوں کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ جو کسی معاشرتی مسئلے کے وجود میں آنے کا باعث ہوئیں۔

(5) اکثر معاشرتی مسائل ان حالات کے بدلنے سے وجود میں آتے ہیں۔جن کی تبدیلی میں مخفی طاقتوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔یہ طاقتیں کسی خاص جگہ نہیں ہوتیں بلکہ پورے معاشی نظام میں جاری و ساری ہوتی ہیں۔ان طاقتوں کو منظر عام پر لانے کا کام چند ہوشیار، ذی شعور اور جری افراد کرتے ہیں اور پھر اکثریت کے تعاون سے منصوبہ بندی کے ذریعے اس مسئلے کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(6) مسئلے کو حل کرنے کے لیے یہ با حوصلہ گروہ ضروری اعداد و شمار جمع کر کے اور مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کرنے کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔واضح رہے کہ صرف اعداد و شمار جمع کرنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ وہاں اعداد و شمار جمع کرنے سے مسئلہ زیادہ واضح اور روشن ہو جاتا ہے اور محققین کو اس کے حل کرنے میں آسانیاں ہو جاتی ہیں۔

(7) کسی معاشرتی مسئلے کو حل کرنے میں ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کو معاشرتی اداروں میں تبدیلی اس تیزی سے نہیں آتی جس تیزی سے ٹیکنالوجی میں آتی ہے۔حالات روز بروز زیادہ بگڑتے جاتے ہیں اور صورت حال بہتر ہونے کے بجائے خراب سے خراب تر ہوتی ہے اور محققین کو مسئلے کے حل کرنے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مسئلے

کے حل میں تاخیر واقع ہونے سے لوگ بے چین ہونے لگتے ہیں۔

(8) محققین پر یہ بات واضح ہونے لگتی ہے کہ مسئلے کی دشواری کا باعث معاشرتی اداروں کا جمود ہے جو ٹیکنالوجی کی تیز رفتار تبدیلی کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔اور اداروں کے جمود میں بڑی حد تک ان قوتوں کا ہاتھ ہے جو خفیہ طور سے موجودہ حالات کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔کیونکہ اداروں کے جمود میں ان کا فائدہ ہے اس لئے معاشرتی مسئلے کے حل کے لیے معاشرے کو ان خفیہ قوتوں کا مقابلہ کرنا لازم ہوتا ہے۔

1.4 معاشرتی مسائل کے متعلق لوگوں کا رویہ:

معاشرتی مسائل کے بارے میں لوگوں کا رویہ مختلف طرح کا ہوتا ہے ان میں سے چند کا ذکر نیچے کیا جاتا ہے۔

-1 بے تعلقی:

بعض افراد اور جماعتیں ہر قسم کے واقعات سے بے تعلق ہوتی ہیں۔ان کو کسی قسم کے واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ جب کوئی معاشرتی مسئلہ خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے، تب بھی اس قسم کے افراد اس میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔بعض لوگ ان مسائل میں دلچسپی نہیں لیتے۔جن سے وہ متاثر نہیں ہوتے۔ایسے افراد کی تعداد معاشرے میں کافی ہوتی ہے۔بعض افراد عدیم الفرصتی کے باعث سماجی مسائلے میں دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے اور وہ اس وقت تک بے تعلق رہتے ہیں جب تک مصیبت خود ان کے سر پر نہ آجائے۔اس کے علاوہ ابتداء میں آبادی کی اکثریت مسئلے میں دل چسپی نہیں لیتی اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتی ہے۔اس کی وجہ نفسیاتی ہے کیونکہ عام لوگ کسی مسئلے میں اسی وقت دلچسپی لیتے ہیں جب ان کو خطرے کا یقین ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ مسئلے کے وجود سے معاشرے کی فلاح خطرے میں ہے۔

-2 تقدیر پرستی:

راضی بتقدیر رہنا ہی بعض لوگوں کا فلسفہ زندگی ہوتا ہے۔تقدیر پرستی کا یہ فلسفہ ہمیشہ سے مقبول عام رہا ہے اور اسی فلسفے کے سہارے صدیوں انسانوں نے ہر قسم کی مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔اکثر لوگ اس خیال کے حامل ہوتے ہیں کہ دنیا کے دکھ ناگزیر ہیں اور مقدر میں لکھ دیئے گئے ہیں۔نیز ان کے حل کی بس ایک ہی صورت ہے کہ ان کو ہنس کر برداشت کیا جائے۔اس قسم کے لوگ دکھوں کے علاج کی کبھی کوشش نہیں کرتے یہ بات نہیں ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں یہ

خیال کبھی نہیں آتا کہ علاج کے لیے کچھ کیا بھی جا سکتا ہے۔ان کا حال غالب کے اس شعر کے مصداق ہوتا ہے:۔

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

3- شک اور بے یقینی:

بعض لوگ اپنی طبیعت اور مزاج میں شکی ہوتے ہیں۔انہیں کائنات کے اندر کوئی نظم وضبط نظر نہیں آتا۔معاشرتی مسائل بھی ان کو اس بے ربط اور بے نظام کائنات کا ایک حصہ ہی دکھائی دیتے ہیں اور ان کے خیال میں چونکہ کائنات میں انسان نظم نہیں پیدا کرسکتا۔اس لئے انسانی کوششیں حالات کی درستگی کے لیے بیکار ہیں۔یہ لوگ ایک خاص طرز فکر کے مالک ہوتے ہیں ان کے خیال میں انسان روز اول ہی سے کشتۂ آلام ہے اور وہ ہمیشہ گرفتار ہم ہی رہے گا۔اس لئے غم سے رہائی کے لیے کسی قسم کی حرکت بے سود ہے یہ لوگ ہر عمل اور کوشش کو شک اور بے یقینی سے دیکھتے ہیں اور وہ بقول غالب اس فلسفے پر عمل کرتے ہیں۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہ نما کرے کوئی

4- جزا وسزا پر یقین:

بعض لوگ زندگی کے مسائل کو انسان کے برے اعمال کی سزا تصور کرتے ہیں۔ان لوگوں کے خیال میں خداوند کریم انسانوں کو مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرکے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔انسان کے سارے رنج وغم اس کی بداعمالیوں کی سزا ہیں۔ان کے خیال میں قحط سالی،سیلاب،طوفان،جنگ،فسادات،وبائی امراض،تجارتی بحران اور دیگر آفات ارضی وسماوی قوت کی ناراضگی کے مظہر ہیں۔اس لئے انسانی مسائل کا حل معاشرتی اداروں کی تبدیلی یا سماجی پالیسوں کے نفاذ سے ناممکن ہے۔معاشرتی مسائل کا حل عبادات،ریاضت اور تسبیح وتہلیل ہی سے ممکن ہے۔

5- زود حسی اور شدت جذبات:

بعض لوگ زود حس ہوتے ہیں وہ جب مسائل سے دوچار ہوتے ہیں تو بے حد فکرمند اور پریشان ہو جاتے ہیں

اور شدت جذبات سے مغلوب ہو کر معاشرتی مسائل کو فوراً حل کرنا چاہتے ہیں اور مسائل کی توضیح و تشریح میں بالکل دلچسپی نہیں لیتے ان کی تمام توجہ ان فوری اقدامات پر ہوتی ہے جو وہ مسائل کے حل کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ یہ لوگ مظلوموں کی مظلومیت سے وقتی طور پر جذباتی ہو جاتے ہیں اور عطیات و چندے جمع کرتے ہیں، خیراتی فنڈ کھولتے ہیں اور امداد پہنچانے میں جلدی کرتے ہیں لیکن ان کی یہ امداد صرف گنے چنے لوگوں تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور اصل بیماری کی بیخ کنی نہیں ہونے پاتی۔ اس قسم کے لوگوں کا ایک بڑا کارنامہ یہ ضرور ہے کہ وہ اپنی زودحسی سے دوسرے افراد کی توجہ بھی معاشرتی مسائل کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

6- علمی تحقیقات اور جائزے

معاشرتی علوم کی جانب خالص عملی رویہ معاشرتی علوم کے ماہرین کا ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ لیکن صرف ہمدردی کو کافی نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں ہمدردی کو عملی شکل دینے کے لیے ایک ماہر فن کی واقفیت، ایک پیشہ ور کی مہارت اور ایک مخلص دوست کی ہمدردی اور عاقبت اندیشی بھی ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے معاشرتی علوم کے ماہرین مسئلہ کی چھان بین اور حل کے لیے خالص علمی و عملی طریقہ تحقیق اختیار کرتے ہیں۔ وہ پہلے مسئلے کی تعریف اور حد بندی کرتے ہیں پھر اس مسئلے سے متعلق جملہ حقائق اور کوائف کو جمع کرتے ہیں اور اس کے بعد مسئلے کے اسباب سے متعلق تمام مفروضے چن لیتے ہیں انہیں گمان غالب ہوتا ہے کہ مسئلے کا اصل سبب وہی ہے۔ اس کے بعد وہ اس سبب یا اسباب کو دور کرنے کے لیے پالیسی مرتب کرتے ہیں۔ یہ پالیسیاں عمل کی چند ایسی راہیں ہوتی ہیں جن کو اختیار کر کے ان اسباب کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ جن کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا۔

ماہرین اپنی پالیسیوں کو معاشرتی اقدار کی روشنی میں مرتب کرتے ہیں تا کہ طریق کار میں قدم قدم پر دشواریاں نہ ہوں۔ ان لوگوں کا کام بڑا صبر آزما اور حوصلہ شکن ہوتا ہے۔ ان کو بڑے جرأت آزما مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان کے پاس کسی مسئلے کا حل بنا بنایا تیار نہیں ہوتا۔ ان کو اپنی کوششوں کی راہ میں بعض جماعتوں کی مخالفت کا خدشہ لاحق رہتا ہے، ان کو مفاد پرست گروہوں کی ریشہ دوانیوں سے باخبر رہنا پڑتا ہے۔ بعض معاندین کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا ہوتی ہے اور خود مسئلے کے حل کے لیے ان کو غیر جانب دار رہنا ہوتا ہے۔ اپنے ذاتی انداز فکر، خیالات، جذبات اور تعصبات کو بالائے طاق رکھنا ہوتا ہے۔ یہ

لوگ مسئلے کی چھان بین کے دوران نہ تو اپنے افکار کے رجحان سے متاثر ہوتے ہیں اور نہ افواہوں اور دوسروں کے مشوروں سے۔

1.5 معاشرتی مسائل کے مطالعے کا طریقہ:

یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ معاشرتی مسائل واضح اور آسان نہیں ہوتے۔وہ بعض مبہم اور بے شمار کوائف میں الجھے ہوتے ہیں۔ہر مسئلہ بے شمار تعلقات کی گتھی ہوتا ہے۔اس لئے موضوعیت برقرار رکھتے ہوئے کسی معاشرتی مسئلے کی تشریح بڑی دشوار بات ہے۔معاشرتی مسائل کی وضاحت کے لیے سیاق وسباق کی ضرورت ہوتی ہے۔ان کی تشریح عام طور سے تین طریقوں سے کی جاتی ہے۔اول وہ طریقہ ہے جس میں معاشرتی افراتفری اور بے نظمی کا مطالعہ کیا جاتا ہے دوئم وہ طریقہ ہے جس میں افرادی بے راہ روی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔سوئم وہ طریقہ ہے جس میں اقدار کے تصادم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

1- معاشرتی انتشار اور بے نظمی کا مطالعہ:

کسی معاشرے میں انتشار اس وقت نمودار ہوتا ہے جب روائتی اقدار کا احترام افراد کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے اور خارجی اقدار و اطوار کا غلبہ ہو جاتا ہے۔روائتی اقدار یا تو بالکل مسمار ہو جاتی ہیں یا اس قدر کمزور ہو جاتی ہیں کہ وہ معاشرے کو سہارا دینے کی سکت نہیں رکھتیں۔معاشرتی انتشار اور بے نظمی کا مفہوم یہ ہے۔کہ معاشرتی آداب سے ترتیب، استحکام اور استقلال کی صفات غائب ہونے لگتیں ہیں۔افراد کے کردار میں ناہمواری آجاتی ہے اور لوگ پرانی روش پر چلنا چھوڑ دیتے ہیں۔اس لئے ماہرین معاشرتی بے نظمی کی تشریح کرتے وقت عام لوگوں کے کردار کی ناہمواری کو ضرور ذہن میں رکھتے ہیں۔ تشریح اس طرح کی جاتی ہے کہ ماہرین سب سے پہلے سیرت و کردار کی ان شکلوں کی وضاحت کرتے ہیں۔جو مسئلے کا آغاز ہوتے سے پہلے موجود تھیں۔پھر اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ افراد کے کردار معاشرتی تبدیلیوں کے زیر اثر کس طرح پارہ پارہ ہوئے اور اس کے بعد ان تجاویز کو زیر غور لایا جاتا ہے جو حالات کو سازگار بنانے میں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

2- انفرادی بے راہ روی کا مطالعہ:

معاشرتی نظم وضبط اور معاشرتی انتشار ارکان معاشرہ کے کردار سے الگ وجود نہیں رکھتے۔چونکہ معاشرتی انتشار کا اظہار افراد کے کردار کی ناہمواری سے ہی ہوتا ہے اس لئے افراد کا عام روش سے ہٹا ہوا عمل معاشرتی مسائل کے وجود میں

آنے کا باعث ہوتا ہے۔ لوگوں کو عام راستے سے ادھر ادھر بھٹکنا صرف معاشرتی اداروں کی بدنظمی پر ہی روشنی نہیں ڈالتا بلکہ بے راہ افراد کی نشوونما اور تعلیم وتربیت کی خامی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب کوئی شخص بے اطمینان اور بے سکون ہوتا ہے اور ہیجانی کیفیت اس کے قابو سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ عام روش سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کر لیتا ہے جب اس قسم کے افراد کی تعداد کافی ہو جاتی ہے تو وہ معاشرے کے لیے ایک مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اس طریق تحقیق سے صرف چند بے راہ افراد کے کردار کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

3- اقدار کے ٹکراؤ کا مطالعہ

معاشرے کی تمام اقدار پر ارکان معاشرہ کا اتفاق رائے نہیں ہوتا۔ جماعتوں میں اس بات پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ آپس کے ان تنازعات کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ افراد کے خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں اور پھر یہ معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جو اصل مسئلے کی پیدائش کا سبب ہیں۔ متضاد آراء سے پریشان ہو کر کچھ لوگ بے راہ ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ عام راہ سے بھٹک کر مخرج اخلاق وافعال کے مرتکب ہونے لگتے ہیں۔ اس لئے کسی بھی معاشرتی مسئلے کے صحیح فہم وادراک کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

جب کسی معاشرے میں مفاد پرست گروہ زیادہ طاقتور ہوتے ہیں تو وہ اپنے مخصوص اغراض ومقاصد کے پیش نظر معاشرتی مسئلے کو دباؤ ڈال کر یا تو بڑھا دیتے ہیں یا پھر خفیہ طریقوں سے مسئلے کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1.6 اہم نکات

-1 ایسی صورتحال جس سے معاشرے کی کثیر تعداد ناپسندیدہ طریقے سے متاثر ہو اور اس کو حل کرنے کے لیے مشترکہ طور پر سوچیں نیز اس سوچ پر عمل بھی کریں تو یہ حالت معاشرتی مسئلہ کہلاتی ہے۔

-2 معاشرتی مسائل کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

-1 ایسی حالت جس کی واقفیت ذرائع ابلاغ سے ہے۔

-2 ایسی حالت کو معاشرہ ناروا اور نا مناسب خیال کرتا ہے۔

-3 ایسی حالت جو اس درجے پر پہنچ جائے کہ لوگ اس کا حل سوچنے پر مجبور ہوں۔

-4 ایسی حالت جس کو بدلنے کے لیے اجتماعی کوششیں و عمل کی ضرورت ہو۔

-3 معاشرتی مسائل کے بارے میں لوگوں کا رویہ مختلف طرح کا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر:

1۔ بے تعلقی 2۔ تقدیر پرستی 3۔ شک اور بے یقینی

-4 معاشرتی مسائل کی جانب خالص عملی رویہ معاشرتی علوم کے ماہرین کا ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ مصیبت زدہ کے ساتھ گہری ہمدردی رکھتے ہیں۔

-5 مسائل کا مطالعہ عموماً تین طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

-1 وہ طریقہ ہے جس میں معاشرتی افراتفری اور بے نظمی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

-2 وہ طریقہ ہے جس میں افرادی بے راہ روی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

-3 وہ طریقہ ہے جس میں اقدار کے تصادم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

1.7 خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1 مندرجہ ذیل بیانات میں سے اگر بیان صحیح ہو تو ''ص'' اور غلط ہو تو ''غ'' پر نشان لگائیے۔

1- ایسی صورتحال جس سے معاشرے کی کثیر تعداد ناپسندیدہ طریقے سے متاثر ہو معاشرتی مسئلہ کہلاتی ہے۔ ص/غ

2- مارٹن ایچ نیومر کی نظر میں سماجی مسئلہ ذاتی اور معاشرتی انتشار کے اندر سے پیدا نہیں ہوتا۔ ص/غ

3- انسانوں کی طبقاتی تقسیم کبھی بھی اچھی نہیں خیال کی گئی۔ ص/غ

4- مذہب نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ تمام انسان خدا کی نظر میں برابر ہیں۔ ص/غ

5- معاشرتی مسائل ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جن سے ارکان معاشرہ کی بڑی تعداد متاثر ہوتی ہے۔ ص/غ

6- صرف اعداد و شمار جمع کر کے ہی مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ ص/غ

7- معاشرتی مسئلے کے حل کے لیے معاشرے کو ان خفیہ قوتوں کا مقابلہ کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ ص/غ

8- اکثر لوگ اس خیال کے حامل ہوتے ہیں کہ دنیا کے مسائل ناگزیر ہیں۔ ص/غ

9- بعض لوگ زندگی کے مسائل کو انسان کے برے اعمال کی سزا تصور کرتے ہیں۔ ص/غ

10- معاشرتی مسئلہ سادہ اور پیچیدہ معاشروں میں تکلیف دہ حالات کی عام خصوصیات پر محیط ہوتا ہے۔ ص/غ

11- معاشرتی مسئلہ افراد کی بنیادی ضروریات میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ ص/غ

12- معاشرتی مسائل کی واقفیت ذرائع ابلاغ سے نہیں ہو سکتی۔ ص/غ

13- اعداد و شمار جمع کرنے سے مسئلہ واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔ ص/غ

14- مسئلے کے وجود سے معاشرے کی فلاح کو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ ص/غ

15- معاشرتی تغیر سے عموماً دو متضاد طرز فکر رکھنے والے طبقے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ص/غ

سوال نمبر 2 معاشرتی مسئلے کے مطالعے، کا طریقہ کار مختصر بیان کریں۔

2-معاشرتی مسائل کے عمومی اسباب

آج کل دنیا کے تمام معاشروں میں جہاں معاشرتی مسائل کی شدت کو محسوس کیا جارہا ہے اس بات پر توجہ دی جا رہی ہے کہ ان مسائل کے پیدا کرنے والے اسباب کا پتہ چلا کر ان کو معاشرے سے ختم کرنے کے سلسلہ میں موثر اقدامات کئے جائیں۔ تحقیق اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کسی ایک معاشرتی مسئلے کے ابھرنے کا کوئی ایک سبب نہیں ہوتا بلکہ کئی اسباب مل کر معاشرے میں مسئلے کو ابھارتے ہیں۔ کہیں یوں بھی دکھایا گیا ہے کہ کسی ایک سبب سے معاشرہ بیک وقت کئی مسائل کی آماجگاہ بن گیا۔ کبھی معاشرے میں ایک مسئلے کی پیدا ہونے سے کئی دوسرے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسائل کا گہرا مطالعہ اور ان سے متعلق اسباب کی تحقیق ہی درست ترین نتائج تک پہنچا سکتی ہے۔

تمام معاشروں میں معاشرتی مسائل کے پیدا کرنے میں جن اسباب کا گہرا دخل ہے ان کا مختصر جائزہ درج ذیل کیا جارہا ہے۔ ان اسباب کی روشنی میں متعلقہ مسائل کی بھی نشاندہی کی جارہی ہے۔ ان میں چند مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ جو یہاں کے خاص پس منظر اور حالات کے سبب پیدا ہوئے ہیں جب کہ بیشتر مسائل ایسے ہیں جو نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے بیشتر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر معاشروں میں موجود ہیں۔ جہاں اس قسم کے اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔

2.1 معاشرتی تغیر (Social Change)

معاشرتی تغیر ہر دور اور ہر معاشرے میں آتا رہا ہے اور آج بھی دنیا کے بیشتر معاشرے تبدیلیوں سے دوچار ہیں۔ جہاں ان تبدیلیوں کو معاشرے میں لانے میں ایک طبقہ نمایاں کردار انجام دے رہا ہے۔ وہاں ہر معاشرے میں ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو ان تبدیلیوں کی مخالفت کرتے ہوئے ان تبدیلیوں کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اس طرح جب معاشرے میں دو متضاد طرز فکر رکھنے والے طبقے پیدا ہو جائیں تو معاشرہ کئی مسائل سے دوچار ہو جاتا ہے۔ جن میں والدین اور اولاد کے درمیان تنازعہ، اقدار میں تنازعہ، نوجوانوں کی بے راہ روی اور خاندانی انتشار جیسے مسائل قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ جب معاشرتی ادارے تغیر کی زد میں آتے ہیں تو ان کی ساخت اور وظائف میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ جن کے سبب متعلقہ اداروں

میں انتشار پھیلتا ہے اور یہ ادارے افراد کی ضرورت کی تسکین کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ان حالات میں مسائل، تعلیم، مسائل خاندان، مسائل شادی اور سیاسی و معاشی میدان میں مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔مگر معاشرتی تغیر رفتہ رفتہ معاشرے میں عام معمولات زندگی سے مطابقت حاصل کر لیتا ہے۔جس سے تبدیلیاں روزمرہ زندگی سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں اور مسائل بھی ختم ہو جاتے ہیں۔اس کے لیے وقت درکار ہے پاکستان اور دنیا کے بہت سے معاشرے آج کل تبدیلیوں کے ابتدائی دور سے گزر رہے ہیں جن میں تبدیلیاں معاشرتی زندگی سے ہم آہنگ نہیں۔لہٰذا یہاں بیشتر مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

2.2 صنعتی ترقی

مشینوں کی ایجاد سے صنعتوں کو ترقی دینے کا رجحان دنیا کے معاشروں میں بڑھتا جا رہا ہے یہ حقیقت ہے کہ صنعتی ترقی سے فوری معیشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ملک ترقی کر سکتا ہے۔مگر شروع شروع میں صنعتی ترقی سے معاشرے میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں جو ملک کے لیے بجائے فائدے کے مسائل کا سبب بن جاتی ہیں۔مثلاً ایسے معاشرے جہاں کی معیشت کا دارومدار زراعت پر رہا ہے۔صنعتوں کو فروغ دینے سے غربت، بے روزگاری اور طبقاتی کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔زرعی معاشروں میں لوگوں نے مشینوں کو ذہنی طور پر قبول نہیں کیا۔خاص طور پر ہمارے کسان روایتی طریقوں سے زراعت کے عادی ہیں اور کاریگر جو ہاتھ کی محنت سے روزگار حاصل کرتے ہیں یا جانوروں کی مدد سے آمد و رفت کا کام لیتے ہیں۔صنعتوں کی ترقی سے بے روزگاری کے شکار ہو گئے ہیں۔ان کی محنت کی اہمیت نہیں رہی۔صنعتی ترقی سے سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت ملتی ہے۔محنت کشوں کے دل میں ان کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔صنعتی ترقی سے جہاں شہروں کو فروغ ملتا ہے وہاں روپیہ پیسے کی ریل پیل سے نائٹ کلب جوا خانے، طوائفوں کے اڈے اور سینما جیسے غیر صحت مند تفریح کے ذرائع میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔جو بچوں اور نوجوانوں کے ذہن پر برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ان حالات کے ماتحت جرائم، بے راہ روی، خاندانی انتشار، طبقاتی کشمکش جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

2.3 ثقافتی خلاء

ثقافت کے مادی پہلوؤں میں ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔جب کہ ثقافت کے غیر مادی پہلو اس رفتار سے ترقی نہیں کرتے جس کے نتیجے میں معاشرے میں ایک طرح کا طرز فکر اور عملی زندگی میں فاصلہ بعد یا خلیج پیدا ہو جاتا ہے۔جس کو

ماہر عمرانیات ولیم ایف آگبرن (W.F. Ogburn) نے ثقافتی خلاء کا نام دیا ہے۔جن معاشروں میں ثقافتی خلاء پایا جائے۔ وہاں چند ایک مسائل پائے جاتے ہیں۔جن میں بوڑھوں کا مسئلہ، والدین اور اولاد کے درمیان تنازعہ، نوجوانوں کی بے راہ روی جیسے مسائل قابل ذکر ہیں، ثقافت کے مادی پہلوؤں میں ترقی کے سبب معاشرے میں مشینوں کا استعمال عام ہو جائے اور دوسری طرف اقدار و روایات یا افکار ان کے استعمال کی اجازت نہ دیں تو بے روزگاری اور غربت جیسے مسائل بڑھتے ہیں۔ مثلاً ہمارے کسان آج بھی زراعت میں جدید آلات اور مشینوں کا استعمال پسند نہیں کرتے جس سے فصلیں بہتر نہیں ہوتیں اور وہ غربت کا شکار ہیں۔

2.4 زندگی میں پیچیدگی

آج کا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔روزمرہ زندگی میں مشینوں کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔جس سے ایک طرف صنعتوں کا فروغ ہو رہا ہے تو دوسری طرف انسانی محنت کی قدر و قیمت گھٹتی جارہی ہے۔فلک بوس عمارتیں، تیز رفتار سواریاں، ملیں، کارخانے یہ سب آج کے معاشرے کی ترقی کی عکاس ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آج کے انسان کو وہ تمام آسائشیں میسر ہیں جو پہلے نہیں تھیں۔مگر جہاں تک اس کی معاشرتی زندگی اور اس کی مصروفیات کا تعلق ہے وہ دن بدن پیچیدہ ہوتی جارہی ہے اور اس میں الجھنیں اور مسائل بڑھتے جارہے ہیں۔زندگی کی پیچیدگی کے سبب مقابلے کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ ہر فرد ترقی کی دوڑ میں دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے بھی اسے بے حد محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔اگر وہ ترقی کی دوڑ میں مقابلے میں ناکام رہ جائے تو وہ شدید احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو معاشرتی سرگرمیوں سے دستبردار کر لیتا ہے۔یا پھر اس میں باغیانہ جذبات ابھر آتے ہیں۔جن کے سبب وہ تخریبی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگتا ہے۔قوانین کی خلاف ورزیاں کرنے لگتا ہے۔ان حالات میں جرائم، بے راہ روی، ذہنی امراض اور انتشار جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

2.5 اقدار کی کشمکش

غیر مادی ثقافت میں تغیر سے اقدار متاثر ہوتی ہیں۔پرانی قدریں اہمیت کھوتی جاتی ہیں۔اوران کی جگہ نئی اقدار نئے معیارات کے ساتھ ابھرتی ہیں۔چونکہ اقدار کا گہرا تعلق مذہب اور رسم و رواج سے ہوتا ہے اور یہ اقدار ایک طویل عرصے

سے لوگوں کے ذہنوں پر اثر انداز رہتی ہے۔ ان میں تبدیلی لوگ برداشت نہیں کرتے۔ کچھ لوگ نئی اقدار کا دفاع کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ لوگ پرانے اقدار کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کشمکش سے معاشرہ بیک وقت کئی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان تنازعہ اس سلسلے میں قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ایسے معاشرے جہاں مذہبی، ثقافتی اور نسلی اعتبار سے مختلف قومیتوں کا احساس ہو وہاں بھی متضاد اقدار کام کرنے لگتی ہیں۔ جس سے طبقاتی کشمکش، صوبائیت کے جھگڑے اور تصادم جیسے مسائل ابھر آتے ہیں۔

2.6 معاشرتی انتشار

کبھی کبھی معاشرے میں ادارے اپنے وظائف کی ادائیگی میں ناکام رہتے ہیں جس سے افراد کی ضروریات کی تکمیل بحسن وخوبی نہیں ہوتی تو اس سے نہ صرف اس متعلقہ سماجی ادارے میں بلکہ تمام معاشرے میں انتشار اور بدنظمی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جرائم، بے راہ روی، سیاسی عدم استحکام، خاندانی انتشار اور معاشی مسائل کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

2.7 غربت

معاشی حالات کی خرابی یا غربت کو ماہرین عمرانیات نے بیشتر مسائل کا سبب قرار دیا ہے۔ غربت بذات خود بھی ایک معاشرتی مسئلہ ہے۔ اس سے نہ صرف دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں بلکہ غربت سے ملک کے تعمیر اور ترقیاتی منصوبے بھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ غریب معاشروں میں افراد اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل قانونی حدود میں نہیں کر سکتے تو وہ غیر قانونی ذرائع اپنا لیتے ہیں۔ اس سے ملک میں جرائم اور بے راہ روی جیسے مسائل عام ہو جاتے ہیں۔ غربت کے سبب والدین اپنے بچوں کی مناسب تعلیم وتربیت کا انتظام نہیں کر سکتے۔ نیز غریب معاشروں میں تعلیمی اداروں شفاخانوں اور تفریح گاہوں کی کمی بھی واقع ہوتی ہے۔ جس سے بچوں کی پرورش پر برا اثر پڑتا ہے۔ غریب معاشروں میں یہی وجہ ہے کہ بچوں کی بے راہ روی جیسا مسئلہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ غریب معاشروں میں حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی ممکن نہیں، لوگ تنگ و تاریک مکانوں میں رہتے ہیں۔ ناقص غذا کھاتے ہیں اور مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں۔ عمرانی تحقیق سے ایک دلچسپ انکشاف یہ ہوا ہے کہ غریب معاشروں میں شرح پیدائش بلند ہوتی ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ غربت کے سبب لوگوں کو تفریح کا موقع نہیں ملتا اور ان کی تفریح کا سامان بچے ہوتے ہیں اس لئے وہ ان کی پیدائش نہیں روکتے۔ آبادی میں اضافہ ترقی

پذیر معاشروں کا سنگین مسئلہ ہے۔اس مسئلے کے ابھارنے میں غربت کا کافی دخل ہوتا ہے۔

2.8 دیہی و شہری نقل مکانی

دیہات کی شہروں کی جانب ہجرت کا سلسلہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔شہری زندگی کی چمک دمک اور روپے پیسے کی زیادتی کا تذکرہ دیہاتیوں کے دل میں شہر جا کر دولت مند بننے کی خواہش ابھارتا ہے اور وہ اپنی روایتی زندگی اور آبائی پیشوں کو ترک کر کے شہروں کی جانب چل پڑتے ہیں۔مگر شہر پہنچ کر ان کی تمام امیدوں پر اوس پڑ جاتی ہے اور انہیں زبردست دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ نہ صرف خود پریشان ہوتے ہیں بلکہ ان کی موجودگی شہروں کو کئی مسائل کا شکار بنا دیتی ہے۔ دیہاتوں کے شہروں کی جانب نقل مکانی سے گو شہر وسیع ہو رہے ہیں مگر ان کی آباد کاری مسئلہ بنتی جا رہی ہے۔اس کے علاوہ جو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں ان کا تعلق بھی دیہاتیوں سے ہے۔مثلاً دیہاتی عموماً ان پڑھ ہوتے ہیں اور کسی میدان میں مہارت نہیں رکھتے۔بے انتہا سادہ لوح اور اونچ نیچ کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔وہ دیہات سے اپنے ذہن میں راتوں رات امیر بننے کا تصور لے کر شہروں کی جانب آتے ہیں یہاں آ کر جب انہیں ملازمت نہیں ملتی تو ان کے لیے غذا اور رہائش کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ان حالات میں عموماً انہیں شہر کے گندے اور پسماندہ علاقوں میں رہنا پڑتا ہے۔یہاں پر انہیں جرائم کی ترغیب ملتی ہے یا انہیں مجرم آلہ کار بنا کر اپنا مقصد پورا کرتے ہیں۔

ان حالات میں وہ مجرم اور ان کے بچے بے راہ رو بن جاتے ہیں۔ایسے لوگ جب کترے، چور اور سمگلر بن جاتے ہیں۔ان کے علاوہ ان دیہاتیوں کے لیے شہری اور دیہاتی زندگی کا فرق بھی عذاب بن جاتا ہے۔اگر انہیں ملازمت مل بھی گئی اور ان کے معاشی مسائل حل بھی ہو گئے تو وہ عدم مطابقت کے سبب ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔

2.9 جنگ یا سیاسی بحران

ہر معاشرے میں امن و سکون کی بحالی اور تنظیم برقرار رکھنے کے لیے سیاسی استحکام لازمی ہوتا ہے اگر حکومت یا سیاسی ادارے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینے سے قاصر رہیں تو ملک انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔لاقانونیت پھیل جاتی ہے۔معاشرے میں منفی قوتیں برسر پیکار آ جاتی ہیں۔جس سے معاشرے پر ضبط ختم ہو جاتا ہے۔خود غرضی اور بد کردار افراد اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔جس سے جرائم بے راہ روی اور انتشار پھیلتا ہے۔اس قسم کے حالات پیدا

کرنے میں جنگ کا بھی کافی دخل ہے ۔ وہ معاشرے جہاں جنگ چھڑتی ہو اندرونی طور پر انتشار بدنظمی اور مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں چونکہ حکومت کی پوری توجہ جنگ پر مرکوز ہوتی ہے ۔ ملکی اندرونی معاملات پر توجہ کم ہو جاتی ہے ۔ اس موقع سے مجرم اور ملک دشمن عناصر ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ معاشی حالات پر بھی جنگ کا برا اثر ہوتا ہے ۔ جنگ کے دوران ملک میں مہنگائی بڑھتی ہے ۔ اشیاء کا ملنا دشوار ہو جاتا ہے ۔ ان حالات میں سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، اشیاء کی مصنوعی قلت جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں ۔ جنگ کے خاتمے پر بھی کچھ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں ۔ مثلاً جنگ میں مرد کام آ جاتے ہیں، عورتیں اور بچے بے سہارا رہ جاتے ہیں ۔ بحالت مجبوری انہیں بے راہ روی اپنانی پڑتی ہے ۔

2.10 شخصی انحطاط

ہر معاشرہ افراد کے کردار کو منظم کرنے کے لیے کچھ اصول و قوانین نظام اقدار اور معیارات کو تشکیل دیتا ہے ۔ جس کی ہر فرد کو پابندی کرنی پڑتی ہے ۔ اگر کوئی فرد ان سے انحراف کرتا ہے تو معاشرہ اس کا محاسبہ کرتا ہے اور وہ فرد مذہب معاشرتی قوانین اور حکومت کی نظر میں قابل سزا ہوتا ہے ۔ جیسے شراب نوشی ، بدکاری، بری عادات میں مبتلا ہونا ۔ جنسی بے راہ روی ہمارے معاشرے میں شخصی انحطاط کی نشانیاں ہیں اور ایسا فرد قابل مذمت اور قابل سزا ہے ۔ یہاں پر اس بات کا ذکر اہم ہے کہ اچھائی یا برائی کے معیارات ہر معاشرے میں مختلف ہوتے ہیں یا وہ کردار جو ایک معاشرے میں انحطاطی کردار (Daviant Senayiour) ہے ۔ وہی کردار دوسرے معاشرے میں نارمل اور قابل قبول ہوتا ہے اور وہاں کے معاشرتی تقاضے (Social Demands) جو ایک فرد سے متوقع ہوں مختلف ہوتے ہیں ۔ مثلاً خواتین میں جنسی بے راہ روی یا مردوں سے میل جول ہمارے معاشرے میں تو ناپسند کیا جاتا ہے جب کہ یہ بات امریکہ یا انگلستان میں قابل قبول ہے ۔ شخصی انحطاط عام ہو جائے تو معاشرے میں بے راہ روی، جرائم ، اخلاقی گراوٹ اور انتشار جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں ۔

2.11 جسمانی و ذہنی امراض:

جسمانی یا ذہنی اعتبار سے بیمار افراد اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا نہیں کر سکتے بلکہ ان کی کفالت اور تیمارداری دوسروں پر بوجھ بن جاتی ہیں ۔ اگر خاندان کا سرپرست بیمار ہو جائے تو خاندان کی کفالت مسئلہ بن جاتی ہے ۔ اگر ماں بیمار رہے تو پورے گھر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے ۔ بچوں کی تربیت دیکھ بھال متاثر ہوتی ہے ۔ اسی طرح اپاہج یا بیمار بچے بھی

والدین کے لیے باعث رنج و پریشانی بنے رہتے ہیں۔جن کا والدین کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ اپنی دیگر ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام نہیں دے سکتے۔جسمانی یا ذہنی امراض میں اضافہ قومی سطح پر دیکھا جائے تو یہ پوری قوم کی تعمیر و ترقی میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔اس لئے کہ وہ افراد جو ذہنی اور جسمانی طور پر کام کے قابل نہیں نہ صرف یہ کہ ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ نہیں لے سکتے۔ بلکہ ان کے علاج یا دیکھ بھال کا بوجھ حکومت کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ان حالات میں بچوں کی بے راہ روی،جرائم، بیروزگاری اور خواتین کی بے راہ روی جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

2.12 فطری آفات

جب بھی کوئی معاشرہ فطری آفات کا شکار ہو جاتا ہے تو اس میں ایک طویل عرصے تک مسائل کی شدت کو محسوس کیا جاتا ہے، سیلاب، زلزلے، قحط اور وبائی امراض کے پھوٹنے سے آبادی کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ پیداوار اور صنعتیں متاثر ہوتی ہیں کام کرنے والوں کی کمی کے سبب روزمرہ زندگی کے کاموں میں خلل پیدا پڑتا ہے۔ بے گھر افراد کی آبادکاری کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔جسمانی اور ذہنی امراض کی تعداد میں اضافہ مسئلہ بن جاتا ہے۔معاشرے کی ازسرِنو تعمیر و تشکیل میں ایک طویل عرصے تک کوشش اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

2.13 رسم و رواج، روایات

عام زندگی کے وہ طور طریقے جو کسی زمانے میں آباؤ اجداد کی نظر میں ناپسندیدہ تھے۔نسل در نسل منتقل ہو کر بغیر کسی تبدیلی کے اپنا لئے جاتے ہیں۔ان طریقوں کو رسم و رواج کا نام دے کر ہر معاشرہ میں ہر فرد کو ان کا پابند بنایا جاتا ہے۔بعض رسم و رواج وقت کے گزرنے کے ساتھ اپنی اہمیت کھو چکے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ تکلیف دہ اور نقصان پہنچانے والی قدریں بن جاتے ہیں۔مگر آباؤ اجداد کی تقلید کا رجحان انہیں اپنانے پر مجبور رکھتا ہے۔ ہندوستان، پاکستان، افریقہ، آسٹریلیا کے قبائلی علاقوں میں معاشرتی زندگی میں رسم و رواج اور روایات کا کافی دخل ہے ان معاشروں میں ہمیں ایسے مسائل ملتے ہیں جن سے عوام سخت پریشان تو لگتے ہیں مگر ان سے نجات حاصل کرنا ان کے بس کی بات نہیں لگتی۔ان مسائل میں جہیز شادی بیاہ کی رسومات پر فضول اخراجات، مذہبی اور ثقافتی تہوار، رسمیں، مختلف موقوع پر تحائف کا تبادلہ جیسے مسائل قابل ذکر ہیں۔

مشغلہ نمبر 2

اپنے قرب و جوار کا مشاہدہ کر کے کسی معاشرتی مسئلے کی نشاندہی کریں پھر اس مسئلے کے دو اسباب بھی لکھیں:

-1 ....

-2 ....

2.14 اہم نکات

3-معاشرتی مسائل اور ماہرین کا کردار

معاشرتی مسائل کے اسباب مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں۔

1- معاشرتی تغیر
2- صنعتی ترقی
3- ثقافتی خلاء
4- زندگی میں پیچیدگی
5- اقدار کی کشمکش
6- معاشرتی انتشار
7- غربت
8- دیہی شہری ہجرت
9- جنگ یا سیاسی بحران
10- شخصی انحطاط
11- نسلی یا ثقافتی اختلافات
12- جسمانی و ذہنی امراض
13- فطری آفات
14- رسم و رواج

دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ایسا نہیں جو مکمل طور پر معاشرتی مسائل سے مبرا ہو کیونکہ جب ایک سے زیادہ گروہ یا لوگ اکٹھے رہتے ہیں تو معاشرتی مسائل کا پیدا ہونا لازمی امر ہے اور انسان ان کو حل کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

عمرانیات ایسے معاشرتی مسائل کا مطالعہ کرتی ہے جس سے عوام کی اکثریت متاثر ہو اور ماہرین عمرانیات انہیں حل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہوں۔

(الف) ماہرین عمرانیات معاشرے میں موجود ایسی ناپسندیدہ صورتحال کا مطالعہ کرتے ہیں جس سے لوگ بری طرح متاثر ہو رہے ہوں اور جو ان کی روزمرہ زندگی کو تلخ کرنے کا باعث منتج ہوں۔ ماہرین عمرانیات ایسی ناپسندیدہ صورتِ حال کا تفصیلاً مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں اور اسے ''معاشرتی مسئلہ'' قرار دیتے ہیں۔

(ب) ماہرین عمرانیات معاشرتی مسئلے کے نقصانات اور دوررس اثرات سے عوام اور حکومت کو آگاہ کرتے ہیں۔ تا کہ

لوگ اپنی مدد آپ کے تحت ان کو حل کرنے کی کوشش کریں اور حکومت بھی عوام کے تعاون سے ان کی بیخ کنی کے لیے کچھ کرے۔

(ج) ایسے ممالک جہاں کی آبادی میں تعلیم کا تناسب کم ہوتا ہے وہاں کے عوام مسائل کے اسباب اور وجوہات سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور عام طور پر اس کا ذمہ دار حکومت کو گردانتے ہیں۔ جس سے سیاسی انتشار پھیلنے کا ڈر رہتا ہے۔ ماہرین عمرانیات انہیں مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے صحیح صورت حال اور اسباب سے آگاہ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی ملک میں مہنگائی کا ذمہ دار حکومت کو گردانا جاتا ہے جبکہ اس کی اور بھی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں مثلاً بین الاقوامی حالات، فطری آفات اور افراط آبادی وغیرہ۔

کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں ماہرین عمرانیات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ اقوام عمرانیات اور ماہرین عمرانیات کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہیں۔

مختلف معاشرتی موضوعات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور تحقیقات کے لیے بڑے پیمانے پر ذرائع اور مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

ماہرین عمرانیات اپنا فعال کردار اسی وقت ادا کر سکتے ہیں جب عوام اور حکومت ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے مشوروں پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ ہر ترقیاتی پروگرام میں ان کی آراء کو مدنظر رکھا جائے اور ان کے تحقیقاتی عمل کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

3.1 اہم نکات

1- ماہرین عمرانیات معاشرے میں موجود ناپسندیدہ صورتحال کا تفصیلاً مطالعہ کرتے ہیں۔

2- ماہرین عمرانیات معاشرتی مسئلے کے اثرات سے عوام اور حکومت کو آگاہ کرتے ہیں۔

3- ماہرین عمرانیات معاشرتی مسئلے کے اسباب اور صحیح صورتِ حال کو مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے آگاہ کرتے ہیں۔

3.2 خود آزمائی

سوال نمبر 1 مندرجہ ذیل بیانات میں اگر بیان صحیح ہیں تو "ص" اور غلط ہیں تو "غ" پر نشان لگائیں۔

1- معاشرتی تغیر رفتہ رفتہ معاشرے میں عام معمولات زندگی سے مطابقت حاصل کر لیتا ہے۔ ص/غ

2- صنعتی ترقی سے سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت ملتی ہے۔ ص/غ

3- غیر مادی ثقافت میں تغیر سے اقدار متاثر نہیں ہوتیں۔ ص/غ

4- آبادی کے مسئلے کو ابھارنے میں غربت کا کافی دخل ہوتا ہے۔ ص/غ

5- شخصی انحطاط عام ہو جائے تو معاشرے میں انتشار سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ص/غ

سوال نمبر 2 معاشرتی مسائل کی کوئی سے چھ اسباب یہاں درج کریں۔

1- ____

2- ____

3- ____

4- ____

5- ____

6- ____

سوال نمبر 3 معاشرتی مسائل میں ماہر عمرانیات کا کردار واضح کریں۔

4- جوابات

خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1 (1) ص (2) غ (3) ص (4) ص (5) ص

(6) غ (7) ص (8) ص (9) ص (10) ص

(11) غ (12) غ (13) ص (14) غ (15) ص

سوال نمبر 2 اس سوال کا جواب یونٹ کے متعلقہ حصہ سے تلاش کریں۔

خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1 (1) ص (2) ص (3) ص (5) ص

سوال نمبر 2 خود حل کریں۔

سوال نمبر 3 اس سوال کا جواب یونٹ کے متعلقہ حصہ سے تلاش کریں۔

5- کتابیات

1. Cooley, C.H — Social Disorganization
2. Elliot & Merril — Social Disorganization
3. Horton & Hunt — Sociology
4. Koenig Samuol — Sociology
5. Ogburn, W.F. andNimkoff, M.F. — Sociology

ایس۔ایم۔شاہد، سیاسی و معاشرتی نظریات، نیو پیلس چوک اردو بازار۔لاہور

پاکستان کے معاشرتی مسائل

(Social Problems of Pakistan)

تحریر: نسیم خان محسود
نظر ثانی: فرحانہ خٹک

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں عصر حاضر کے پاکستانی معاشرے میں پائے جانے والے مختلف معاشرتی مسائل (جیسے غربت، کثرت آبادی، بچوں کی مشقت، دہشت گردی وغیرہ) جن کا ہمیں سامنا ہے کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ ہم عمرانیات (Sociology) کی رو سے معاشرتی مسائل سے کیا مراد لیتے ہیں؟ ان معاشرتی مسائل کی وجوہات کیا ہیں؟ کیسے یہ معاشرتی مسائل لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان میں تبدیلیاں لاتے ہیں؟ ان معاشرتی مسائل کا سدباب کیسے ممکن ہے؟ معاشرتی مسائل کے ان تمام ممکنہ پہلوؤں کی وضاحت اس یونٹ کا ایک اہم حصہ ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد:

1- طالب علم اس قابل ہو سکیں گے کہ منتخب معاشرتی مسائل کی نوعیت اور شدت کو بہتر انداز سے بیان کر سکیں۔

2- طالب علم اس قابل ہو سکیں گے کہ پاکستان کے معاشرتی مسائل کے اسباب کو سمجھ سکیں۔

3- طالب علم اس قابل ہو سکیں گے کہ معاشرتی مسائل کے مجموعی معاشرے (Over all Society) پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

4- طالب علم انفرادی طور پر اس قابل ہو سکیں گے کہ معاشرتی مسائل کے خاتمے کے لئے ممکنہ تجاویز دے سکیں۔

5- طالب علم اس قابل ہو سکیں گے کہ معاشرتی مسائل پر اور بھی موثر انداز سے لکھ سکیں۔

6- طالب علم اس قابل ہو سکیں گے کہ معاشرتی مسائل پر اپنی مثبت تنقید اور تعمیری و تخلیقی سوچ پیدا کر سکیں۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
1- معاشرتی مسائل	158
1.1- معاشرتی مسائل سے کیا مراد ہے؟	158
1.2- معاشرتی مسائل کے عناصر	159
1.3 پاکستان کے معاشرتی مسائل	159
1.4- معاشرتی مسائل کے اثرات	159
1.5- معاشرتی مسائل کے ممکنہ حل کیلئے تجاویز	161
1.6- خود آزائی نمبر 1	163
2- دہشت گردی	164
2.1- دہشت گردی بطور ایک معاشرتی مسئلہ	164
2.2- دہشت گردی کے اسباب	168
2.3 دہشت گردی کے معاشرے پر اثرات	170
2.4- دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اقدامات	172
2.5- خود آزائی نمبر 2	174
3- کثرت آبادی	175
3.1- کثرت آبادی بطور ایک معاشرتی مسئلہ	175
3.2- کثرت آبادی کے اسباب	179
3.3 کثرت آبادی کے معاشرے پر اثرات	181
3.4- کثرت آبادی کی روک تھام کے لئے اقدامات	182

-3.5	خودآزمائی نمبر 3	184
-4	غربت	185
-4.1	غربت بطور ایک معاشرتی مسئلہ	185
-4.2	غربت کے اسباب	187
4.3	غربت کے معاشرے پر اثرات	189
-4.4	غربت کے خاتمے کے لئے اقدامات	191
-4.5	خودآزمائی نمبر 4	192
-5	بچوں کی مشقت	193
-5.1	بچوں کی مشقت بطور ایک معاشرتی مسئلہ	193
-5.2	بچوں کی مشقت کے اسباب	196
-5.3	بچوں کی مشقت کے معاشرے پر اثرات	198
-5.4	بچوں کی مشقت کے خاتمے کے لئے اقدامات	200
-5.5	خودآزمائی نمبر 5	201
-6	اہم نکات (Important Points)	202
-7	جوابات خودآزمائی (Answers of Self Assessment Activities)	204
-8	فرہنگ اصطلاحات (Explanations of Difficult Concepts)	206

1- معاشرتی مسائل (social Problems)

1.1- معاشرتی مسائل سے کیا مراد ہے؟

افراد کسی بھی ریاست کا اہم ستون ہوتے ہیں۔ کسی بھی ریاست کی اہم ذمہ داریوں میں لوگوں کی بنیادی ضروریات جیسے کہ خوراک، تحفظ، روزگار وغیرہ کو پورا کرنا سرفہرست ہے۔ جب لوگوں کی یہ بنیادی ضروریات پوری نہ ہو پائیں تو معاشرے میں مختلف نوعیت کے مسائل جنم لیتے ہیں جن کو ہم معاشرتی مسائل سے تعبیر کرتے ہیں۔

آج کے پیچیدہ (complex) دور میں چاہے وہ ترقی یافتہ دنیا ہے یا ترقی پذیر ممالک سب کو مختلف نوعیت کے معاشرتی مسائل کا سامنا ہے۔ لینڈ برگ (Land Berg) کے مطابق:

''معاشرتی مسئلہ ایک ایسا انحراف پر مبنی رویے کا نام ہے جو لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسی خاص سمت میں معاشرے کے بتائے ہوئے حدود سے باہر ہو کر اپناتے ہیں''

اس کی وضاحت ہم یوں بھی کر سکتے ہیں کہ معاشرتی مسائل سے مراد ایک ایسی حالت ہے جس میں لوگوں کی ایک بڑی اکثریت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا یہ ایک ایسے ناپسندیدہ رویہ کا نام ہے جس کو لوگوں کی اکثریت درست کرنا چاہتی ہے۔ معاشرتی مسائل تب جنم لیتے ہیں جب معاشرے کے رائج کردہ قوانین سے انحراف کیا جاتا ہے۔ معاشرتی مسائل چونکہ رائج نظام معاشرت کے لئے خطرہ ہوتے ہیں اس لئے انکا بروقت سدباب ضروری ہوتا ہے ایسا نہ ہو تو یہ معاشرتی استحکام کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے استحکام کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں۔
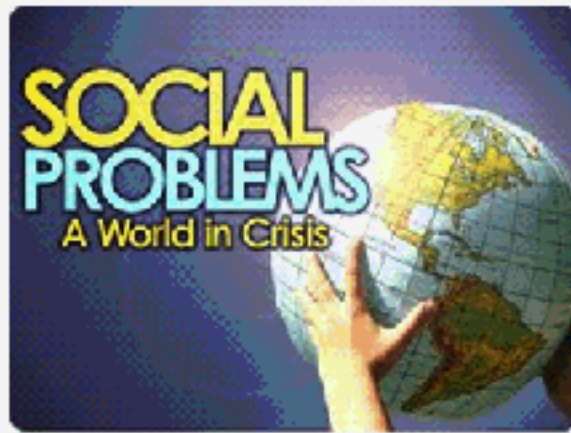
1.2- معاشرتی مسائل کے عناصر (Elements of Social Problems)

معاشرتی مسائل کے عناصر درج ذیل ہیں:

☆ معاشرتی مسائل کو لوگوں کی اکثریت ناپسندیدہ حالت گردانتی ہے۔

☆ معاشرتی مسائل کو انفرادی طور پر حل نہیں کیا جاسکتا، اس کے لئے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ معاشرتی مسائل سے لوگوں کی اکثریت براہ راست متاثر ہوتی ہے۔

☆ معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کو سمجھنا بھی کافی مشکل ہوتا ہے اور یہ پیچیدہ عمل ہے۔

1.3 پاکستان کے معاشرتی مسائل (Social Problems of Pakistan)

معاشرتی مسائل اور خرابیوں کا سامنا دنیا کے تمام معاشروں کو ہوتا ہے۔ پاکستان بھی بہت سے معاشرتی مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ پاکستان میں مسائل بہت ہیں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان مسائل کو کتنی توجہ دی جاتی ہے اور ان کے حل کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ جب معاشرتی مسائل کو بروقت توجہ نہیں دی جاتی اور ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی مسائل معاشرے کے لئے بہت بڑا خطرہ بن جاتے ہیں اور معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ معاشرہ انحراف، منشیات کا استعمال، سمگلنگ، رشوت ستانی، غربت، ناخواندگی، بے روزگاری، عدم تحفظ جیسے مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بیرونی سرمایہ کاری میں کمی، معاشی ابتری اور مہنگائی جیسے ایشوز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور ان تمام معاشرتی مسائل کا سامنا کر رہا ہے جو دیگر ترقی پذیر ممالک کو درپیش ہیں۔ تاہم سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس کے معاشرتی مسائل اور بھی سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں۔ دور حاضر میں پاکستان کو بہت سارے معاشرتی مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

☆ غربت	☆ خواتین کا کمتر معاشرتی مقام
☆ کثرت آبادی	☆ وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم
☆ مہنگائی	☆ سیاسی عدم استحکام

☆ بے روزگاری ☆ دہشت گردی

☆ بچوں کی مشقت ☆ ناخواندگی

☆ لاقانونیت ☆ پینے کے لئے صاف پانی/بنیادی سہولیات صحت

☆ ناانصافی ☆ نسلی ولسانی اور فرقہ وارانہ اختلافات

☆ توانائی کا بحران ☆ انسانی حقوق کے مسائل

☆ جرائم ☆ انحراف/بے راہ روی

☆ منشیات کا استعمال ☆ رشوت ستانی

☆ انتقال آبادی ☆ سمگلنگ

1.4- معاشرتی مسائل کے اثرات (Effects of Social Problems)

جیسے جیسے معاشرے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں تو معاشروں میں کئی سماجی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ۔ کسی بھی تبدیل ہوتی ہوئی صورت حال میں لوگوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ نئی جہتوں کو اپنائے یا پرانی اقدار کے ساتھ منسلک رہیں۔ ایسی صورت میں عام طور پر معاشرے میں کھچاؤ کی صورت پیدا ہوجاتی ہے ۔ ترقیاتی حکمت عملیوں میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ اس سماجی کشیدگی اور کھچاؤ کی صورت حال کو پرامن سماجی ہم آہنگی میں تبدیل کریں تاکہ یہ مزید آگے بڑھ کر معاشرتی مسائل کا روپ نہ دھارلیں۔

معاشرتی مسائل کے کسی بھی معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جس میں سے اہم اثر معاشرہ کے امن و استحکام اور لوگوں کی ہم آہنگی پر پڑتا ہے۔ جس سے معاشرہ میں جارحیت اور عداوت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ جو معاشرے میں عمومی مایوسی اور سماجی بے اطمینانی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ مجموعی طور پر معاشرتی مسائل کسی مسئلے کا حل پیش نہیں کرتے بلکہ مسائل کی شدت میں اضافہ کرتے ہیں اور لوگوں کے لئے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ لفظ مسئلہ کے کوئی ایک مستند معنی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کسی بھی مسئلہ کے معنی نوعیت اور شدت دو مختلف معاشروں میں مختلف ہوسکتی ہے لہذا ضروری نہیں کہ جو مسئلہ آج جس نوعیت

اور شدت کا ہو وہ کل بھی انہیں معنوں میں لیا جا چاہیے۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "سماجی مسئلہ" معاشرتی مسائل کے اثرات، معاشرے کے تمام اداروں بشمول خاندان، معیشت، سیاست، مذہب اور تعلیمی اداروں پر محیط ہیں۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے نظام خاندان میں قدیم طرز حاکیت ختم ہو کر جمہوری طرز خاندان نے جگہ لے لی ہے۔جس سے بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے نہ صرف زراعت میں انسانوں کی جگہ مشینوں نے لے لی ہے بلکہ صنعتوں کو بھی فروغ ملا ہے۔جہاں ترقی کے ساتھ ساتھ بہت سی سماجی پیچیدگیوں نے بھی جنم لیا ہے۔ذرائع آمد و رفت نے نہ صرف فاصلوں کو ختم کیا بلکہ شہری سہولتوں کے حصول کو بھی ممکن کر بنایا جس سے انتقال آبادی شہروں میں جرائم کی تعداد میں اضافہ، مکانوں کی قلت، ناقص غذا وصحت کی صورت حال، لاقانونیت، مہنگائی میں اضافہ ہوا۔بلکہ تعلیم و ہنر کی بنیاد پر روزگار کیلئے مقابلے کی فضا پیدا ہوئی جس سے معاشرتی تناؤ کو فروغ مل رہا ہے۔کمزور سیاسی وحکومتی نظام کی وجہ سے ناانصافی، رشوت ستانی ،وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم نے ایک مقابلے اور عدم استحکام کی فضا پیدا کر دی ہے ان مسائل کی وجہ سے مجموعی طور پر ملکی اداروں کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔معاشرتی مسائل، معاشرتی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہیں اور جب تک ان مسائل کی سنگینی کو سمجھا نہ جائے اور ان کے حل کے لئے بھرپور توجہ نہ دی جائے تب تک کسی بھی معاشرے میں امن واستحکام اور ہم آہنگی کی فضاء، پیدا نہیں ہو سکتی۔جب معاشرتی مسائل کو حل نہ کیا جائے تو معاشرتی ترقی، معاشرتی ارتقاء اور معاشرتی تغیر کے عوامل رک جاتے ہیں جو مجموعی طور پر معاشروں کو بہت پیچھے لے جاتے ہیں۔

1.5- معاشرتی مسائل کے ممکنہ حل کیلئے تجاویز

(Suggestions for Possible Solutions of Social Porblems)

معاشرتی مسائل کے ممکنہ حل کے لئے تجاویز کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

وسائل کی مساویانہ تقسیم

امیر وغریب کے درمیان فرق کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وسائل کو مساویانہ انداز میں تقسیم کیا جائے

فوری انصاف

انصاف کے نظام میں درستگی اور پائیداری ہی فوری انصاف کی ضامن ہے۔

رشوت کا خاتمہ

ملکی سطح پر رشوت کے کلچر کے خاتمے کے لئے (NAB) اور ایف آئی اے جیسے اداروں کو مضبوط کیا جائے تا کہ رشوت جیسے جرائم کا سدباب ممکن ہو سکے۔

تعلیمی سلیبس میں اکیسویں صدی کے حساب سے تبدیلیاں

تعلیمی نصاب میں دورجدید کے حساب سے تبدیلیاں ضروری ہیں تا کہ طالب علم دورجدید کے تقاضوں کے مطابق علم وہنر حاصل کر سکے اور موجودہ دور کے مسائل کو بہتر انداز میں سمجھ سکے اور مفید اقدامات تجویز کر سکیں۔

بنیادی سہولیات صحت تک رسائی

لوگوں کی بنیادی صحت کی سہولت تک رسائی کو ممکن بنایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ماحول میں صفائی ستھرائی کے طریقوں سے آگاہی بہم پہنچائی جائے تا کہ بہت سے مہلک بیماریوں سے بچاؤ ممکن ہو سکے ا

بنیادی حقوق کی فراہمی

لوگوں کے بنیادی حقوق خاص طور پر خواتین اور اقلیتوں کے حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

غربت کے خاتمے کیلئے وسیع ملکی سطح پر اقدامات

ملکی سطح پر ایسے اقدامات کی طرف توجہ جو غربت اور بچوں سے مزدوری جیسے مسائل کے خاتمے کا سبب بنیں۔

اضافہ آبادی کی روک تھام کیلئے اقدامات

بڑھتی ہوئی آبادی کی روک تھام کے لئے میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں میں کثرت آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل اور چھوٹے کنبے کے فوائد سے متعلق آگاہی پیدا کی جائے۔

نئے ڈیمز (Dams) کی تعمیر

توانائی کے بحران سے نمٹنے کے لئے نئے ڈیمز کی تعمیر اور نئے توانائی کے ذرائع کی دریافت کو اہمیت دی جائے۔

روزگار کے لئے نئے وسائل کی فراہمی

نوجوانوں کو ہنر مند بنایا جائے اور نئے روزگار کے وسائل تلاش کئے جائیں تا کہ پاکستان جس کی زیادہ آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے روزگار حاصل کر سکیں اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

1.6 خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1- موزوں الفاظ تلاش کر کے خالی جگہیں پر کریں۔

1- معاشرتی مسائل کو لوگوں کی اکثریت --------حالت گردانتی ہے۔

2- معاشرتی مسائل کے منفی اثرات معاشرے کے ------اور لوگوں کی ہم آہنگی پر پڑتے ہیں

3- سماجی مسئلہ مستقل اور---------کے معنی نہیں رکھتا۔

4- معاشرتی مسائل کی وجہ سے------------کو فروغ ملتا ہے۔

5- مجموعی طور پر معاشرتی مسائل کی وجہ سے-------کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

6- دور جدید کے تقاضوں کے مطابق--------حاصل کرنا مسائل کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

7- لوگوں کے بنیادی حقوق خاص کر---------کے حقوق کی فراہمی بہت سے مسائل کا حل ہے

سوال نمبر 2- مختصر جواب دیں۔

1- معاشرتی مسائل سے کیا مراد ہے؟

2- پاکستان کے چند اہم معاشرتی مسائل کی نشاندہی کیجئے۔

2- دہشت گردی

2.1- دہشت گردی بطور ایک معاشرتی مسئلہ

(Terrorism as a Social Problem)

دہشت گردی ایک عالمی معاشرتی مسئلہ ہے جس کے اثرات کا دائرہ کار انتہائی ترقی یافتہ ممالک جیسے امریکہ، برطانیہ وغیرہ سے لے کر ترقی پذیر ممالک جیسے کہ افغانستان، انڈیا، پاکستان پر محیط ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی پچھلی ایک دہائی سے انتہائی گھمبیر اور سنگین معاشرتی مسئلے کے طور پر سامنے آئی ہے۔

پاکستان میں دہشت گردی، معاشرتی امن، سیاسی استحکام اور معاشی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

پاکستان میں دہشت گردی آج کا ایشو نہیں بلکہ اس مسئلہ کو پروان چڑھنے میں کئی دہایاں لگی ہیں۔

دہشت گردی سے مراد:

''تشدد اور دہشت کے خوف کے ذریعے ریاستی املاک کو نقصان پہنچا کر یا عوام الناس پر تشدد یا تشدد کی دھمکی کے ذریعے اپنے سیاسی، مذہبی یا نظریاتی مقاصد کا حصول ہے۔''

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے میں چند شر پسند عناصر لوگوں میں دہشت پیدا کر کے، ان میں خوف پیدا کر کے، ریاست پر پریشر ڈال کر اور معصوم لوگوں کے جذبات ابھار کر اور ملکی استحکام کو خطرے میں ڈال کر اپنے ذاتی مقاصد کا حصول ممکن بناتے ہیں۔

نیچرل سائنسز میں کسی بھی تصور کی وضاحت نمبرز کے ذریعے کی جاتی ہے جبکہ سوشل سائنسز میں تصورات کو الفاظ کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے اور ان الفاظ کے معنی مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ ? =2+2 کیا ہوتا ہے تو جواب 4 ہی آئے گا۔ لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ آزادی، خواندگی یا انصاف کے کیا معنی ہیں تو لوگوں کے جواب مختلف ہوں گے۔ اس کی وجہ ان کی ثقافت، علاقہ، زبان اور تجربات کا مختلف ہونا ہے۔ یہی حال دہشت گردی کے تعریف کا ہے۔ اگرچہ دہشت گردی کی عالمی سطح پر کوئی ایک متفقہ تعریف نہیں ہے تاہم آسان فہم زبان میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لفظ ''دہشت'' سے مراد خوف اور ڈر کی انتہائی صورت ہے۔ دہشت گردی ایک نفسیاتی حالت کا نام ہے جو کہ عدم تحفظ اور خوف پیدا کرنے کے لئے جسمانی اور ذہنی کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف مفکرین، ممالک، انٹرنیشنل ادارے ''دہشت گردی'' کو کیسے بیان کرتے ہیں۔

اقوام متحدہ

(United Nations 1999 General Assembly Resolution 54/109)

''کچھ خاص افراد کا ایک ایسا گروہ جو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ایسے مجرمانہ اقدامات کریں جو لوگوں میں خوف و ہراس کی صورت حال پیدا کرنے کا سبب بنے۔ چاہے اس کی حقیقت کسی بھی سیاسی، نظریاتی، نسلی، لسانی، مذہبی یا فلسفے کی بنیاد پر کیوں نہ ہو ہر حال میں Unjustified ہیں۔''

کوفی عنان (Kofi Anan) سابقہ جنرل سیکریٹری اقوام متحدہ کے مطابق:

''دہشت گردی، قانون کی بالادستی، جمہوریت، انسانی حقوق اور معاشرتی استحکام کے لئے عالمی خطرہ (Global Threat) ہے۔ دہشت گردی کے تمام طریقہ کار مجرمانہ اور ناجائز ہیں۔ چاہے کوئی بھی کسی بھی طرح اس کا ارتکاب کرے۔''

والٹر لیکیور (Walter Laqueur) کے مطابق:

''دہشت گردی کا مطلب ہے کہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے طاقت کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے معصوم لوگوں کو نشانہ بنایا جائے۔''

جیمز ایم پولینڈ (James M. Poland) کے مطابق:

''دہشت گردی ایک پلان محتاط، منظم، لوجیکل طریقے سے قتل، طاقت، اور دہشت کے ذریعے معصوم لوگوں کو خوف زدہ کر کے اور معاشرے میں انارکی/بدنظمی پیدا کر کے اپنے سیاسی یا پہلے سے پلان شدہ مقاصد کو حاصل کرنا ہے۔''

پاکستان میں دہشت گردی کو سمجھنے کے لئے 9/11 کے واقعہ سے دو دہائی پہلے کے حالات کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔ 1980ء کے دہائی میں پاکستان کے قبائلی علاقوں کو افغان روس جنگ میں استعمال کیا گیا۔ یہ ہی قبائلی علاقے ہیں جو مطلوبہ دہشت گردوں کی موجودگی اور دہشت گردی کے اہم ٹھکانوں کے لئے دنیا کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ یہ جنگ تقریباً ایک دہائی تک جاری رہی۔ جنگ کے خاتمے کے بعد افغانستان کے ان ٹرینڈ تنظیموں کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے کچھ تنظیموں نے انتہائی طاقت حاصل کی اور اپنی ذات میں ایک الگ ریاست کے طور پر ابھرنے کی کوششیں کیں اور ان مقاصد کے حصول کیلئے پاکستان کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنایا۔ 1980ء کی دہائی میں بننے والی متنازعہ اسلامی پالیسیوں نے بھی مذہبی انتہاپسندی کو پاکستان میں فروغ دیا۔ 9/11 کے واقعہ نے دنیا کے سیاسی و نظریاتی نہج کو تبدیل کر دیا ہے۔ عالمی سیاسی تبدیلیوں کے براہ راست اثرات پاکستان پر بھی نظر آتے ہیں۔

پاکستان میں 10-2000 تک 3,486 سے زائد بم بلاسٹ 283 اہم خودکش حملے، 3.5 ملین لوگ بے گھر ہوئے، 68 بلین ڈالرز کی معیشت کو نقصان، 200,000 سے بھی زائد فوجی فرنٹ لائن پر اور 90,000 فوجی افغان سرحدوں پر دہشت گردی سے نمٹ رہے ہیں۔ تاہم پچھلی دہائی میں انسانی جانوں کے ضیاع کی تفصیل درج ذیل ٹیبل میں دی گئی ہے۔

Table1: Annual Fatalities in Terrorist Violence in Pakistan 2003-2009 (Source: satp.org)

Date till 26 june 2009

	Civilians	Security forces personnel	Terrorists/ insurgent	Total
2003	140	24	25	189
2004	435	184	244	863
2005	430	81	137	648
2006	608	327	538	1471
2007	1523	567	1479	3599
2008	2155	654	3906	6715
2009*	1222	520	3938	5680
Total	6532	2385	10268	19165

اس کے علاوہ 2,142 افراد 2005 کے ڈرن حملوں میں، 831 افراد 2010 کے ڈرون حملوں اور 548 افراد 2011 میں پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ڈرون اٹیکر میں مارے جا چکے ہیں۔ دہشت گردی کی لپیٹ میں بازار، مساجد، تعلیمی ادارے، دفاتر، ہوٹلز سمیت کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں۔ دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے جو چاہے ریاست کی طرف سے ہو یا غیر ریاستی تنظیموں کی جانب سے، انتہائی سنگین عمل ہے جس سے مجرم کو کم اور معصوم لوگوں کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی نہ صرف ملکی سلامتی کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے بلکہ ملکی معاشی ترقی بھی اس سے بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ جسے نقصان پاکستان میں رہنے والوں کو سب سے زیادہ ہو رہا ہے۔

2.2- دہشت گردی کے اسباب (Causes of Terrorism)

دہشت گردی کی جڑیں پاکستان میں بہت گہرائی تک جاتی ہیں۔ اس کی وجوہات میں اسلحہ اور بارود تک آسان رسائی، متزلزل حکومت، ناانصافی، غربت، بے روزگاری اور ناخواندگی جیسے عوامل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تمام عوامل مل کر ذہنی ہیجان اور احساس محرومی کو جنم دیتے ہیں اور یہ دہشت گردی کی جانب ابتداء ہو سکتی ہے۔ دہشت گردی کے عمومی اسباب درج ذیل ہیں۔

افغان جنگ:

افغان، روس جنگ میں پاکستان کی ''جہادی کارروائیوں'' کے ذریعے شمولیت، پاکستان میں دہشت گردی کی ایک اہم وجہ ہے۔ افغان جنگ کے خاتمے کے بعد پاکستان یہ اندازہ نہیں کر سکا کہ مستقبل میں 1970 کی دہائی میں بنائی جانے والی Strategies کی کیا شکل، سائز طاقت اور Utility سامنے آئے گی۔ اس وقت کی قیادت کی سوچ سے بھی یہ باہر تھا کہ یہ تنظیمیں اپنا اثر دوسرے علاقوں تک بھی لے جا سکیں گی اور آج ان میں سے کچھ تنظیمیں اتنی طاقتور ہو چکی ہیں کہ وہ پاکستان کے ہی خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور اب پاکستان کی قومی سلامتی کے لئے یہ دہشت گردی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

مذہبی انتہا پسندی:

دہشت گردی کے واقعات میں مذہبی انتہا پسندی کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ پاکستان میں 80-1970 کی دہائیوں میں بننے والی متنازع اسلامی پالیسیوں نے مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ اختلافات و تصادم کو فروغ دیا۔ مذہبی انتہا پسندی کی وجہ سے پاکستان میں غیر مسلم دنیا کے لئے بے انتہا ناپسندیدگی بڑھی اور بالآخر نفرت میں تبدیل ہوئی اور اس مقصد کیلئے پاکستان کے اسلامی مدارس کو استعمال کیا گیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ:

نیویارک میں 11 ستمبر 2001ء میں ہونے والی دہشت گردی کے واقعہ نے عالمی سطح پر سیاسی اور فکری سوچ کو تبدیل کیا۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کے بارے میں اور جہاد کے بارے میں نظریات تبدیل ہوئے۔ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ (War against terrorism) میں پاکستان اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ مغربی دنیا میں اسلام کو بطور

دہشت گردی کوفروغ دینے والا مذہب جبکہ خود کش حملوں اور انتہا پسندی کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار ادا کر رہا ہے۔امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی اہمیت اسلئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ افغانستان میں القاعدہ کے سربراہان کی موجودگی پاکستان کے امن و استحکام کے لئے خطرات کو بڑھا رہا ہے۔کیوں کہ پاکستان کا امریکہ کا اتحادی بننے کے فیصلے نے معاشرے میں منفی تاثرات کو جنم دیا ہے۔جس کی وجہ سے ایک دہائی گزرنے کے بعد بھی دہشت گردی کے حوالے سے پاکستان کی صورت حال مزید گھمبیر ہو چکی ہے۔

سماجی ومعاشی عوامل:

دہشت گردی کو پاکستان میں فروغ دینے میں بہت سے سماجی ومعاشی عوامل کا فرما رہے ہیں۔غذائی قلت، مہنگائی، کلاشنکوف کلچر، قبائلی علاقوں میں قانون کی عدم موجودگی جیسے عوامل سرفہرست ہیں۔اس کے علاوہ معاشی وسائل کی کمی، روزگار کے محدود ذرائع، افغان مہاجرین کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی بھی اہم سماجی ومعاشی عوامل میں شامل ہیں۔

غربت:

پاکستان میں غربت اور مہنگائی وقت کے ساتھ ساتھ بہت تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔جس کی ایک بڑی وجہ وسائل کی عدم دستیابی وغیر منصفانہ تقسیم ہے۔پاکستان کے قبائلی علاقوں میں غربت کی صورت حال بہت نازک ہے۔قبائلی علاقوں میں ساٹھ فیصد 60فیصد سے بھی زائد لوگ غربت کی انتہائی سطح سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ وسائل روزگار کی عدم دستیابی اور بڑھتی ہوئی غربت نوجوانوں کو دہشت گرد بننے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔پاکستان کے تقریباً 80 فیصد غریب لوگ دیہی علاقوں میں رہتے ہیں۔جن میں سے اکثریت کی بنیادی ضروریات زندگی تک رسائی مشکل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ غربت سے بہت سارے معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انتہا پسند اور دہشت گرد تنظیمیں لوگوں کی ان مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ان کو استعمال کرتے ہیں۔

ناخواندگی:

پاکستان میں ناخواندگی ایک اہم وجہ ہے دہشت گردی کی۔ کیوں کہ بہت سے لوگوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کیا جاتا ہے جبکہ انہیں خود اسلام کے بارے میں زیادہ پتہ نہیں ہوتا۔ افراد کی اس لاعلمی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور ان کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔

بے روزگاری:

پاکستان کی آبادی کی ایک واضح اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے جن کی اکثریت بے روزگار ہے۔ بے روزگاری کی ایک بڑی وجہ نئی انڈسٹریز کا نہ ہونا ہے۔ روزگار حاصل کرنے اور معاشی وسائل کو بڑھانے کی خواہش نوجوانوں کو دہشت گرد تنظیمیں جوائن کرنے پر مجبور کررہی ہیں۔

2.3 دہشت گردی کے معاشرے پر اثرات

(Effects of Terrorism on Society)

پاکستان کی قومی سلامتی کے لئے دہشت گردی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کے بہت دوررس اثرات ہیں۔

☆ خودکش حملوں نے "لال مسجد" کے واقعہ کے بعد سے پاکستان میں دہشت گردی کو ایک نئی جہت دے دی ہے۔ پاکستان کو مشرقی سرحدوں سے انڈیا خاص کر ممبئی حملوں 2008ء کے بعد سے اور مغربی سرحدوں سے ان انتہا پسندوں کی دہشت گردی کا سامنا ہے۔ جو دن بدن پاکستان کے مرکزی شہروں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سوات اور قبائلی علاقوں میں پاکستان کو فوجی اپریشن کرنے پڑ رہے ہیں۔ یہ ساری صورت حال مجموعی طور پر پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرات کا باعث بن رہے ہیں۔

☆ ملکی معیشت پر دہشت گردی اور انتہاپسندی کے Clinical اثرات ہیں۔ ایک طرف یہ براہ راست ملک کی معاشی ترقی پر اثرانداز ہوتی ہے تو دوسری طرف کمزور ملکی معیشت دہشت گردی کے خاتمے میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ فاٹا (FATA) جو کہ دہشت گردی کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس کی ایک وجہ عرصہ دراز سے ان علاقوں میں معاشی و سماجی ترقی کا نہ ہونا ہے۔ اسلحہ اور منشیات کی تجارت کے علاوہ محدود ذرائع روزگار نے ان

علاقوں کو مجرموں کے لئے جنت بنادیا ہے۔ 2007ء سے خاص کر بڑھتی ہوئی قانون کی ابتر صورت حال، بڑھتے ہوئے خودکش حملے، سیاسی ابتری، دہشت گردی کی وجہ سے زراعت کے شعبے کو نقصانات، بیرونی سرمایہ کاری میں کمی، سیاست کے شعبوں کو نقصانات، جیسے عوامل نے پاکستان کی معیشت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔محدود وسائل کے ساتھ پاکستان میں دہشت گردی جیسے معاشرتی مسئلے کو ختم کرنا بہت مشکل عمل ہے۔

☆ اندرونی انتقال آبادی (Internally Displaced Population) ایک بہت بڑا المیہ ہے۔دہشت گردی کی وجہ سے سوات میں ہونے والے فوجی اپریشن اور قبائلی علاقوں میں ہونے والے فوجی اپریشن کے نتیجے میں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو اپنے گھروں سے بے دخل ہونا پڑا جس کی وجہ سے یہ لوگ بنیادی ضروریات زندگی جیسے کہ بجلی، خوراک، صحت کی سہولتیں، پینے کے لئے صاف پانی وغیرہ کو بہت مشکل سے پورا کر پا رہے ہیں۔ ان لوگوں کی دوبارہ اپنے گھروں اور علاقوں میں آبادکاری، روزگار اور تعلیم کی فراہمی پاکستان کے لئے بڑے امتحانات میں سے ایک ہے۔

☆ دہشت گردی انسانی نفسیات پر بہت سے مضر اثرات مرتب کرتی ہے۔دہشت گردی کا سب سے اہم ہتھیار جو استعمال کیا جاتا ہے وہ ہے خوف اور اس مقصد کو معصوم شہریوں کو نشانہ بنا کر حاصل کیا جاتا ہے۔جب عام آدمی کی زندگی کا ہی کوئی تحفظ نہ ہو تو اس کے دوررس اثرات معاشرے کی ترقی اور لوگوں کے نظریہ فکر پر بری طرح سے مرتب ہوتے ہیں۔جو مجموعی طور پر معاشرے میں مایوسی اور عدم تحفظ کے احساس کو جنم دیتے ہیں۔

☆ دہشت گردی بہت سی انسانی جانوں کے ضیاع کا باعث ہے۔حتی کہ پاکستان نے اپنے کئی اہم سیاسی رہنما بشمول محترمہ بے نظیر بھٹو کو بھی دہشت گردی میں کھودیا ہے۔اپنے پیاروں کو ہمیشہ کے لئے کھودینے یا دہشت گردی کی وجہ سے کسی بھی جسمانی و ذہنی معذوری کا شکار ہونے سے مجموعی طور پر معاشرے میں لوگ مقصدیت کھوتے جارہے ہیں۔زندگی کا مقصد سمجھ نہیں آتا اور مایوسی کے اندھیروں میں ڈوبتے جارہے ہیں۔

2.4- دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اقدامات

(Solutions for Elimination of Terrorism)

☆ زمینی سطح پر دہشت گردی کا مقابلہ مسلح افواج کے ذریعے ہی ممکن ہے جیسا کہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے سوات میں فوجی آپریشن نے ڈھال کا کردار ادا کیا۔ تاہم اس شیلڈ کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

☆ قانون سازی اور قانون کی عملداری کے اس Approach کو نسبتاً فوج کے ذریعے دہشت گردی کو روکنے سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس نظریہ کے تحت دہشت گردی کے واقعات کو مکمل طور پر جرم قرار دیا جائے۔ نیز کریمنل جسٹس سسٹم اور اس کے Components جیسے کہ پولس، ججز، عدالتیں وغیرہ کی کارکردگی پر منحصر ہے کہ وہ مستقبل میں دہشت گردی جیسے مسائل سے کیسے نمٹتی ہیں۔ اس لئے اندرون ملک مشینری بہت اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

☆ پاکستان میں بدقسمتی سے سیاسی ادارے کو استحکام نہیں مل سکا ہے۔ مسلسل فوجی مداخلت اور آمریت اس کی ایک اہم وجہ ہے کہ کبھی بھی پاکستان میں مضبوط پالیسیز نہیں بن سکیں۔ اس وجہ سے مضبوط سیاسی کلچر پروان نہ چڑھ سکا جبکہ دہشت گردی جیسے معاملے سے نمٹنے کے لئے سیاسی استحکام ضروری ہے۔ جمہوریت میں ہی انسانی حقوق کی بحالی، انسانیت کا احترام اور برداشت کے عوامل شامل ہوتے ہیں جو کہ ایک معاشرے کو جوڑے رکھنے اور اس میں استحکام لانے کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ آمریت سے یہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے۔ جمہوریت جس میں عوام کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے اور عوام کے نمائندے حکومت کا حصہ ہوتے ہیں وہ بہتر طور پر عوام کی نمائندگی کرسکتے ہیں اور ان کے مسائل کو سمجھ سکتے ہیں۔ سیاسی ادارے کی کمزوری ملک میں جمہوریت کی ناکامی کا باعث بنتے ہیں۔ بلکہ ملکی سلامتی کے لئے بھی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ کمزور سیاسی اور حکومت نظام دہشت گردی کو استحکام دینے کا باعث بنتے ہیں۔

☆ بڑھتی ہوئی آبادی، حکومتی مشینری کی کمزوری، احتساب کی کمی پرانے ادارایاتی طریقہ کار، بیرونی خطرات کا مقابلہ نہ کرنے کی صلاحیت، متضاد نظریات اور قومی سلامتی کو لاحق خطرات کسی بھی ملک میں معاشی عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے حالات میں وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم، دہشت گردی، نسلی و لسانی اختلافات کو فروغ دیتے ہیں۔

لہذا معاشی اداروں کا استحکام ناگزیر ہے۔

- ☆ پاکستان کو ملکی معاشی ، سیاسی اور مذہبی ایشوز پر توجہ دینی چاہیے۔معاشرے میں منفقہ سماجی رویوں میں بہتری کی ضرورت ہے۔کیونکہ دہشت گرد تنظیموں کی سب سے زیادہ توجہ معاشرے کے محروم طبقوں پر ہوتی ہے۔اور ان محرومیوں کو ختم اور دہشت گردی کو کنٹرول کرنے کے لیے Communication اور Integration ہی بہترین ذرائع ہیں۔
- ☆ پاکستان نے دہشت گرد تنظیموں پر پابندی کے لئے مختلف اقدامات اٹھائے ہیں۔اس سلسلے میں دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے اپریشن راہ نجات اور اپریشن راہ راست انجام دے چکا ہے۔انتہا پسند اور دہشت گرد تنظیموں کے خلاف سخت قانونی کارروائیاں ہونی چاہیے تاکہ مستقبل میں دہشت گردی جیسے مسائل سے بچا جا سکے۔
- ☆ اسلامی مدارس میں اصلاحات کی جائیں اور دہشت گردی جیسے مسئلے کے خاتمے کے لئے تمام مذہبی گروہوں کے سربراہان کو شامل مذاکرات کیا جائے تاکہ مسئلہ کا شارٹ ٹرم اور Long term حل نکل سکے۔
- ☆ تعلیمی اداروں میں محققین اور اساتذہ نئے سرے سے اسلامی احکامات کی تشریح اکیسویں صدی کے چیلنجز (جیسے کہ معاشرتی انصاف) کو مدنظر رکھتے ہوئے کریں۔
- ☆ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے میڈیا اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔میڈیا کو بتانا چاہیے کہ اسلام، شخصی آزادی، امن، بھائی چارے اور استحکام کا مذہب ہے۔اور تشدد انتہائی ناپسندیدہ، اور خودکشی اسلام میں حرام ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دہشت گردوں کی مختلف کارروائیوں کی بھی نشاندہی کریں۔پاکستان کی عوام، حکومت اور سیکورٹی فورسز کو اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے متحد ہونا پڑے گا۔

2.5 خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1- مندرجہ ذیل میں غلط / صحیح کے نشانات لگائیے۔

1- دہشت گردی کا دائرہ کار صرف ترقی پذیر ممالک تک محدود ہے۔ ....

2- لفظ "دہشت" سے مراد خوف اور ڈر کی انتہائی صورت ہے۔ ....

3- دہشت گردی کے مختلف طریقہ کار کا مجرمانہ اور ناجائز ہونا ضروری نہیں۔ ....

4- دہشت گردی کے واقعات میں مذہبی انتہاپسندی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ....

5- زمینی سطح پر دہشت گردی کا مقابلہ مسلح افواج کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ ....

سوال نمبر 2- درج ذیل سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

1- دہشت گردی کا مفہوم کیا ہے؟

2- دہشت گردی کے معاشرے پر اثرات کی وضاحت کیجئے۔

3- کثرت آبادی (Over Population)

3.1- کثرت آبادی بطور ایک معاشرتی مسئلہ

(Over Population as a Social Problems)

کسی بھی ملک کی آبادی کا سائز، اس کی شرح آبادی میں اضافہ، جنس وعمر کے حساب سے آبادی کی تقسیم جاننا بہت ضروری ہے تاکہ ملکی ترقی کے منصوبوں، پیداواری صلاحیت، دولت کی تقسیم کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے۔ علم آبادیات حکومتی اداروں کے لئے، کاروبار کے لئے، معاشی پالیسیوں اور پلاننگ کے لئے، مستقبل کی فیصلہ سازی اور معیشت کی کارکرگی کا جائزہ لینے کے لیے کلی طور پر اہمیت کی حامل ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے صنعتی انقلاب اور جدید ٹیکنالوجی کے دور میں آبادی ایک مسئلہ بن چکی ہے۔ دنیا کے کئی مما لک میں کم آبادی ایک مسئلہ ہے تو دنیا کے بیشتر مما لک میں کثرت آبادی ایک سنگین صورت اختیار کر چکی ہے۔ عالمی سطح پر دنیا میں ہر ایک منٹ میں 159 افراد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ٹیبل میں دی گئی ہے۔

WORLD POPULATION CLOCK, 2010

	Births	Deaths	Addition
In one year	140184169	56907606	83276563
One month	11682014	4742301	6939714
One day	384066	155911	228155
One Hour	16003	6496	9606
One Minute	267	108	159

کثرت آبادی ایک معاشرتی مسئلہ تب بنتی ہے جب اکثریت پر اسکے منفی اثرات مرتب ہوں۔ جب لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ حالات پر قابو پانا ناممکن ہے اور یہ اکثریت کے لئے ایک ناپسندیدہ صورت حال بن جائے اور لوگ اس سے چھٹکارا پانا چاہتے ہوں تو نہ صرف کثرت آبادی بلکہ کوئی بھی ایسا مسئلہ معاشرتی مسئلہ بن جاتا ہے۔

کثرت آبادی سے عام طور پر یہ مراد ہے کہ:

'' اگر کسی علاقے میں افراد کی تعداد وہاں کے معاشی وسائل سے زیادہ ہو۔ نامناسب غذائی صورتحال ہو۔ اور عام معاشرتی زندگی کی سہولیات موجود نہ ہوں تو ایسے علاقے کو کثیر آبادی علاقہ کہیں گے۔''

اس وقت دنیا کے بیشتر ترقی پذیر ممالک جن میں پاکستان بھی شامل ہے کثرت آبادی کے مسئلہ سے دوچار ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا شمار دنیا کے چھٹے بڑے ملک میں ہوتا ہے۔ اور ایک اندازے کے مطابق 2050ء تک پاکستان کا شمار دنیا کے چوتھے بڑے ملک میں ہوگا۔ دنیا کے زیادہ آبادی والے ممالک کی تفصیل درج ذیل ٹیبل میں ہے۔

MOST POPULOUS COUNTRIES (2010 & 2050)

S.No	Country (2010)	Population (Millions)	Country (2050)	Population (Million)
1.	China	1,338	India	1,748
2.	India	1,189	China	1,437
3.	United State	310	United State	423
4.	Indonesia	235	Pakistan	335
5.	Brazil	193	Nigeria	326
6.	Pakistan	185	Indonesia	309
7.	Bangladesh	164	Bangladesh	222
8.	Nigeria	158	Brazil	215
9.	Russia	142	Ethiopia	174
10.	Japan	127	Congo. Dem. Rep.	166

آزادی کے وقت پاکستان کی آبادی 32.6 ملین تھی۔ جبکہ تقریباً پچھلے 64 سالوں میں ہم نے 144.6 ملین کی آبادی کا اضافہ کیا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے شرح آبادی میں اضافے کے لحاظ سے ممالک میں ٹاپ پر ہوتا ہے۔ 2011ء میں پاکستان کی شرح آبادی 2.07 ہے۔ پاکستان کی آبادی کی تفصیل درج ذیل ٹیبل میں ہے۔
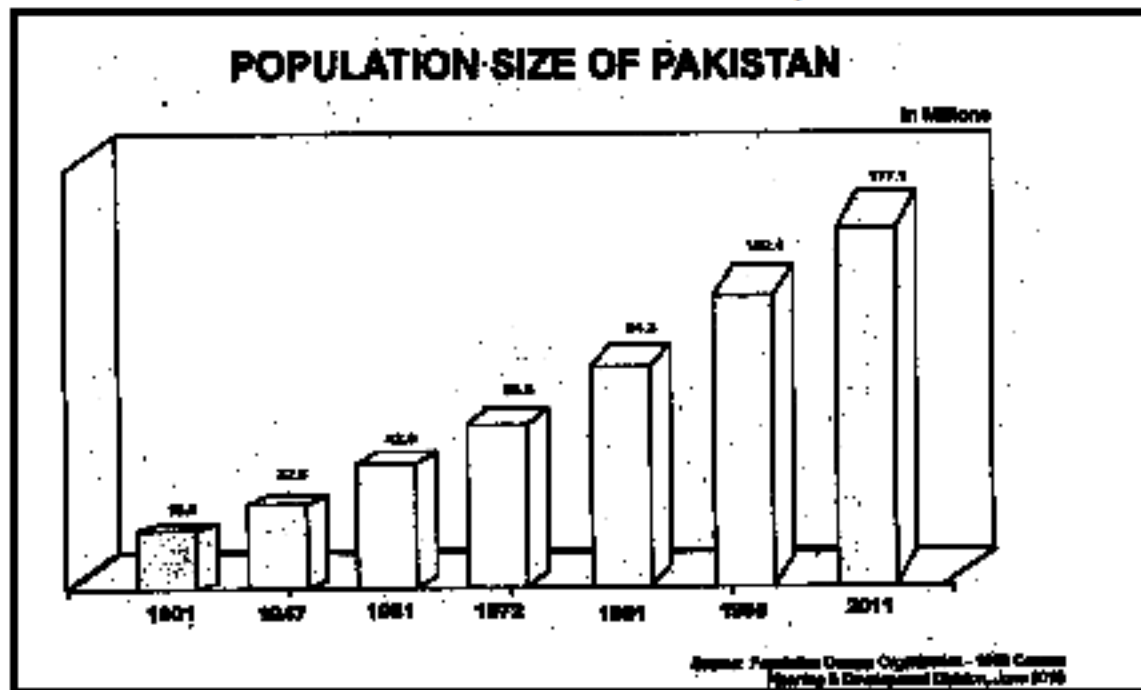
اس کے علاوہ 12-2011 میں آبادی کے لحاظ سے پاکستان کی 67.5 ملین آبادی شہروں میں اور 111.82 ملین آبادی دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہے۔ایک اندازے کے مطابق 2030ء تک پاکستان میں سب سے زیادہ آبادی پنجاب میں 128.3 ملین، دوسرے نمبر پر سندھ 59.1 ملین، KPK 33.0 ملین، بلوچستان 13.3 ملین، فاٹا 6.3 ملین اور اسلام آباد 2.0 ملین بالترتیب ہوگی۔پاکستان کے مختلف صوبوں کی آبادی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

POPULATION PROJECTIONS BY PROVINCE
(1998-2030)

Region	1998	2007	2011	2015	2020	2030
Pakistan	132.4	162.9	177.1	191.5	210.1	242.1
Punjab	73.6	89.4	96.6	103.8	112.9	128.1
Sindh	30.4	38.5	42.2	46.0	50.8	59.1
KPK	17.9	21.8	23.8	25.8	28.5	33.0
Balochistan	6.6	8.2	9.1	9.9	11.1	13.3
FATA	3.2	3.8	4.2	4.6	5.2	6.3
Islamabad	0.8	1.2	1.3	1.5	1.7	2.0

جب بڑھتی ہوئی آبادی کی شرح کے حساب سے لوگوں کی بنیادی ضروریات جیسے کہ تعلیم، رہائش، خوراک اور ذرائع روزگار پوری نہ ہو رہی ہوں تو کثرت آبادی ایک معاشرتی مسئلہ بن کر ابھرتی ہے۔پاکستان میں ہر ایک منٹ میں 7 افراد کا اضافہ ہو رہا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ٹیبل میں دی گئی ہے۔

PAKISTAN POPULATION CLOCK, 2010

	Births	Deaths	Addition
In one year	4850000	1290000	3560000
One month	404167	107500	296667
One day	13288	3534	9753
One Hour	554	147	406
One Minute	9	2	7

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (NTPS) کے مطابق:

کثرت آبادی کی وجہ سے 44.9 ملین پاکستانی غربت کی سطح سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ 65.5 ملین لوگ ایسے ہیں جن کو پینے کے صاف پانی تک رسائی نہیں ہے۔ 66.8 ملین لوگ ایک کمرے کے چھوٹے اور تاریک گھروں میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ 90 ملین کی آبادی کے پاس مناسب صفائی کی سہولیات نہیں ہیں۔

تاہم اس کے علاوہ کثرت آبادی کی وجہ سے نہ صرف تعلیمی سہولیات کا فقدان ہوتا ہے بلکہ رہائش، صحت کی سہولیات، صاف پینے کا پانی، خوراک، زرعی زمین کی بھی کمی کا معاشرے کو سامنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کثرت آبادی، بے روزگاری، شہری علاقوں میں لوگوں کے ہجوم، گھروں کی تنگی، خوراک کی برآمدات، ماحولیاتی مسائل، کچی آبادی، غربت، بدامنی اور جرائم میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

3.2- کثرت آبادی کے اسباب (Causes of Over Population)

ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ کثرت آبادی ہے۔ ہمارے یہاں آبادی کا مسئلہ ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں۔ چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

☆ غربت کی وجہ سے ہمارے ہاں بہت سے لوگ خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ خوراک کی اس کمی کی وجہ سے ہمارے ہاں بہت سے دودھ پیتے بچے کم عمری میں ہی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی اس شرح اموات کے پیش نظر دنیا کے بہت سے غریب ممالک میں اکثر لوگ زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے بڑے کنبے وجود میں آتے ہیں اور آبادی میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

☆ 19 ویں اور 20 ویں صدی میں ہونے والی عالمی سطح پر تبدیلیاں اور ٹیکنالوجی نے دنیا میں آبادی کی صورت حال کافی تبدیل کر دی۔ ترقی یافتہ ممالک میں خواتین کا روزگار میں شامل ہونا وہاں پر آبادی میں کمی کا باعث بنا تو ترقی پذیر ممالک میں جدید سہولیات زندگی نے شرح اموات کو قابو کیا اور چونکہ زرعی معیشت ہونے کی وجہ سے شرح افزائش کو قابو نہیں کیا جا سکا اور یوں ترقی پذیر ممالک میں کثرت آبادی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بن کر ابھری۔

☆ پاکستان جیسے ممالک میں اضافہ آبادی کی ایک بڑی وجہ قدامت پرستی بھی ہے۔لوگ پرانے ریت رواج کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔جدید رجحانات کو تسلیم کرنا اکثریت کے لئے کافی مشکل ہے۔آج بھی پاکستان میں بیٹے کی خواہش میں بیٹیوں کی قطار پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا جو نہ صرف ملکی معیشت پر بوجھ میں اضافہ کا باعث بنتا جارہا ہے بلکہ انفرادی طور پر خاندان میں بہت سے مسائل کو جنم دیتا ہے۔

☆ ناخواندگی کی وجہ سے پاکستان میں آج تک آبادی کے کنٹرول سے متعلق پروگرامز اور پالیسیاں خاطر خواہ نتائج نہیں حاصل کرسکیں۔لوگ افزائش اولاد کنٹرول کرنے کے طریقوں کے بارے میں ہی بنیادی آگاہی نہیں رکھتے۔اور یوں پاکستان میں پچھلی کئی دہائیوں سے آبادی میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

☆ پاکستان میں آبادی کے بڑھنے کی ایک بڑی وجہ اولاد کا بڑھاپے کا سہارا ہونا بھی ہے۔پاکستان جیسے ملکوں میں چونکہ ریاست کی طرف سے بچوں اور بوڑھوں کی سوشل سیکورٹی کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا لہذا اپنے بڑھاپے کو محفوظ کرنے کے لئے بھی لوگ زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں۔

☆ روایتی معاشرہ ہونے کے ناطے پاکستان میں بچیوں کی کم عمری میں شادی کرنا ان سے کثرت اولاد کے امکان کو بڑھاتا ہے۔

☆ پاکستان جیسے ملکوں میں اکثر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ زیادہ بڑے کنبے معیشت کے لئے سہارا بنتے ہیں۔پاکستان میں زیادہ بچے معاشی آمدنی کا ایک اچھا خاصا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔کیونکہ مناسب تعلیمی سہولتیں نہیں ہوتیں اس لئے زیادہ بچوں کی پرورش نسبتاً ان کی کمائی سے مشکل نہیں ہے۔ہمارے دیہاتوں میں لڑکے اور لڑکیاں نہ صرف کھیتوں میں کام کرتے ہیں بلکہ مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان سے متعلقہ دیگر کام سرانجام دیتے ہیں۔جبکہ شہروں میں یہ لوگوں کے گھروں میں کام کرکے خاندان کی معیشت میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔

☆ پاکستان میں کثرت آبادی کی ایک بڑی وجہ اندھی مذہبی تقلید بھی ہے۔یہاں اکثر مذہبی دلائل چھوٹے کنبوں کی مخالفت میں ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ جو بچہ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنی خوراک اپنے ساتھ خود لاتا ہے یا یہ جس کی روح نے اس دنیا میں آنا ہوتا ہے وہ ضرور آتی ہے۔

☆ حکومتی سطح پر آبادی کے کنٹرول سے متعلق پروگراموں کا فقدان ہونا نیز جو پروگرامز ہیں ان کا ناقص ہونا بھی لوگوں میں چھوٹے کنبے کی افادیت کا شعور پیدا کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

☆ ذاتی وجوہات جیسے کہ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دینا بچوں سے محبت، ایک سے زیادہ شادیوں کی خواہش، ایک بڑے کنبے کا سربراہ ہونے کی خواہش، برادری میں مقام وغیرہ بھی پاکستان میں کثرت آبادی کے اسباب میں سے ہیں

اس کے علاوہ پاکستان میں تفریحات مثلاً کھیل کود کے میدان، پارک، میلوں کا انعقاد، نمائش وغیرہ کی کمی بھی بڑی وجہ ہے اضافہ آبادی کی کیوں کہ لوگوں کے پاس فارغ اوقات کا صحیح استعمال موجود نہیں ہوتا۔ لہٰذا فارغ وقت میں گھروں میں بیٹھ کر گزارنا بھی اضافہ آبادی کی اہم وجوہات میں شامل ہیں۔ عورتوں کا معاشرے میں کم تر مقام اس مسئلے کو اور بھی سنگین بناتا ہے۔ مثال کے طور پر جہاں مرد کی حکمرانی ہو وہاں عورت اس کے باوجود کہ وہ بعض اوقات بچے پیدا نہیں کرنا چاہتی ایسا نہیں کر پاتی۔

3.3 کثرت آبادی کے معاشرے پر اثرات

(Effects of Over Population on Society)

جب آبادی کے بڑھنے کی شرح معاشی اور سماجی ترقی کی رفتار سے زیادہ ہو تو ایسی صورت حال کو مسئلہ کثرت آبادی کہتے ہیں۔ یعنی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل بھی تیزی سے بڑھتے جائیں تو آبادی کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن آبادی بڑھتی جائے اور وسائل جوں کے توں رہیں تو ایسی صورت میں معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں اور معاشرے پر منفی اثرات ثبت کرتے ہیں۔

☆ آبادی میں بچوں اور خواتین کی اکثریت ہونے کی وجہ سے کمانے والے افراد کو اپنے زیر کفالت بچوں اور خواتین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔

☆ وہ تمام وسائل جنہیں ملکی ترقی کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اب بڑھتی ہوئی آبادی کی تعلیم، صحت اور دیگر غیر پیداواری سہولتوں کی فراہمی کے لئے صرف کئے جانے لگے ہیں جس سے ملکی معیشت پر بوجھ بڑھ رہا ہے۔ اضافہ آبادی کی وجہ سے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد روزگار کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے کیونکہ ملک میں معاشی

ترقیاتی منصوبوں کی کمی ہے جوان مایوں ہوتے ہوئے نوجوانوں کو امید کی کرن دکھا سکے۔

☆ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی غربت، بے روزگاری، معاشی و معاشرتی بدحالی، جرائم اور دوسری سماجی برائیوں کو فروغ دے رہی ہے۔

☆ دیہی علاقوں سے روزگار اور سہولیات زندگی کے حصول کے لئے نقل مکانی کا رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے ۔جس سے شہروں میں افراد کا ہجوم، مکانوں کی قلت، صفائی کا ناقص انتظام، پست معیار تعلیم اور خوراک کی قلت جیسے مسائل کا سامنا ہے۔

☆ بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے فی کس آمدن بھی کم ہوتی ہے جو مہنگائی کو فروغ دیتی ہے ۔جس کا براہ راست اثر افراد کی صحت، جسمانی و ذہنی نشوونما اور معیار زندگی پر پڑتا ہے ۔سماجی بدحالی اور بدنظمی بڑھتی ہے اور ملک معاشرتی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔

☆ ملکی سرمائے کا ایک بڑا حصہ لوگوں کی بنیادی ضروریات پورا کرنے میں صرف ہونے لگتا ہے نہ کہ مزید سرمایہ پیدا کرنے میں ۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان توانائی اور مہنگائی کے بحران میں پھنس کر رہ گیا ہے۔

☆ بڑھتی ہوئی آبادی نہ صرف ترقیاتی منصوبوں کے لئے اثرات زائل کر دیتی ہے بلکہ معیار زندگی کے بلند کرنے کا مقصد کسی حد تک ایک خواب بن کر رہ جاتا ہے۔

☆ کثرت آبادی کے باعث قدرتی وسائل اور انسانوں کی تعداد کا اپنا ایک توازن بگڑتا دکھائی دیتا ہے اکثریت کا انحصار چونکہ زراعت پر ہے اور زرعی وسائل کم ہیں تو اس وجہ سے بہت سے خاندان غریب سے غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔یوں محدود وسائل کی وجہ سے آنے والی نسلوں کی بہبود بھی متاثر ہو رہی ہے۔

3.4- کثرت آبادی کی روک تھام کے لئے اقدامات

(Solutions for Control of Over Population)

ہم جانتے ہیں کہ کثرت آبادی سنگین ترین مسائل میں سے ایک ہے ۔اگر چہ اللہ تعالی نے زمین کو طرح طرح کی نعمتوں اور وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں خدا کی یہ نعمتیں بتدریج کم ہوتی جا رہی ہیں اور دنیا کی ایک

بڑی آبادی کو ایک وقت کی خوراک بڑی مشکل سے میسر آتی ہے۔ماہرین عمرانیات، اقتصادیات و آبادیات اس صورتحال کی سب سے بڑی وجہ وسائل سے زیادہ بڑھتی ہوئی آبادی کو قرار دیتے ہیں۔بڑھتی ہوئی آبادی کا یہ سیلاب پاکستان کی معاشی و معاشرتی ترقی کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔کثرت آبادی کی روک تھام کے لئے چند اقدامات درج ذیل ہیں۔

☆ پاکستان میں برادری نظام کی موجودگی مشترکہ خاندانی نظام اور دیگر ثقافتی اثرات کی وجہ سے معاشرے میں مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔جس کی وجہ سے عورت اپنے روایتی کردار یعنی گھر اور بچوں کی پرورش تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔اس تصور کو توڑنے کی ضرورت ہے جو کہ تعلیم اور جدیدیت کے پھیلاؤ کی وجہ سے ہی نسبتاً کم ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اگر ملک کی آدھی آبادی شہر میں قید ہو کر رہ جائے یا ایسے کام کریں جس کی نوعیت غیر پیداواری ہو تو ظاہر ہے یہ بات ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔اور کثرت آبادی کا باعث ہے۔خواتین کا جاب کرنا کسی حد تک اس مسئلے کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

☆ خواتین میں خواندگی کی سطح اور حاصل کردہ تعلیم کی کثرت خصوصاً دیہی علاقوں میں بہت کم ہے۔خواتین میں تعلیم کے پھیلاؤ کی افادیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ ناخواندہ خواتین کی نسبت ایسی خواتین جنہوں نے تعلیم حاصل کی ہو۔ان کے ہاں بچوں کی تعداد نصف ہوتی ہے۔اس لئے چھوٹے خاندان کی اہمیت اجاگر کرنے اور شرح پیدائش کو کنٹرول کرنے کے لئے خواتین کی تعلیم انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

☆ افرادی قوت کا صحیح استعمال بھی آبادی کی روک تھام میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے جیسے کہ نوجوانوں کو ہنر سکھائے جائیں اور ان کی پیداواری صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے تاکہ بھکاری نہ بنے اور بے کار نہ پھرے۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کا مقصد، خاندان میں افراد کی تعداد کو خاندان کے وسائل کے مطابق رکھنا ہے نہ کہ نسل انسانی کی بندش ہے۔پاکستان میں آبادی کے کنٹرول سے متعلق جتنے بھی منصوبے کام کر رہے ہیں ان کی صحیح افادیت کی آگاہی کے لئے ملک گیر سطح پر منظم کوششوں کی ضرورت ہے جس کے لئے تمام ذرائع بروئے کار لانے چاہئیں جن میں میڈیا، تعلیمی ادارے اور دیہی سطح پر بزرگوں کو شامل کرنا ضروری ہے۔

☆ دیہی آبادی کو معاشی و معاشرتی ترقی دینے اور بہترین صحت، غذا اور تعلیمی سہولیات فراہم کرنے کے سے دیہی

معاشروں میں عورت کا مقام و معیار بلند کرنے میں مدد ملے گی۔ جو ملکی ترقی اور ملک کی آبادی کے درمیان بہتر ربط قائم کرے گا۔

☆ معاشی و معاشرتی منصوبوں کے ساتھ ساتھ قدرتی وسائل کا صحیح استعمال بھی آبادی کے اضافے کو کنٹرول کرسکتا ہے ۔کیوں کہ جتنا کوئی معاشرہ خوشحال ہوگا اور وسائل کی فراوانی ہوگی ۔اضافہ آبادی کبھی بھی مسئلہ نہیں بنے گی ۔قدرتی وسائل میں پانی کا صحیح استعمال جیسا کہ ڈیمز کی تعمیر کے ذریعے پانی کے ذخائر بڑھانا، زراعت میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال، آلات کا استعمال، کھادیں وغیرہ توانائی کے نئے ذخائر کی دریافت شامل ہیں۔ ان اصولوں پر عمل کیا جائے اور دیہی علاقوں کی ترقی کو خاص توجہ دی جائے تو پورا معاشرہ کارآمد ہوگا اور بے روزگاری کم ہوجائے گی ۔وسائل کے صحیح استعمال و منصفانہ تقسیم سے لوگوں میں محنت کا جذبہ اجاگر ہوگا۔ اورافراد کا معیار زندگی بلند ہوگا اور یوں معاشرہ امن و خوشحالی کی جانب گامزن ہوگا اور کثرت آبادی کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوگا۔

3.5 خودآزمائی نمبر 3

سوال: درج ذیل سوالوں کے جوابات تحریر کریں۔

1- کثرت آبادی ایک معاشرتی مسئلہ کب بنتی ہے؟

2- کثرت آبادی سے کیا مراد ہے؟

3- قدامت پرستی اور معاشرے میں اضافہ آبادی کے مابین کیا تعلق ہے؟

4- آبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے خواتین میں تعلیم کے پھیلاؤ کی کیا افادیت ہے؟

5- کثرت آبادی کے چند اہم اسباب تحریر کریں۔

4- غربت (Poverty)

4.1- غربت بطور ایک معاشرتی مسئلہ (Poverty as a Social Problem)

غربت (Poverty) لاطینی لفظ پعپر (pauper) سے نکلا ہے جس کے معنی "غریب" کے ہیں۔ عالمی بنک کے مطابق:

"غربت سے مراد وہ افراد جن کی یومیہ کمائی 1.25 ڈالر سے کم ہو۔ غربت کے دائرہ کار میں آتے ہیں"

پاکستان میں غربت کی اس تعریف کی رو سے ہر وہ شخص جس کی ماہانہ مدن 3,243 روپے سے کم ہے وہ غربت کی زندگی گزار رہا ہے۔ پاکستان میں 2006ء میں ہونے والے غربت سروے کے مطابق غربت کی شرح 22.34 تھی جبکہ ایشیائی ترقیاتی بنک (ADB) کے تخمینے کے مطابق یہ شرح 43% تک پہنچ چکی ہے۔ جبکہ ایشیا خوراک کی قیمتوں میں 2006ء کے بعد سے 94% اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان کے اکنامک سروے 11-2010 کے مطابق اندازاً 75% پاکستان کی آبادی Poverty Line کے قریب قریب زندگی گزار رہی ہے۔

اقوام متحدہ کے مطابق:

"بنیادی طور پر غربت وسائل سے محرومی کا نام ہے جس میں نامناسب خوراک اور لباس، سکول اور ہسپتال تک رسائی کا نہ ہونا، روزگار کا نہ ہونا جیسے عوامل شامل ہیں۔ اس کا مطلب معاشرے میں افراد کی زندگیوں میں تحفظ اور طاقت و اختیار کا اخراج ہے۔"

تاہم ہم کہہ سکتے ہیں کہ غربت ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں افراد معاشی انحطاط کا شکار ہوتے ہیں اور اپنی بنیادی ضروریات زندگی جیسے کہ خوراک، لباس، رہائش، صحت و تعلیم، صاف پینے کا پانی وغیرہ کو مشکل سے پورا کر رہے ہوں۔ اگرچہ صنعتی انقلاب نے روزگار کے وسائل میں اضافہ کیا اور دولت تک رسائی کو آسان بنایا تاہم بہت سارے ممالک میں آج بھی غربت ایک سنگین مسئلہ ہے عالمی بنک کے اعداد و شمار کے مطابق 1990ء کی دہائی سے دنیا میں انتہائی غربت میں زندگی گزارنے والوں کی تعداد میں کمی ہوئی ہے اور جنوبی ایشیاء میں یہ شرح 1990ء کی دہائی میں 35.046 اور 2004ء میں یہ 30.84% تک پہنچی۔

غربت کے دائرہ کار میں غیر یقینی ذریعہ معاش، رہائش کا نامناسب انتظام، عدم تحفظ معاشرے میں طبقاتی فرق، محدود صلاحیتیں، کمزور ادریاتی نظام شامل ہیں۔ دنیا کے نقشے پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ممالک ترقی یافتہ ہیں اور بہت سے ممالک پسماندہ ہیں۔ اسی طرح معاشرتی ڈھانچے پر غور کیا جائے تو افراد مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں اگر دیکھا جائے تو افراد امیری اور غریبی کے دائروں میں علیحدہ علیحدہ منقسم ہیں جس میں ایک سے دوسرے دائرے میں اپنی صلاحیتوں اور وسائل کی دستیابی کی بنیاد پر داخلے و اخراج کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

پاکستان میں افراد کے معاشی و سماجی وسائل محدود ہیں۔ اکثریت کی آمدنی ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ غربت کی وجہ سے لوگوں کا معیار زندگی پست ہے۔ اور وہ خراب صحت، ناکافی تعلیم، کم معاشرتی رتبہ، ادھوری شخصیت اور جرائم میں ملوث ہونے جیسے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اکثریت غربت کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ غربت وہ معاشرتی مسئلہ ہے جو افراد میں کارکردگی کی صلاحیتوں کو روکتی اور معاشرتی ترقی کی رفتار کو سست کرتی ہے۔

غربت کی وجہ سے لوگ عدم تحفظ اور بے اطمینانی کا شکار ہیں اور بڑھتا ہوا طبقاتی فرق مزید امیر اور غریب کے درمیان نفرتوں کو فروغ دینے کا باعث بن رہا ہے۔ غربت کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ مادہ پرستی کی طرف گامزن ہے۔ لوگوں میں مقابلہ اور وسائل کے حصول کے لئے تصادم کی صورت حال نازک ہوتی جا رہی ہے۔ جس سے معاشرے میں بدنظمی اور انتشار بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

غربت کی وجہ سے معاشرے میں جرائم یعنی چوری، ڈاکہ، دھوکہ دہی، رشوت ستانی، لوٹ مار، اغواء، قتل کو لوگوں نے اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ اس کے منفی اثرات معاشرے کے تمام اداروں پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ جو ملکی استحکام کے لئے خطرناک ثابت

ہوسکتا ہے غربت ایک سنگین معاشرتی مسئلہ ہے جو معاشرے میں نہ صرف ناخواندگی اور جہالت کو فروغ دیتا ہے بلکہ دہشت گردی، منشیات کا استعمال اور معاشی وسماجی ترقی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کا باعث بھی ہے۔

4.2- غربت کے اسباب (Causes of Poverty)

کسی ملک، قوم یا افراد کے پسماندہ یا غریب ہونے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ ان میں چند اہم وجوہات کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

معاشرے میں طبقاتی کشمکش:

انسانی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ تہذیب کے ہر دور میں انسان مختلف طبقات میں بٹا رہا ہے۔ جس میں امیری، غریبی، لاقانونیت کرنے والے لوگ اپنے اپنے طبقوں میں الگ الگ زندہ رہتے ہیں۔ یہ طبقاتی تقسیم ایک شکنجہ ہے کہ جس کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ ان دائرؤں میں سے نکل کر دوسرے دائرؤں میں شامل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لہذا امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ طبقاتی تقسیم نسل در نسل چلتی رہتی ہے۔ پاکستان میں ایک واضح اکثریت غربت میں زندگی گزار رہی ہے اور ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

معاشرتی عدم استحکام:

اگر کسی ملک میں اندرونی طور پر امن وامان کا توازن برقرار نہ رہ پائے تو کاروباری سرگرمیاں، پیداوار، تجارتی لین دین وغیرہ سبھی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کیونکہ امن وامان کی صورت میں ہی لوگ لگاتار محنت سے اپنے لئے اپنے خاندان اور قوم کے لئے آمدن کا بندوبست کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان میں غربت کی ایک بڑی وجہ معاشرتی عدم استحکام ہے۔ آئے دن ہڑتال، تالہ بندیاں، بم بلاسٹ، بدلتی ہوئی سیاسی صورت حال، اندرونی خانہ جنگی، وسائل کی کمی جیسے عوامل نہ صرف غربت کو انتہا پر پہنچا رہے ہیں بلکہ ملکی استحکام کو بھی تشویش ناک صورت حال سے دوچار کررہے ہیں۔

تعلیم وہنر کی کمی:

تعلیم وہنر کی کمی اور غربت میں بڑا گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ غربت کی وجہ سے افراد تعلیم مکمل نہیں کرپاتے اور یہی فنی تعلیم وتربیت کی کمی لوگوں کو معمولی روزگار (Marginal Jobs) پر مجبور کرتے ہیں۔ جن سے دو وقت کی روٹی پوری نہیں

ہو پاتی اور نہ ہی خاندان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا آسان ہوتا ہے۔غربت کا یہ چکر نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت کی شرح کی ایک وجہ مناسب تعلیم و ہنر کی کمی بھی ہے کیوں کہ آج کے صنعتی دور میں ٹیکنالوجی کا استعمال ناگزیر ہے اور اگر افراد اس کے استعمال سے ہی نابلد ہوں تو وہ روزگار کے بہت سے مواقع کھو دیتے ہیں۔تعلیم و ہنر سے ہی معاشی وسائل پیدا ہوتے ہیں۔پس معاشی وسائل کی استعداد میں کمی غربت کا ایک بڑا سبب ہے۔

منفی معاشرتی رویے:

پاکستان میں لوگوں کے منفی معاشرتی رویے جیسے کہ محنت سے گریز کرنا وقت کا ضیاع، بے کار رہنا، دولت کی نمائش، اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شارٹ کٹ کی تلاش میں رہنا، رشوت ستانی، ناجائز ذرائع روزگار، ذخیرہ اندوزی، اغوا، ڈکیتی، غبن، غربت کو یقینی بناتا ہے۔

بدانتظامی:

کسی بھی معاشرے میں اگر کرپشن (Corruption)، قتل و غارت، لاقانونیت اور دہشت گردی جیسے عوامل پائے جائیں گے تو لوگوں کے لیے روزگار اور ان کی بسر اوقات کی ضروریات پوری کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انسانی آفات جیسے دہشت گردی، انتہاپسندی کی وجہ سے پچھلے چند سالوں میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نہ صرف لقمہ اجل بنی بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ بےگھر زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے ہیں۔یہ سب عوامل غربت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

بے روزگاری:

ملکی حالات کی بہتری اور خرابی کا بے روزگاری سے بڑا گہرا تعلق ہے ملکی حالات کی خرابی، ہڑتالوں اور بے روزگاری کو جنم دیتے ہیں جو کہ عام آدمی اور مزدور طبقہ کی غربت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔گذشتہ کچھ عرصے سے پاکستان میں دہشت گردی کی وجہ سے سوات، وزیرستان، جنوبی پنجاب کے کچھ علاقے بری طرح سے متاثر ہوئے ہیں۔لوگوں کے پاس نہ رہنے کی جگہ ہے نہ روزگار کے وسائل اور اسی طرح نسلی و لسانی اور مذہبی انتہاپسندی کا شکار کراچی نظر آتا ہے۔جس کی وجہ سے کاروباری مراکز کئی روز تک بند رہتے ہیں۔اس کے علاوہ بلوچستان کی بگڑتی ہوئی صورتحال بھی ملک کو ابتری کی طرف لے کر جا رہی ہے۔گھیراؤ جلاؤ، ترقیاتی سرگرمیوں کا ماند پڑنا، غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی، صنعتی یونٹوں کا بند ہونا، قرضوں کا بوجھ بڑھنا، ترقیاتی سکیموں کا فلاپ ہونا جیسے عوامل معاشی بحران کی کیفیت طاری کر رہا ہے جو بے روزگاری کی اہم وجہ ہے اور یہی

بے روزگاری غربت کی جڑ ہے۔

مسائل کا حل ان کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دینے سے ہوتا ہے۔ ماضی میں پاکستان میں غربت کا مسئلہ دوسرے کئی مسائل کی طرح حکومتوں کی بھرپور توجہ حاصل نہ کر سکا۔ جس کی وجہ سے گزرتے وقت کے ساتھ غربت میں اضافہ ہوتا گیا جو کہ آج ایک بہت بڑا معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے۔

4.3 غربت کے معاشرے پر اثرات (Effects of Proverty on Society)

ماہرین نے غربت کو نامسعود صورت حال کہا ہے۔ غربت کی کوکھ سے غربت ہی جنم لیتی ہے۔ جس طرح صفر + صفر ہمیشہ صفر کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح غریب ملک ہمیشہ غریب ہی رہتا ہے۔ غربت کو دلدل سے تشبیہہ دی جاتی ہے جتنا کوئی شخص اس دلدل سے باہر آنے کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی وہ مزید اس دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ جب کسی ملک کی مجموعی حالت غیر میانہ ہو تو انفرادی حالت بھی مفلسانہ ہی رہتی ہے۔ غربت کے اثرات معاشرے پر بہت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔

☆ عالمی سطح پر ہونے والی اموات میں سے ایک تہائی اموات کی وجہ غربت ہے۔ جس میں اکثریت، خواتین اور بچوں کی ہے۔ غربت میں رہنے والے افراد، بھوک، قحط اور بیماریوں سے روزمرہ کی بنیاد پر نبرد آزما ہوتے ہیں۔ بچوں کی اموات کی سب سے بڑی وجہ صحت کے مسائل، نامناسب خوراک، کمزور صحت اور قوت مدافعت کا نہ ہونا ہے اور ان سب کی جڑ غربت ہے۔

☆ اشیائے ضرورت کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور غیر یقینی ذرائع معاش بھوک و افلاس کو جنم دیتے ہیں۔ لوگ اشیاء ضرورت کو خریدنے کے قابل نہیں ہوتے اور ناجائز طریقے اپناتے ہیں جو کہ مزید معاشرتی مسائل کے فروغ کا باعث بنتے ہیں۔

☆ ریسرچ سے ثابت ہوا ہے کہ بچوں کی تعلیم تک نارسائی میں غربت ایک بہت اہم وجہ ہے۔ جس سے بہت کم غریب گھرانوں کے بچے اپنی تعلیم مکمل کر پاتے ہیں۔ اس میں ان کی ذہنی و جسمانی کمزوریوں کا تعلق، بھوک، نامناسب غذا، نیند اور آرام کی کمی اور مختلف نوعیت کی بیماریوں سے ہوتا ہے۔ جب بچوں کو مناسب غذا نہیں ملتی اور وہ مختلف

بیماریوں کا شکار رہتے ہیں تو نتیجتاً سکول نہیں پہنچ پاتے اور حصول تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔بقول شاعر:

افلاس کی بستی میں ذرا جا کر تو دیکھو

وہاں بچے تو ہوتے ہیں مگر بچپن نہیں ہوتا

☆ غربت کی وجہ سے شہروں میں رہائشی سہولیات کا حصول انتہائی مشکل ہوتا جا رہا ہے اور اس وقت شہر میں رہنے والی آبادی کا ایک تہائی حصہ پوری دنیا میں کچی آبادیوں میں زندگی گزار رہا ہے۔پاکستان میں بھی روزگار کی تلاش میں دور دراز کے علاقوں سے شہروں میں آنے والے لوگوں کی اکثریت کچی آبادیوں میں رہتی ہے۔

☆ انسانی خرید و فروخت کی بڑی وجہ غربت ہے۔انسان خرید و فروخت میں خواتین اور بچوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔جن کو مختلف مقاصد جیسے کہ جنسی استحصال، گھریلو کام کاج، سمگلنگ وغیرہ شامل ہیں کے لیے دنیا کے مختلف حصوں میں بھیجا جاتا ہے۔

☆ انسان کی جب معاشی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے بنیادی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں تو وہ جرائم کا راستہ اپناتے ہیں۔تو چاہے وہ چوری کرے یا ڈاکہ ڈالے، اغواء کرے یا سمگلنگ میں ملوث ہو یا دہشت گرد بن جائیں غربت میں افراد معاشرتی بے راہ روی کا جلد شکار ہو جاتے ہیں اور جلد ہی جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔

☆ غربت کی وجہ سے معاشرے میں بہت سی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں جن میں کم عمری میں مشقت، بھکاری پن، منشیات کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔

☆ غربت محدود سرمایہ کاری کی بنیاد بنتی ہے۔مختصر سرمایہ کاری سے پھر قلیل ذرائع، سرمایہ کی کمی اور افراد کی پسماندگی جنم لیتی ہے اسی طرح یہ غربت آسیب کی طرح معاشروں کو گھیرے میں لیے رکھتی ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

☆ غربت کے شدت اختیار کر لینے پر رسم و رواج، اقدار، نظام مملکت سبھی کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔غریبی میں تہذیب و تمدن ادب و آداب، لحاظ، نظام معیشت وغیرہ تہس نہس ہو کر رہ جاتا ہے۔اس لئے کہا جاتا ہے کہ غریب سے اس وقت ڈرو جب وہ بھوکا ہو۔ بھوکے انسان پر عقل، دلیل، شرافت، اخلاق، مذہب کوئی بھی چیز اپنا اثر نہیں دکھاتی۔ غربت انسانی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتی ہے۔مادہ پرستی کی دوڑ میں تو انسان کی قدر رکا پیانہ ہی دولت رہ جاتا ہے۔

4.4- غربت کے خاتمے کے لئے اقدامات

(Solutions for Eradication of Poverty)

☆ زیادہ سے زیادہ صنعتوں کا قیام تاکہ بنیادی اشیائے ضرورت کی ترسیل میں اضافہ ممکن ہو سکے۔اس سے ملکی پیداوار میں اضافہ ممکن ہو سکے گا۔کیونکہ جتنی پیداوار زیادہ ہوگی اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں کمی کا باعث بنیں گی۔

☆ نئی زرعی اصلاحات جیسا کہ زرعی ٹیکنالوجی کا استعمال،نئی زرعی طریقے،کھاد وغیرہ کی ضرورت ہے تاکہ خوراک کی قلت میں کمی کی جا سکے۔

☆ ریاستی سطح پر ذخیرہ اندوزی کے خلاف اقدامات،صحت کے شعبے میں اصلاحات خاص کر وبائی امراض کی روک تھام اور تعلیمی اصلاحات خاص طور پر لوگوں میں تعلیم کے حصول کے لئے آگاہی،سستی تعلیم جیسے عوامل کے لئے قومی سطح پر پالیسیوں کو بنانے اور خاص طور پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔

☆ برین ڈرین کی روک تھام بہت ضروری ہے۔ترقی پذیر ممالک میں ہنرمند افراد کا دوسرے ممالک میں روزگار کے بہتر ذرائع کے حصول کیلئے چلے جانا ان کے اپنے ملک کی معیشت پر بوجھ ڈالتا ہے۔کیوں کہ غربت کے خاتمے کے لئے ہمیں نہ صرف اچھے قابل ڈاکٹرز،نرس،انجینئر اور اساتذہ کی ضرورت ہے بلکہ ہر شعبے میں ہنرمند افراد چاہئیں تاکہ وہ بہتر طور پر امور ریاست سمجھ سکیں اور احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں۔

☆ کثرت آبادی کا کنٹرول ضروری ہے تاکہ خوراک کی قلت،اور رہائش کے مسائل کو قابو کیا جا سکے۔

☆ طبقاتی تفریق کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ یہ امیری غریبی کا فرق معاشرے میں مجموعی طور پر انتشار اور بدامنی کی وجہ بنتی ہے جو ذرائع روزگار کو متاثر کرتی ہے اور غربت میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔

☆ کام کا صحیح معاوضہ ہی ملکی معیشت کے درست نظام ہونے کی گارنٹی ہے۔تبھی لوگ شوق سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔مسلسل محنت ہی قوم کی فلاح کی ضمانت ہوتی ہے۔

☆ نئی معاشی وسماجی منصوبے جیسا کہ نئی سڑکیں،ڈیمز،فیکٹریاں،مارکیٹ،سکول،فلاحی مراکز کا قیام غربت میں کمی کا سبب بنتے ہیں۔حکومت پاکستان نے غربت میں کمی کے لئے مختلف معاشی وسماجی اقدامات جن میں 2008ء میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام 2009 سے وسیلہ حق،پاکستان بیت المال،پیپلز ورک پروگرام،مائیکرو فائنینس کی

سکیمیں شامل ہیں۔اسی طرح کے اور اقدامات غربت میں کمی کا باعث بنیں گے۔

☆ منصفانہ و مساویانہ تقسیم دولت کی کوشش معاشرے کو مستحکم اور ترقی یافتہ بناتی ہے۔تاہم اس کا سو فیصد حصول عملی نظریہ نہیں تاہم اس کے حصول کی کوششیں لوگوں کو محنت کی طرف راغب کرتی ہے۔کیوں کہ ایسی صورت میں معاشی و سماجی استحصال میں کمی ہوتی ہے اور معاشرہ مجموعی خوشحالی کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

☆ منفی معاشرتی رویوں میں تبدیلی لوگوں میں ترقی کا جذبہ پیدا کر کے انہیں روزگار کے مواقع فراہم کر کے، علاج معالجے کی سہولتیں بڑھا کر بدامنی کا خاتمہ کر کے لائی جا سکتی ہیں۔

4.5 خودآزائی نمبر 4

سوال: درست جواب تلاش کریں:

1- غربت ---------زبان کا لفظ ہے۔ عبرانی لاطینی

2- پاکستان میں 2006ء میں ہونے والے غربت سروے کے مطابق غربت کی شرح ------فیصد تھی۔ 22.3% 43%

3- کچی آبادیوں میں رہنے والے دنیا کی شہری آبادی کا --------حصہ ہے۔

ایک تہائی دو تہائی

4- پاکستان کے اکنامک سروے 11-2010ء کے مطابق اندازاً -------- فیصد پاکستانی Poverty Line کے قریب قریب زندگی گزار رہے ہیں۔ 75 % 60 %

5- ملکی معیشت کی بہتری اور خرابی کا ---------سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ثقافت غربت

6- انسانی خرید و فروخت میں ایک بڑی تعداد --------کی شامل ہے۔

خواتین مردوں

7- طبقاتی تفریق براہ راست ------ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ امیر غریب

5- بچوں کی مشقت (Child Labour)

5.1- بچوں کی مشقت بطور ایک معاشرتی مسئلہ
(Child Labour as a Social Problem)

18 سال سے کم عمر کے بچوں کا حق صرف اچھی تعلیم وتربیت کا حصول ہے نہ کہ کم عمری میں مزدوری اور مشقت کر کے اپنے ہاتھوں سے اپنا مستقبل تاریک کرنا۔ غربت میں رہنے والے خاندانوں کی بقاء کے لئے کروڑوں کی تعداد میں دنیا بھر میں 14 سال سے کم عمر کے بچے اپنے خاندانوں کے لئے چاہے وہ سکول جاتے ہوں یا نہیں محنت مزدوری کرتے ہیں۔

بچوں کی مشقت (Child Labour) صرف ترقی پذیر ممالک کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ امریکہ جیسے ملک میں بھی بچے زراعت اور صنعت کے شعبوں میں مشقت کر رہے ہیں۔

عام طور پر ہم بچے سے کیا مراد لیتے ہیں؟

سی آر سی (Convention on the Rights of the Child) کے سیکشن -II/ آرٹیکل -I کے مطابق:

'' بچہ سے مراد ہر وہ فرد جس کی عمر 18 سال سے کم ہو۔ تاہم یہ واضح رہے کہ 18 سال انتہائی حد ہے۔ مختلف ممالک میں وہاں کے قوانین کے تحت اس سے کم عمر بھی متعین ہو سکتی ہے۔''

مختلف معاشروں میں عام طور پر وہاں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بچہ کی عمر کی حد زیادہ سے زیادہ 18 سال اور

کم ازکم 14 سال مقرر ہے۔

بچوں کی مشقت یا چائلڈ لیبر سے کیا مراد ہے؟

ILO (International Labour Organizatgion) کے Convention # 138 کے مطابق:

''کوئی بھی ایسی معاشی سرگرمی جو 15 سال سے کم عمر کا کوئی بھی فرد انجام دے۔بچوں کی مشقت یا چائلڈ لیبر کہلاتی ہے۔''

UNICEF (United Nations International Childrens Emergency Fund) کے مطابق:

'' بچہ'' سے مراد کوئی بھی انسان جس کی عمر 18 سال سے کم ہو اور بچوں کی مشقت سے مراد کوئی بھی معاشی سرگرمی جو 18 سال سے کم عمر کے بچے انجام پائیں۔''

بچوں کی مشقت کے دائرہ کار میں ہلکے پھلکے کام جیسے سکول ٹائم کے بعد فیملی بزنس میں مدد کرنا یا زراعت میں گھر والوں کی مدد کرنے سے لے کر ایسی معاشی سرگرمیوں میں ملوث ہونا شامل ہے جس کی وجہ سے تعلیم چھوٹ جائے یا ذہنی و جسمانی نقصان پہنچے۔UNICEF کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں ہر چار میں سے ایک بچہ مشقت کر رہا ہے۔تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بچوں کی مشقت سے مراد ایسی محنت و مزدوری ہے جو بچوں کی ذہنی، جسمانی، جذباتی، سماجی و روحانی نشوونما کو متاثر کرے اور ان کی تعلیم تک رسائی میں رکاوٹ بنے۔

پاکستان میں بچوں سے لے جانے والی مشقت کے حجم کا اندازہ لگانا کافی مشکل ہے۔اور اس کی وجہ صحیح اعداد و شمار کا نامعلوم ہونا ہے۔تاہم 1996ء میں ہونے والے چائلڈ لیبر سروے کے مطابق پاکستان میں بچوں کی کل تعداد 40 ملین ہے۔جس میں سے 3.3 ملین بچے مختلف معاشی سرگرمیوں (جیسے کہ زراعت میں تقریباً 67% بچے) ملوث ہیں۔اور ان 3.3 ملین بچوں میں 2.4 ملین تقریبا 73% بچے اور 0.9 ملین تقریبا 27% بچیاں شامل ہیں۔سروے کے مطابق بچے مجموعی طور پر لیبر فورس کا 8.3% ہیں۔مزید تفصیل درج ذیل جدول (Tables) سے واضح ہے۔تاہم ان سرکاری اعداد و شمار میں گھروں میں اور چھوٹے پیمانے پر فیملی بزنس میں کام کرنے والے بچوں کی تعداد شامل نہیں ہے۔

پاکستان میں بچوں کی مشقت سب سے زیادہ پنجاب میں ہے جو تقریباً 1.9 ملین اور کل تناسب کا 60% ہے۔
اس کے بعد KPK جہاں پر مزدور بچوں کی تعداد 1.06 ملین کے لگ بھگ ہے۔ سندھ میں اس کی تعداد 298,000
(0.3) ملین اور سب سے کم تعداد بلوچستان میں ہے۔

Table4: Province Wise Comparison of Child Labour

Province	Total No. of Children in age group of 5-14 years (Millions)	Total No. of Economically Active Children in Age Group of 5-14 years (Millions)	Ratio of Child Labour
Punjab	22.63	1.94	8.6%
Sindh	8.62	0.30	3.5%
KPK	6.71	1.06	15.8%
Baluchistan	2.07	0.01	0.5%
Total for Pakistan	**40.03**	**3.31**	**8.3%**

Federal Bureau of Statistics: Child Labour Survey, 1996

کہ 14,000 (0.01 ملین) رپورٹ کی گئی ہے۔ یہ تقریباً 15 سال پہلے کے سرکاری اعداد وشمار ہیں۔ کمیشن برائے انسانی حقوق پاکستان کے مطابق پاکستان میں 2011 میں اندازاً 11.12 ملین مشقت کرنے والے بچوں کی تعداد ہے جس میں کم از کم آدھی تعداد 10 سال سے کم عمر کے بچوں کی ہے جبکہ ہیومن ڈویلپمنٹ ان ساؤتھ ایشیا کے مطابق 1998 میں دنیا کے 19% مزدور بچے پاکستان سے تھے۔ 2003ء میں UNICEF کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں مزدور بچوں کی تعداد 8 ملین سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ یہ بچے بھٹوں پر، فٹ بال بنانے کی فیکٹریوں، قالین سازی، جوتے اور چوڑیاں بنانے والی صنعتوں اور لوگوں کے گھروں میں مزدوری سے وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہوٹلوں میں، ورکشاپ میں، کوڑا اٹھانے کے شعبے میں اور بھیک مانگنے میں ملوث ہیں۔

Participation of Economically Active Children in the Labour Force of Pakistan

(Total = 3.3 million)
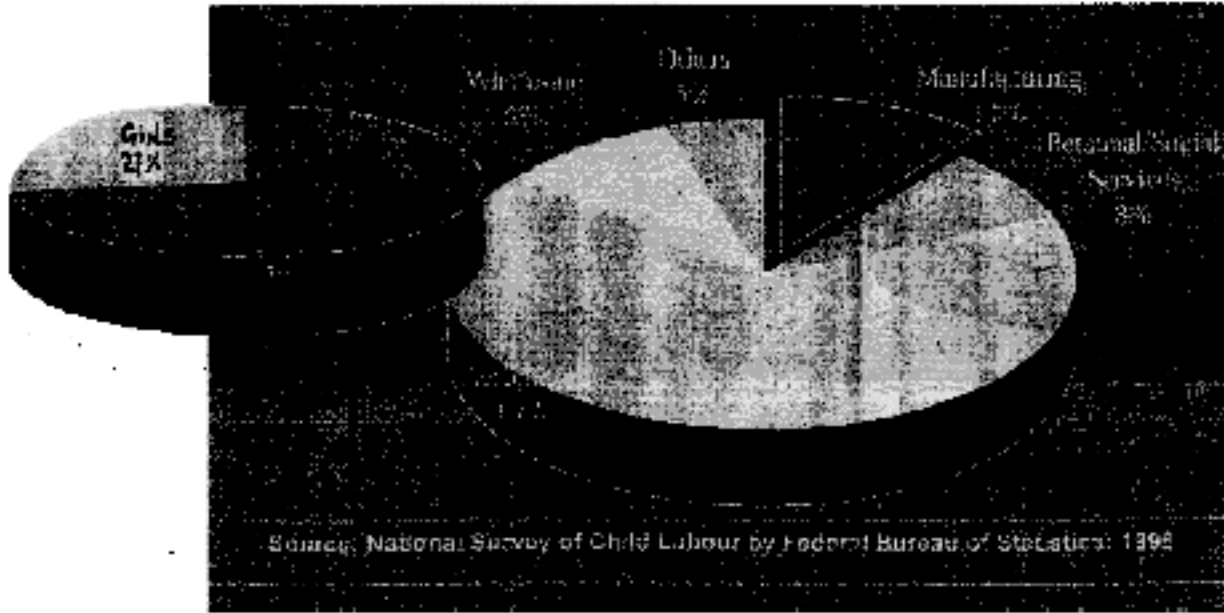
بچوں کی مشقت کی اتنی بڑی تعداد، ایک سنگین معاشرتی مسئلہ کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ بچوں کا کم عمری میں مشقت سے وابستہ ہونا ان کی ذہنی صلاحیتوں اور جسمانی نشوونما پر برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان مستقبل میں باصلاحیت اور ہنرمند افراد سے محروم ہوگا۔ کیونکہ صحت مند ذہن ہی صحت مند معاشروں کو جنم دیتے ہیں۔ بچوں کی مشقت پاکستان میں ایک سنگین مسئلہ ہے اور یہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔

بچوں کی مشقت پر مبنی بے شمار قوانین، کنونشن، ایکٹ، پروٹوکول موجود ہونے کے باوجود پاکستان کی صنعتوں میں ورکشاپز میں اور سڑکوں پر بچے مختلف روزگار میں مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر یہی حالات رہیں تو 22 ویں صدی میں پاکستان کو کون لے کر چلے گا؟ پاکستان کا مستقبل کن ہاتھوں میں ہوگا؟ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ بچوں کی مشقت کے کیا اسباب ہیں اور ایسے کیا اقدامات اٹھائے جائیں کہ پاکستان ایک صحت مند معاشرے کے طور پر مستقبل میں داخل ہو سکے۔

5.2- بچوں کی مشقت کے اسباب (Causes of Child Labour)

بچوں کی مشقت کے اسباب کا براہ راست تعلق کسی بھی ملک کے سیاسی، سماجی و معاشی حالات سے ہوتا ہے۔ پاکستان میں بچوں کی مشقت کے اسباب میں غربت، وسائل کی عدم دستیابی، کثرت آبادی وغیرہ شامل ہیں تاہم ان کی اور

دیگر اسباب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ پاکستان کی تقریباً 70% آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔ جن کی بقاء زراعت کے شعبے سے وابستہ ہے اور مزدور بچے دیہی علاقوں میں شہری علاقوں کی نسبت 8 گنا زیادہ ہیں۔ اور اس کی وجہ بچوں کی بلا معاوضہ مزدوری ہے۔ یہ ہمارے طرز زندگی کو ظاہر کرتا ہے کہ دیہی علاقوں میں بچے جانوروں کو چرانے سے لے کر لکڑیاں چننے، کھیتوں میں کام کرنے اور اس طرح کے دیگر امور میں گھر والوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر سکول جاتے ہیں تاہم ایک تہائی مشقت کرنے والے بچے ناخواندہ ہیں۔ بقول شاعر کہ:

میرے حصے میں کتابیں نہ کھلونے آئے
خواہش رزق نے چھینا میرا بچپن مجھ سے

☆ چائلڈ لیبر کی ایک اہم وجہ کثرت آبادی اور مجموعی طور پر بڑھتی ہوئی شرح آبادی بھی ہے۔ زیادہ تر مشقت کرنے والے بچوں کے خاندان کا سائز 9-8 افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ کمزور معاشی حالات بچوں کو تعلیم اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی سے دور کم سنی میں مشقت کی راہ پر گامزن کر دیتے ہیں اور کم عمری میں مشقت کی بڑی وجہ بڑے کنبے کی معاشی حالت کو سدھارنا ہوتا ہے۔

☆ دنیا کے بیشتر مسائل کی جڑ غربت ہے جس کا نشانہ بچے بھی ہیں۔ دائمی غربت والدین کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے بچوں سے مشقت کروائیں تاکہ گھریلو آمدن میں اضافہ ممکن ہو سکے۔ غربت، قرض کی ادائیگی، معاشی تنگدستی ایسے اسباب ہیں جو بچوں کو بدترین مشقت کی صورت حال میں بھی کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

☆ مختلف سماجی رویے جیسے کہ لڑکیوں کا گھریلو کام کاج سیکھنا نسبتاً سکول جانے کے اور لڑکوں کا دیہی علاقوں میں کھیتوں کی رکھوالی، جانوروں کو چرانا فیملی کے دیگر ذرائع روزگار میں انکی مدد کرنا، تعلیم کی اہمیت کا نہ ہونا اور خاندانی ہنر سیکھنے کو فوقیت دینا جیسے رویے معاشرے میں چائلڈ لیبر کو فروغ دیتے ہیں۔

☆ بچوں کی مشقت میں نامساعد تعلیمی وسائل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم تک رسائی کا نہ ہونا اور ناقص تعلیمی معیار جیسے کہ مناسب سکول عمارات کا نہ ہونا۔ اساتذہ کی غیر حاضری، اساتذہ کی بے جا سختی، مار پیٹ، خوف وغیرہ

ایک بڑی تعداد میں بچوں کوسکول چھوڑنے پر مجبور کرتا ہے ۔ایسے حالات میں گھر والوں کے لئے ان کا کم عمری میں کام کرنے کے علاوہ اور کوئی افادیت نہیں ہوتی ۔عام طور پر لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ایسی تعلیم حاصل کرنے کا کیا فائدہ جو روزگار کی ضامن بھی نہ ہو۔اس سے بہتر ہے کہ بچوں کو کوئی ہنر سکھایا جائے ۔اس لئے کم عمری سے ہی مختلف ذمہ داریاں بچوں پر ڈال دی جاتی ہیں۔

☆ پاکستان جیسے ممالک میں چائلڈ لیبر ایک سستی مزدوری کا ذریعہ ہے۔لہٰذا کچھ مخصوص صنعتیں ہیں جس میں خاص طور پر عورتوں اور بچوں سے مشقت لی جاتی ہے اور بہت کم یومیہ مزدوری پر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ ان صنعتوں میں فٹ بال، چوڑیاں اور اینٹیں بنانے والی صنعتیں عام ہیں۔

☆ اس کے علاوہ پاکستان میں چائلڈ لیبر کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیچھے جنس، مذہب اور ذات کی بنیاد پر تفریق بھی اہم اسباب میں شامل ہیں اور یہ ایشو مزید بدتری کی طرف جاتا ہے جب لوگ اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے بچے گروی رکھوا دیتے ہیں۔یہ بچوں کی مشقت کی انتہائی بدترین قسم ہے جو Bonded Labour کے نام سے جانی جاتی ہے۔مطلب بچہ تب تک مالک کے پاس کام کرتا رہے گا جب تک کہ والدین قرض نہ چکا دیں۔

5.3- بچوں کی مشقت کے معاشرے پر اثرات

(Effects of Child Labhour on Society)

ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ایسے بے شمار بچے دیکھتے ہیں جو گھروں میں بچے سنبھالتے، برتن دھوتے ہیں۔اپنے قد سے بڑے جھاڑو سنبھالتے ہیں، اینٹوں کے بھٹوں پر، چوڑیاں بنانے کی فیکٹریوں میں، فٹ بنانے سے لے کر قالین سازی تک، سڑکیں صاف کرتے، کپڑے دھوتے ٹریفک سگنلز پر چھوٹی چھوٹی چیزیں بیچتے، ورکشاپوں میں کام کرکے مگر کھیلنے کودنے کی عمر میں سخت کام کرنے کے بعد بھی یہ بچے خوشیوں سے محروم نظر آتے ہیں۔

☆ بچوں کی مشقت سے متعلق قوانین سے آگاہی نہ ہونے اور غربت سے مجبور ہونے کی وجہ سے بچے غلامی، جنسی تشدد، ناجائز سرگرمیوں خاص طور پر منشیات کی سمگلنگ میں ملوث ہونے اور بہت سی ذہنی و جسمانی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔بقول شاعر:

قتل طفلاں کی منادی ہو رہی ہے شہر میں

ماں ! مجھے بھی مثلِ موسیٰ تو بہا دے نہر میں

- ☆ چائلڈ لیبر ایک عالمی پریکٹس ہے جس کے بہت سے منفی اثرات ہیں۔ ILO کے مطابق چائلڈ لیبر دنیا میں بچوں کے استحصال اور بچوں پر تشدد کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بچوں کے استحصال اور تشدد میں کم عمری میں مشقت کا کام طویل دورانیہ، کام کو مکمل کرنے کے لئے مسلسل پریشر میں رہنا اور کم پیسوں میں مزدوری کرنا، کام کے لئے ناموافق ماحول، بچوں کی سمگلنگ اور جنسی تشدد اور سب سے اہم تعلیم سے محرومی ایسے عوامل ہیں جو بچوں کی ذہنی نشوونما کے لئے انتہائی نقصان دہ ہیں۔
- ☆ یہی بچے بڑے ہو کر ناخواندہ ہونے کی وجہ سے ملکی معیشت کی ترقی میں بھرپور کردار ادا نہیں کرپاتے اور معمولی نوعیت کے روزگار سے وابستہ رہتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم و ہنر سے دور ہوجاتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں ملکی معیشت کے لئے بوجھ بن جاتے ہیں۔ اپنی بنیادی ضروریات جیسے گھر کا تحفظ ، اچھا کھانا، کپڑے، تعلیم، صحت جیسی ضرورتوں کو پورا نہیں کرپاتے۔ کیونکہ یہی علم و ہنر ہوتا ہے جو فرد کو معاشرے کا کارآمد رکن بناتا ہے اور مفید شہری بننے میں مدد کرتے ہیں۔
- ☆ پاکستان میں چائلڈ لیبر ایک سماجی ضرورت بن چکی ہے نوعمری میں مشقت کے منفی اثرات بچوں کے ساتھ زندگی بھر چلتے ہیں اور نہ صرف انکی شخصیت، رویہ، عزت نفس بلکہ ان کے اعتماد کو بھی مجروح کرتے ہیں اور یہی بچے بڑے ہو کر خاندان اور معاشرے کے اہم رکن بنتے ہیں۔
- ☆ نوعمری میں بچوں کی مشقت اس بات کی ضامن ہے کہ غربت، ناانصافی اور رنگ و نسل ذات جنس کی بنیاد پر تفریق آنے والی نسلوں میں بھی منتقل ہوگی۔
- ☆ مزدوری کرنے والے بچے اس قابل نہیں ہوتے کہ ملکی معیشت کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکیں یا ملکی ترقی سے مستفید ہوسکیں۔
- ☆ بچوں کی مشقت ایک سستی مزدوری کا ذریعہ ہے جس کے اثرات بڑوں کی بے روزگاری کی صورت میں سامنے آتا

ہے اور نتیجتاً افراد کی معیشت کمزور ہوتی ہے اور لوگ اپنے بچوں سے کام کروانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

5.4- بچوں کی مشقت کے خاتمے کے لئے اقدامات

(Solutions for Elimination of Child Labour)

بچے جو کسی ملک کا مستقبل، سرمایہ اور اثاثہ ہوتے ہیں جب حالات سے مجبور ہو کر کم عمری میں محنت و مشقت کرنے لگتے ہیں تو یقیناً یہ اس معاشرے کے لئے ایک المیہ ہوتا ہے۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ معاشرے کو نامساعد حالات سے دوچار کر دیتا ہے۔ پاکستان میں معاشی بدحالی سہولیات سے محرومی، استحصال، غربت و بے روزگاری جیسے عوامل نے چائلڈ لیبر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کے خاتمے کے لئے اقدامات ہی اس صورت حال سے نکلنے کا واحد ذریعہ ہے۔

- ☆ کوئی بھی ایسی مصنوعات جو بچوں نے بنائی ہوں نہ خریدی جائیں اور ان کا مکمل سوشل بائیکاٹ ہونا چاہیے تا کہ چائلڈ لیبر کے بڑھتے ہوئے رجحان کو شکست دی جا سکے۔
- ☆ طالب علموں کو Involve کیا جائے فنڈز کے جمع کرنے کے لئے تا کہ ان مزدور بچوں کے لئے سکول بنائے جائیں اور انہیں مفت تعلیم فراہم کی جائے۔
- ☆ ریاست اور صنعتی و تجارتی اداروں کے تعاون سے ایسے قوانین وضع کئے جائیں اور ایسی پالیسیاں بنائی جائیں جن کے تحت ایک خاص عمر سے کم کے بچوں کو کام نہ کروایا جائے اور ان کے خاندانوں کو کچھ مراعات دی جائیں اور جو بچے کام کر رہے ہیں ان کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔
- ☆ ایسی مشقت جس میں بچوں کی زندگی کو خطرہ ہو یا ان کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے نقصان دہ ہوں ان پر مکمل پابندی ہونی چاہیے جیسے کہ Bonded Labour تجارتی بنیادوں پر جنسی تشدد اور استحصال وغیرہ
- ☆ ایسے معاشی منصوبے (جیسے کہ Micro finance) بنانے کی ضرورت ہے جو کہ فیملی کے ذرائع روزگار میں معاون ثابت ہوں اور لوگ چائلڈ لیبر کے آپشن کی طرف نہ جائیں۔
- ☆ بچوں کے حقوق اور تحفظ سے متعلق قوانین کی آگاہی نہ صرف تعلیمی نصاب میں شامل کی جائے بلکہ میڈیا کے ذریعے بھی اس ایشو کو اجاگر کیا جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیمنارز، کانفرنسز منعقد ہونے چاہئیں جس

میں چائلڈ لیبرز کے مالکان اور ان کے والدین بھی شامل ہوں۔

☆ پاکستان جیسے ممالک میں اگر چہ چائلڈ لیبر کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا تاہم ان بچوں کو ایسا ماحول مہیا ہونا چاہیے جہاں ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور مزید یہ کہ وہ تعلیم کی سہولت سے مستفید ہوسکیں اور ایسا تعلیمی نظام ہو جو رائج نظام تعلیم سے ہٹ کر ان بچوں کی ضروریات اور ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا جائے تا کہ یہ بچے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں اور مستقبل کے مفید اور کارآمد شہری بن سکیں۔

5.5 خودآزمائی نمبر 5

سوال: خالی جگہ پر کریں۔

1- کمیشن برائے انسانی حقوق پاکستان کے مطابق 2011ء میں پاکستان میں مشقت کرنے والے بچوں کی تعداد تقریباً ---------- ہے۔

2- مشقت کرنے والے بچے دیہی علاقوں میں شہری علاقوں کی نسبت ---------- زیادہ ہیں۔

3- -------- تک رسائی کا نہ ہونا بچوں کی مشقت کے ایک اہم وجہ ہے۔

4- (ILO) کے مطابق چائلڈ لیبر دنیا میں ------- کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

5- پاکستان میں بچوں کی مشقت ایک -------- بن چکی ہے۔

6- بچوں کی مشقت --------- کا ذریعہ ہے۔

7- ایسی مشقت جو بچوں کی --------- کے لئے نقصان دہ ہو چائلڈ لیبر کہلاتی ہے۔

8- ریاست اور --------- کے تعاون کے بغیر چائلڈ لیبر کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

6-اہم نکات (Important Points)

1- معاشرتی مسائل تب جنم لیتے ہیں جب معاشرے کے رائج کردہ قوانین سے انحراف کیا جاتا ہے۔

2- معاشرتی مسائل کو انفرادی طور پر حل نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔

3- جب معاشرتی مسائل کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ یہ معاشرے کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جاتے ہیں اور معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

4- پاکستان میں دہشت گردی پچھلی ایک دہائی سے انتہائی سنگین معاشرتی مسئلے کے طور پر سامنے آئی ہے۔

5- دہشت گردی، قانون کی بالادستی، جمہوریت، انسانی حقوق اور معاشرتی استحکام کے لیے عالمی خطرہ (Global Threat) ہے۔

6- دہشت گردی کے ذریعے معصوم انسانوں اور ریاستی املاک کو نشانہ بنا کر اپنے ذاتی مفادات حاصل کیے جاتے ہیں۔

7- دہشت گردی کو پاکستان میں روس افغان جنگ میں ''جہادی کارروائیوں، مذہبی انتہاپسندی، غربت، ناخواندگی اور بے روزگاری جیسے عوامل کی وجہ سے فروغ ملا ہے۔

8- دہشت گردی کا خاتمہ سیاسی استحکام، دہشت گرد تنظیموں پر مکمل پابندی، اسلامی مدارس میں اصلاحات، متضاد نظریات پر Collective Discussion کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

9- صنعتی انقلاب اور جدید ٹیکنالوجی کے دور میں کثرت آبادی ایک مسئلہ بن چکی ہے۔

10- کثرت آبادی مسئلہ تب بنتی ہے جب اکثریت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں۔

11- آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا شمار دنیا کے چھٹے بڑے ملک میں ہوتا ہے۔

12- کثرت آبادی کی وجہ سے 44.9 ملین پاکستانی غربت کی سطح سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔

13- پاکستان جیسے ممالک میں اکثرت آبادی کی وجوہات میں قدامت پسندی، ناخواندگی اولاد کا بڑھاپے کا سہارا ہونا،

اندھی مذہبی تقلید، وغیرہ شامل ہیں۔

14- کثرت آبادی کے منفی اثرات زیادہ تر خواتین اور بچوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔

15- افرادی قوت کے صحیح استعمال، کنٹرول آبادی کے مؤثر منصوبوں اور دیہی ترقی کے ذریعے کثرت آبادی کے مسئلے کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

16- غربت ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں افراد معاشی انحطاط کا شکار ہوتے ہیں۔

17- غربت کے دائرہ کار میں غیر یقینی ذریعہ معاش، رہائش کا مناسب انتظام، عدم تحفظ، معاشرے میں طبقاتی فرق، محدود صلاحیتیں کمزور اور ریاتی نظام شامل ہے۔

18- عالمی سطح پر ہونے والی اموات میں سے ایک تہائی اموات کی وجہ غربت ہے۔

19- دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں چودہ سال سے کم عمر کے بچے اپنے خاندانوں کے بقاء کے لیے چاہے وہ سکول جاتے ہوں یا نہیں۔ محنت مزدوری کرتے ہیں۔

20- پاکستان میں مشقت کرنے والے بچوں کی تعداد تقریباً 12-11 ملین ہے۔

21- پاکستان جیسے ممالک میں چائلڈ لیبر ایک سستی مزدوری کا ذریعہ ہے اور سب سے زیادہ بچے زراعت کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

22- چائلڈ لیبر دنیا میں بچوں کے استحصال اور بچوں پر تشدد کا اہم ذریعہ ہے۔

7-   جوابات خود آزمائی
(Answers of Self Assessment Activities)

خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1-

1- ناپسندیدہ　　2-امن واستحکام　　3- عالمگیریت

4-معاشرتی تناؤ　　5- ملکی اداروں　　6-علم وہنر

7-خواتین اقلیتوں

خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1-　1- غلط　　2- صحیح　　3- غلط

4- صحیح

سوال نمبر 2-　1- جواب کیلئے سیکشن نمبر 2.1 کا مطالعہ کیجئے

2- جواب کیلئے سیکشن نمبر 2.4 کا مطالعہ کیجئے

خود آزمائی نمبر 3-

سوال　1- جواب کیلئے سیکشن نمبر 3.1 کا مطالعہ کیجئے۔

2- جواب کیلئے سیکشن نمبر 3.1 کا مطالعہ کیجئے۔

3- جواب کیلئے سیکشن نمبر 3.2 کا مطالعہ کیجئے۔

4- جواب کیلئے سیکشن نمبر 3.4 کا مطالعہ کیجئے۔

5- جواب کیلئے سیکشن نمبر 3.2 کا مطالعہ کیجئے۔

خود آزمائی نمبر 4

سوال نمبر: 1- لاطینی 2- 22.3 فیصد 3- ایک تہائی

4- 75فیصد 5-غربت 6- خواتین

7- غریب

خود آزمائی نمبر 5

سوال: 1- 12 ملین/بارہ ملین 2- آٹھ گنا 3- تعلیم

4-بچوں پر تشدد 5- سماجی ضرورت 6- سستی مزدوری

7-ذہنی نشوونما 8- صنعتی وتجارتی اداروں

8- فرہنگ اصطلاحات
(Explanations of Difficult Concepts)

1- معاشرتی مسئلہ:

معاشرتی مسئلہ ایک ایسے انحراف پر مبنی رویے کا نام ہے جو لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسی خاص سمت میں معاشرے کے بتائے ہوئے حدود سے باہر ہو کر اپناتے ہیں۔

2- دہشت گردی:

دہشت گردی ایک پلان محتاط، منظم لوجیکل طریقے سے قتل، طاقت اور دہشت کے ذریعے معصوم لوگوں کو خوف زدہ کر کے اور معاشرے میں انارکی/بدنظمی پیدا کر کے اپنے سیاسی یا پہلے سے پلان شدہ مقاصد کو حاصل کرنا ہے

3- کثرت آبادی:

اگر کسی علاقے میں افراد کی تعداد وہاں کے معاشی وسائل سے زیادہ ہو۔نا مناسب غذائی صورت حال ہو اور عام معاشرتی زندگی کی سہولیات موجود نہ ہوں تو ایسے علاقے کو کثیر آبادی وَ والا علاقہ اور اس مسئلے کو کثرت آبادی کا مسئلہ کہیں گے۔

4- غربت:

بنیادی طور پر غربت وسائل سے محرومی کا نام ہے۔جس میں نامناسب خوراک و لباس، بنیادی ضروریات زندگی تک رسائی، روزگار کا نہ ہونا، افراد کی زندگیوں میں سے تحفظ اور طاقت واختیار کا اخراج شامل ہیں۔

5- بچوں کی مشقت:

کوئی بھی ایسی معاشی سرگرمی جو پندرہ سال سے کم عمر کا کوئی بھی فرد انجام دے۔بچوں کی مشقت یا چائلڈ لیبر کہلاتی ہے۔اس سے مراد ایسی محنت ومزدوری ہے جو بچوں کی ذہنی و جسمانی، جذباتی، سماجی و روحانی نشوونما کو متاثر کرے اور ان کی تعلیم تک رسائی میں رکاوٹ بنے۔

جرائم اور ان کا انسداد

تحریر: محمد لطیف ورک

نظر ثانی: جاوید غنی ڈار

رخسانہ مسعود

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں معاشرے میں جرائم کی مختلف اقسام کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ جرائم کے ممکنہ اسباب کے متعلق معلومات فراہم کی جارہی ہیں۔ نیز جرائم سے متعلق تفتیش کے طریق کار پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جرائم کی روک تھام کے لیے مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں جن سے جرائم کے خاتمے کے لیے ہمہ جہت اور پر خلوص محنت کی ضرورت ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:۔

1- جرائم کی مختلف اقسام شمار کر سکیں۔
2- جرائم کے اسباب کا تجزیہ کر سکیں۔
3- جرائم سے متعلق تفتیش کے طریق کار پر بحث کر سکیں۔
4- جرائم کی روک تھام کے مختلف طریقے بیان کر سکیں۔

فہرست مضامین

عنوان		صفحہ نمبر
-1	جرائم کی اقسام	211
1.1	جرم کی تعریف	211
1.2	جرائم کی قسمیں	211
1.3	جرائم کے اعداد و شمار	212
-2	جرائم کے اسباب	215
2.1	قتل اور اس کے اسباب	215
2.2	زنا اور اس کے اسباب	220
2.3	مال و جائیداد کے متعلق جرائم	222
2.4	ڈکیتی اور رہزنی	223
2.5	اغواء	223
2.6	شراب نوشی	224
2.7	منشیات کا استعمال	226
2.8	قمار بازی	229
2.9	خودکشی	230
2.10	اہم نکات	231
2.11	خود آزمائی نمبر 1	233

3-	تفتیش جرائم	236
3.1	پولیس کا کردار	236
3.1.1	ریمانڈ	238
3.1.2	قتل کے کیس میں تفتیش	239
3.1.3	ایف آئی آر	239
4-	جرائم کا تدارک	241
4.1	بنیادی حقائق	241
4.2	انسداد جرائم میں مختلف اداروں کا کردار	242
5-	اصلاح جرائم	247
5.1	سزا اور اصلاح جرائم	247
5.2	پولیس	249
5.3	جیل خانے	250
5.4	آزمائشی رہائی	251
5.5	اسلام کا نظریہ جرم و سزا	254
5.6	اصلاحی اداروں کی ضرورت	254
5.7	اہم نکات	256
5.8	خود آزمائی نمبر 2	258
6-	جوابات	260

1- جرائم کی اقسام

یونٹ کے اس حصے میں جرائم کی مختلف اقسام پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بنیادی طور پر ماہرین کی نظر میں وہ کون سے اسباب ہیں جو جرائم کا باعث بنتے ہیں نیز بتایا گیا ہے کہ جرائم کے ارتکاب کو ہم کن کن شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1.1 جرم کی تعریف

آغاز بحث میں ہی یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جرم کس کو کہتے ہیں، جرم سے مراد ہر وہ فعل یا کام ہے جو رائج الوقت قانون کی رو سے قابل سزا قرار دیا گیا ہو۔ ایک فعل خود کتنا ہی ناشائستہ اور ناموزوں ہو۔ وہ اس وقت تک جرم نہیں کہلا سکتا جب تک اس کے لیے کوئی سزا نہ مقرر کی گئی ہو۔ معاشرتی زندگی کے کتنے معمولات ہیں جن کی انسان خلاف ورزی کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ کسی تعزیری دفعہ کی زد میں نہیں آتے اس لئے ان کو جرم نہیں کہا جا سکتا۔

1.2 جرائم کی قسمیں:

جرائم کا روزمرہ زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں، اخبارات ورسائل میں ان کا ذکر پڑھتے ہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کے بارے میں سنتے ہیں۔ کچھ جرائم معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں، جیسے ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی اور بعض سنگین نوعیت کے جرائم میں قتل و غارت گری، ڈکیتی، اغواء، سرقہ وغیرہ جرائم اقتصادی زبوں حالی کی بنا پر سرزد ہوتے ہیں۔ بعض کی نوعیت سراسر سیاسی ہوتی ہے۔ کچھ جرائم کی تہہ میں جنسی محرکات ہوتے ہیں۔

جرائم کی تقسیم ہم مجرموں کی مختلف اقسام پر بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً کمسن یا نابالغ مجرم، نوجوان مجرم، نئے مجرم، اتفاقی مجرم، عادی مجرم، سابقہ سزا یافتہ مجرم، خطرناک مجرم، سفید پوش مجرم، فاتر العقل مجرم، پیشہ ور مجرم۔

جرائم کی پہلی قسم میں وہ جرائم شامل ہیں جو انسانی جان کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً قتل، واغواء (عورتوں اور بچوں

کا) زنا بالجبر، قتل عمد، سرقہ بالجبر اور ضرر رسانی وغیرہ۔ یہ ایسے جرائم ہیں جن سے انسانی ذات متاثر ہوتی ہے۔

جرائم کی دوسری بڑی قسم میں ایسے جرائم شامل ہیں جو مال و جائیداد سے متعلق ہوتے ہیں۔ جیسے نقب زنی، چوری، جیب تراشی وغیرہ۔ ضروری نہیں کہ جرائم کے ان دو بڑے حصوں میں تقسیم معاشرے میں موجود تمام جرائم کا احاطہ کرے معاشرتی زندگی جتنی پیچیدہ اور متنوع ہے اتنی ہی جرائم کی مختلف اقسام ہیں۔

1- قتل

2- ڈکیتی، رہزنی

3- اغواء (اس میں عورتوں بچوں اور مردوں کا اغواء شامل ہے)

4- بچوں کی بے راہ روی

5- زنا بالجبر

6- چوری جس میں نقب زنی، جیب تراشی وغیرہ ہر قسم کے مال کی چوری شامل ہے۔

7- شراب نوشی

8- منشیات کا استعمال

9- قمار بازی

10- رشوت ستانی

11- عصمت فروشی

12- خودکشی

1.3- جرائم کے اعداد و شمار

جرائم کی اقسام کے ضمن میں وزارت داخلہ کے تحت قائم کردہ بیورو آف پولیس ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ کی طرف سے مختلف جرائم کے گزشتہ دس سال کے اعداد و شمار کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔

ذیل میں اگر چہ ان اعداد و شمار سے پوری صورتحال واضح نہیں ہوتی، کیونکہ سرکاری طور پر شائع کردہ اعداد و شمار،

سیاسی، انتظامی پالیسیوں اور پولیس کی مصلحتوں کے تحت ہی شائع ہوتے ہیں۔ اول تو پولیس کو بہت سے جرائم کی اطلاع نہیں ملتی، دوسرے بہت سے جرائم لوگوں اور پولیس کی نگاہ سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ پھر شائع شدہ اعداد وشمار میں وہی جرائم شامل کئے جاتے ہیں جو قابل دست اندازی پولیس ہوں یا جن کی بابت پولیس میں رپورٹ کی گئی ہو۔ جو جرائم نا قابل دست اندازی پولیس ہیں یا جن کی رپورٹ نہ کی گئی ہو، انکو شمار نہیں کیا جاتا۔ علاوہ بہت سے جرائم راضی نامے، ثالثی، مصالحتی عدالتوں، ذی اثر افراد کی مداخلت اور مجرموں کے خوف کی وجہ سے منظر عام پر نہیں آسکتے۔ تاہم ان سے بیمار معاشرے کی حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہم یہ اعداد وشمار بشکریہ بیورو آف پولیس ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ذیل میں دیتے ہیں۔

1972ء-1982ء کے لیے جرائم کے اعداد وشمار

1982	1981	1980	1979	1978	1977	1976	1975	1974	1973	1972	
170682	170802	164586	143906	165769	141325	166832	164419	160301	158169	156722	1-تمام رپورٹ شدہ جرائم
4759	4834	4548	3735	4168	4360	4580	4625	4983	4610	4697	2-قتل
8125	8356	7787	7024	7402	6771	7144	7133	7363	6812	7330	3-کوشش قتل
13325	14233	13987	12199	13052	11384	12333	12131	12710	12145	12,500	4-زخمی کرنا
1552	1187	1025	777	892	654	643	567	512	587	572	5-زنا بالجبر
1151	1314	1351	1173	1407	1070	983	948	1066	983	1271	6-اغواء (بچوں کا)
3539	3595	3248	2245	2525	2029	2029	2047	2131	2080	2406	7-اغواء
91	71	66	82	99	58	58	46	45	42	26	8-بچوں کا اٹھانا
921	973	948	1109	965	965	927	918	910	1069	1095	9-سرکاری ملازمین پر حملے
1831	1990	1941	1948	1712	1927	1579	1591	1788	1836	20463	10-بلوے
113	89	85	110	84	76	116	99	116	182	286	11-ڈکیتی
475	579	518	517	482	331	571	497	599	929	1402	12-رہزنی

13-نقب زنی	16480	12435	10965	10285	9465	7781	10273	8764	8579	7901	7348
14-جانوروں کی چوری	9340	9159	9113	9232	8621	5763	7538	5659	4755	4298	4281
15-چوری	2377	22438	21294	19134	17819	15437	18758	15768	24732	25305	24813
16-سنگین حادثے	2345	2354	2400	2524	2702	3069	3138	3357	3440	3717	3780
17-معمولی حادثے	4511	4600	5119	5446	5851	6283	7137	8030	8586	8144	8082
18-قانون اسلحہ کیخلاف	18271	26829	25692	26368	28373	15125	17551	14830	21119	25963	27122
19-ایکسائز اور منشیات کے قوانین	9978	14718	17075	19919	19687	13621	16986	7100	10504	13568	14774
20-دیگر مقامی اور مخصوص	11613	9280	10535	13054	13974	14258	18185	21808	20821	22167	20362
21-متفرق	26359	25081	25885	27828	29377	30365	33413	27676	26546	27518	24211

مذکورہ بالا جرائم کا پائی گراف برائے سال 1982ء یہ ہوگا
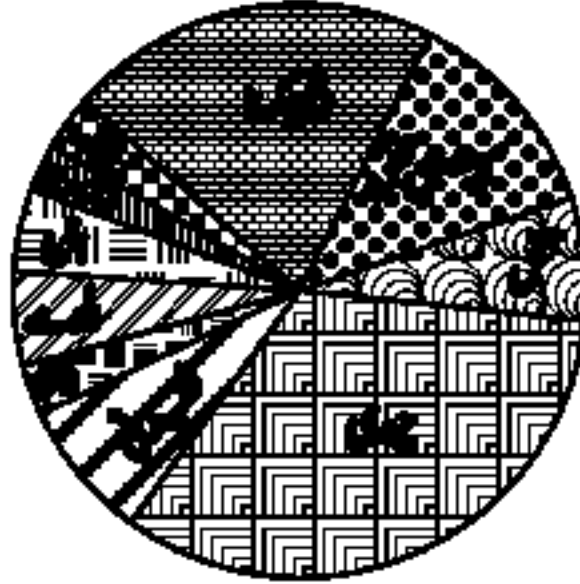
1982ء میں جرائم کا پائی گراف

2- جرائم کے اسباب

یونٹ کی ابتدا میں ہم نے جرائم کی مختلف اقسام کا شمار کیا تھا اس سلسلے میں ہم الگ الگ ہر جرم کی باعث بننے والے اسباب اور عوامل کا تجزیہ کریں گے اور بتائیں کہ ہر جرم کس طرح معاشرتی زندگی سے ابھر کر رونما ہوتا ہے اور کون سے معاشرتی عوامل اس کا باعث بنتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اپنی بحث کا آغاز زندگی کے سب سے گھناؤنے اور سنگین جرم قتل سے کرتے ہیں۔

2.1 قتل اور اس کے اسباب

ہر معاشرتی مظہر خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، معاشرے کا عکاس ہوتا ہے اس کی نوعیت و ہیت مخصوص معاشرتی زندگی کی آئینہ دار ہوتی ہے، ہر معاشرے کی اقدار دوسروں سے مختلف ہوتی ہیں، لہٰذا جرائم اور جرائم پیدا کرنے والے اسباب مخصوص معاشرتی ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم جرائم کے اسباب کا تجزیہ کرنے لگیں تو ہمیں اس معاشرے کے مختلف عوامل اور ماحول کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک معاشرے کے مختلف عوامل پیدا کرنے والے اسباب کا اطلاق دوسرے معاشرے میں رونما ہونے والے جرائم کا اسباب پر نہیں کر سکتے۔ جرائم کے اسباب کو اس معاشرتی زندگی کے پس منظر میں سمجھا جا سکتا ہے، جس میں ان کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

بد قسمتی سے پاکستان میں معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر سائنسی تحقیقات نا پید ہیں، جرمیات کا معاملہ اگرچہ بے حد اہم ہے لیکن اس بارے میں بہت کم تحقیقات کی گئی ہیں۔ اکا دکا تحقیقات ایسی ملتی ہیں جو مختلف جامعات کی عمرانی علوم کے طلبہ نے ایم اے کی سند حاصل کرنے کے لیے مقالات کی صورت میں تحریر کی ہیں۔ لیکن ان کا دائرہ کار محدود ہے، لہٰذا ان سے ہم بڑے بڑے نتائج اخذ نہیں کر سکتے۔ تاہم اس سلسلے میں جامع قائداعظم کے نفسیات کے قومی ادارے اور حکومت پاکستان کی خواتین ڈویژن کی طرف سے درج ذیل نہایت اہم تحقیقات حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔

1. Parvaiz N.Tariq and Naeem Durrani, Sociopsychological Aspects of Crime in Pakistan. National Institute of Psychology, Quaid-e-Azam University, Islamabd.

2. Parvaiz N. Tariq, A study of Femail Crime in Rural and Urban areas of Pakistan. Womens division, Government of Pakistan, Islamabad.

اول الذکر تحقیق کے لیے وزارت داخلہ اور موخر الذکر کو خواتین کی ڈویژن نے مالی امداد فراہم کی۔ان تحقیقات سے کم ازکم پاکستان میں جرائم کے مختلف کارفرما عوامل کا سائنسی تجزیہ اور اس کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، جہاں بھی مناسب ہوا ہم ان تحقیقات کے اعداد و شمار آئندہ آنے والی بحث میں پیش کریں گے۔

پاکستان میں مختلف جرائم کی کل تعداد کیا ہے، سالانہ قتل کتنے ہوتے ہیں،اس کے بارے میں وزارت داخلہ کے تحت قائم کردہ بیورو آف پولیس ریسرچ (Bureau of Police Research) کے ذرائع کے مطابق پاکستان میں 1982ء میں ہر قسم کے جرائم کی کل تعداد 170682 تھی۔قتل ہونے والے افراد کی تعداد پچھلے گیارہ سالوں میں درج ذیل ہے۔

سال	1972	1973	1974	1975	1976	1977	1978	1979	1980	1981	1982
تعداد	4697	4610	4983	4625	4580	4360	4168	3735	4548	4834	4759

اوپر کے اعداد و شمار سے مختلف صوبوں میں ہونے والے قتلوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی قتل کرنے والوں کی ذاتی کوائف مثلاً عمر، جنس، سماجی حیثیت، پیشہ وارانہ گروہ، مالی حیثیت، دیہاتی و شہری رہائش وغیرہ جیسے عوامل کے بارے میں کوئی معلومات ملتی ہیں۔تاہم مذکورہ رپورٹیں اس بارے میں کچھ روشنی ڈالتی ہیں۔ان کی تحقیقات کے مطابق پاکستان کے دیہات اور شہروں میں انسانی جان سے متعلق جرائم کا بالترتیب تناسب 81 اور 19 فیصد ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیہات میں قتل شہروں کی نسبت تقریباً 4 گنا زیادہ ہوتے ہیں۔

مزید برآں جرائم کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انسانی ذات کے خلاف جرائم کا ارتکاب ہمارے ملک میں زیادہ ہوتا ہے۔اس کا ثبوت ذیل کے گوشوارے سے ملتا ہے، جو ہم نے نفسیات کے قومی ادارے کی رپورٹ سے لیا ہے۔ رپورٹ میں جب 220 جرائم کی نوعیت کا تجزیہ کیا گیا تو ان کی تعداد اور فیصد تناسب یہ تھا۔

جرائم کی نوعیت

نمبر شمار	جرائم کی نوعیت	تعداد	فیصد تناسب
-1	قتل اور شدید زخمی کرنا	153	69.6
-2	اغواء، زنا بالجبر	9	4.1
-3	ڈکیتی، رہزنی	6	2.7
-4	چوری اور بازیافت	19	8.6
-5	غبن، فراڈ، منشیات	9	4.1
-6	فوج سے فرار	18	8.2
-7	دیگر	6	2.7
		220	100

اوپر دیئے گئے گوشوارے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں زیادہ تر جرائم قتل اور زخمی کرنے سے متعلق ہوتے ہیں۔ انسانی ذات کے خلاف ارتکاب جرائم ہمارے دیہاتی علاقوں کا طرہ امتیاز ہے۔

ہمارے معاشرہ میں قتل کی اہم وجوہات زر، زن اور زمین کا حاصل ہے، ہر قتل کے وقوع میں ان اسباب میں سے کوئی نہ کوئی سبب ضرور پایا جاتا ہے۔ بہت کم قتل کسی فوجی جذبے یا وقتی اشتعال کے تحت ہوتے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر کی پہلے سے باقاعدہ منصوبہ بندی شامل ہوتی ہے۔ اس دلیل کے ثبت میں ہم مذکورہ تحقیق کا یہ گوشوارہ پیش کرتے ہیں۔

قتل اور زخمی کرنے کے ارتکاب جرائم کی وجوہات

نمبر شمار	جرائم کی نوعیت	تعداد	فیصد تناسب
-1	زمینی جھگڑے یا پرانی عداوت	31	20.3
-2	عورت یا عورت پر پرانی عداوت	32	21.0
-3	پرانی دشمنیاں	12	7.8
-4	باہمی چھوٹے مسائل	43	28.1
-5	باہمی خاندانی مسائل	25	16.3
-6	دیگر (ڈکیتی) گلی محلہ کے جھگڑے اور جوئے پر جھگڑے	10	6.5
		153	100

اوپر دیئے گئے گوشوارے سے پتہ چلتا ہے کہ قتل اور زخمی کرنے کے 20 فیصد جرائم کا سبب زمین پر جھگڑوں، زمین پر پرانی عداوتیں تھا۔ دیہاتی علاقوں میں زمین کی حد بندی، آبپاشی کے پانی کی تقسیم وغیرہ قتل اور شدید زخمی کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جب ایک قتل ہو جائے تو پھر قتلوں کا ایک لامتناہی سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔ بدلہ لینا کھوئی ہوئی عزت کی واپسی اور اس کا حصول باعث افتخار سمجھا جاتا ہے۔ جو بدلہ نہ لے سکے وہ بے غیرت اور معاشرے میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ بے شمار خاندان اس گھناؤنے دائرے میں آ کر برباد و فنا ہو جاتے ہیں بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی طعنوں، تشنیع سے تنگ آ کر سرخرو ہونے کے لیے قتل پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس کو عزت و وقار کی بحالی کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔ قتل کے فروغ میں ہمارا فرسودہ طویل عدالتی نظام معاشرے میں رشوت کا دور دورہ اور بدعنوان پولیس کا نظام بھی شامل ہے۔ پاکستان میں سیاسی وجوہ کی بنا پر قتل ایک نیا عنصر ایک اور نئے باب کا آغاز ہے۔ قتل اور زخمی کرنے کی دوسری وجہ تحقیق کے مطابق عورت اور عورت پر مبنی پرانی عداوت (21 فیصد) ہوتی ہے۔ زیادہ تر جرائم خاوند کرتے ہیں، جو اپنی بیوی کے کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ناجائز تعلقات معلوم ہونے پر قتل کرتے ہیں۔ بعض اوقات باپ اور بھائی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو غیر مردوں کے ساتھ تعلقات

رکھنے پر قتل کر دیتے ہیں ۔اغواء اور زنا بالجبر کا بالآخر اختتام قتل یا شدید زخمی پر ہوتا ہے،ان عوامل کا اگر گہرائی سے تجزیہ کیا جائے تو ان کی تہہ میں جہالت، مخصوص معاشرتی اقدار کا دباؤ، طویل فرسودہ عدالتی نظام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر عدم اطمینان جیسے عوامل ہیں۔شادی کے قابل عورت جو زمین کی مالکہ ہو، جھگڑوں کا زیادہ باعث بن سکتی ہے۔

اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے ذاتی مسائل بھی قتل وغیرہ پر اکساتے ہیں، مخصوص مفاد کے حامل افراد اور پولیس کا کردار بھی بعض اوقات قتل کا مزید سبب بن جاتے ہیں۔

مختلف صوبوں میں مذکورہ رپورٹ کی تحقیقات کے مطابق پنجاب اور سرحد میں تمام جرائم کا بالترتیب 85،73 فیصد تناسب انسانی ذات کے خلاف پایا جاتا ہے۔جب کہ بلوچستان اور سندھ میں زیادہ جرائم جائیداد کے خلاف ہوتے ہیں قتل کی یہ وارداتیں شکستہ گھروں سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد جن کے والدین میں کوئی یا دونوں فوت ہو گئے ہوں، زیادہ کرتے ہیں اور جن کی عمریں 30 سے کم ہوتی ہیں، بری صحبت، کرائے پر قتل، خوشحال گھرانوں کے بچے بھی انسانی ذات کے خلاف جرائم میں ملوث پائے جاتے ہیں۔

عام طور پر قتل زیادہ تر مرد کرتے ہیں کچھ قتل عورتیں بھی کرتی ہیں، اس سلسلے میں خواتین ڈویژن کی شائع کردہ رپورٹ ''پاکستان میں دیہی اور شہری علاقوں میں خواتین کے جرائم کا مطالعہ'' میں یہ دلچسپ انکشاف کیا گیا ہے کہ عورتوں میں قتل کا جرم ہی زیادہ پایا جاتا ہے۔دیگر جرائم کا ارتکاب ان میں کم ہے۔

رپورٹ کے مطابق عورتوں میں قتل کرنے کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

قتل کی وجوہات

نمبر شمار	جرائم کی نوعیت	تعداد	فیصد تناسب
-1	عائلی جھگڑوں، تبادلے کی شادی، سسرال والوں سے عدم مطابقت، غیر مردوں سے جنسی تعلقات	28	66.7
-2	خاندانی دشمنی، جائیداد، زمین پر جھگڑے	7	16.6
-3	عزت و آبرو بچانے کی خاطر ذاتی دفاع	3	7.1
-4	وقتی اشتعال انگیزی	2	4.8
-5	والدین کا قتل ان سے اختلاف کی وجہ سے	1	2.4
-6	خاوند کے ناجائز بچوں کا قتل	1	2.4
		42	100

رپورٹ کے مطابق عورتوں کے قتل کرنے کے زیادہ واقعات صوبہ سرحد، اس کے بعد بلوچستان اور پنجاب اور آخر میں صوبہ سندھ آتا ہے۔ عورتوں کا قتل کرنے کے جرم میں عدم مطابقت، باہمی رقابت شکستہ گھر 30 سال سے کم عمر، غلط صحبت و ماحول، ناقص تربیت، غربت، جہالت، نفسیاتی وجوہ جیسے عوامل اہم ہیں۔

2.2 زنا کاری اور اس کے اسباب

جنسی تسکین انسانی ضرورت ہے، مرد عورت جوان ہونے پر ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھتے ہیں، معاشرے میں جب مرد وعورت کی تعداد میں عدم مساوات، دولت کی فراوانی، مذہب سے بیگانگی، خدا سے بے خوفی، مرد وعورت کے آزادانہ میل جول، اچھی تعلیم وتربیت کا فقدان، شکستہ گھر، مفلسی وغربت، معاشرتی درجہ بندی، معاشرتی ناہمواری اور نکاح میں معاشرتی دشواریاں، گندہ لٹریچر، لچر گانوں، مغربی فلموں کی فراوانی، مادر پدر آزاد، جیسے عوامل موجود ہوں تو معاشرے میں زنا کاری کو فروغ ملتا ہے۔

زنا میں مرد نسبتاً زیادہ فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض شادی شدہ مرد پرائی عورتوں کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں۔ عموماً ان لوگوں کی ازدواجی تعلقات غیر نارمل ہوتے ہیں۔ اکثر یہ لوگ فریق ثانی کی مرضی سے ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں انہیں ناجائز طریقوں اور دھمکیوں سے ایسا کرنے میں مجبور کرتے ہیں، کبھی کبھی کمسن بچیاں بھی ان کی حیوانی خواہشات کا شکار ہو جاتی ہیں، بعض مرد شدید ذہنی اور جنسی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں لیکن ان کی اقتصادی حالت اتنی بہتر نہیں ہوتی کہ نکاح کریں، نتیجتاً یہ اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے ناجائز جنسی تعلقات کا سہارا لیتے ہیں۔

بہت کم شادی شدہ عورتیں جنسی تسکین کے لیے زنا کا سہارا لیتی ہیں، اگر کسی غلطی سے وہ ایسا کر بیٹھیں تو جلد ہی تائب بھی ہو جاتی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ عادت عموماً شادی کے بعد جاتی رہتی ہے۔ طوائفوں سے متعلق عام لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ شدید جنسی خواہشات کے سبب یہ پیشہ اختیار کرتی ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس پیشے سے بالکل خوش نہیں ہوتیں اور پھر حالات و ماحول ہی کے دباؤ کے تحت یہ پیشہ جاری رکھتی ہیں۔

پرویز نعیم طارق کی تحقیق کے مطابق زنا کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	جرائم کی نوعیت	تعداد	فیصد تناسب
-1	سسرال اور خاوند کے ظلم وستم سے فرار ہو کر کسی دوسرے مرد کے ساتھ بھاگ جانا	3	27.3
-2	خاوند کے برے سلوک کی وجہ سے جوز ناپر آمادہ کرتا تھا	2	18.2
-3	پڑوسی کے ساتھ ناجائز تعلق	1	9.1
-4	غیر اخلاقی ناشائستہ کردار	5	45.4
		11	100

اس کا مطلب ہے کہ زیادہ تر ''جنسی جرائم'' عائلی عدم مطابقت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

جنسی جرائم میں خاندانی عدم مطابقت اہم کردار ادا کرتی ہے

ذرائع ابلاغ عامہ مخرب اخلاق ادب نوجوانوں کو جنسی جرائم کی طرف راغب کرتے ہیں

2.3 مال و جائیداد سے متعلق جرائم

مال و جائیداد سے متعلق جرائم چوری، نقب زنی، جیب تراشی، ڈکیتی، راہزنی ہیں، پروفیسر نعیم طارق کی تحقیق کے مطابق جائیداد سے متعلق زیادہ تر جرائم شہروں میں کیے جاتے ہیں۔

شہروں میں ان کا فیصد تناسب 76 اور دیہات میں 24 فیصد ہے جو وجوہ ہم نے قتل کے سلسلے میں گنوائی ہیں۔ وہی وجوہات جائیداد سے متعلق جرائم کی تہہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

چوری و نقب زنی عموماً معاشرے کے پس ماندہ، جاہل طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد، معاشرتی ناہمواری کے شکار، شکستہ گھروں کی پیداوار، ناقص تعلیم و تربیت، جلد امیر بننے کی خواہش، مذہب سے بیزاری، شہروں میں آبادی کی گنجانی وغیرہ جیسے عوامل اہم حیثیت رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ یہ جرائم صرف غریب لوگ کرتے ہیں۔لیکن اب اچھے بھلے کھاتے پیتے گھرانوں کے بچے، انگریزی زبان کی فلموں کی نقالی میں چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں، اس کے علاوہ دشمن سے بدلہ لینے کے لیے اور اس کو نقصان پہنچانے کی خاطر بھی اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جدید ہتھیاروں کا آسانی سے مل جانا، راتوں رات امیر بننے کی خواہش، سیاسی انتقام کے جذبے کی تسکین کی خاطر ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

نفسیات کے قومی ادارے کی رپورٹ کے مطابق جائیداد سے متعلق زیادہ تر جرائم میں سندھ پہلے نمبر پر آتا ہے۔اس کے بعد بلوچستان، پھر سرحد اور آخر میں صوبہ پنجاب آتا ہے۔سندھ میں جائیداد سے متعلقہ جرائم کی ایک وجہ کراچی اور حیدرآباد کے صنعتی شہر بھی ہو سکتے ہیں۔

2.4 ڈکیتی ورہزنی

قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نظر میں ڈکیتی و رہزنی قتل کی طرح بڑا سنگین جرم ہوتا ہے، اگرچہ یہ مال و جائیداد کا جرم ہوتا ہے پھر بھی اس کی سنگینی کے پیش نظر اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

رہزنی و ڈکیتی کے مرتب افراد کا مقصد مال حاصل کرنا ہوتا ہے، لیکن اس واردات کی تہہ میں نفسیاتی جذبہ مجرم کے طور پر کام کرتا ہے کہ راہزن زبردستی مال حاصل کرتا ہے۔ بنک لوٹنے کے سلسلے میں زیادہ مال حاصل کرنے کی خواہش کارفرما ہوتی ہے۔

واردات کرنے سے قبل رہزن واردات کرنے والی جگہ گرفتاری کا متوقع خطرہ مال حاصل ہونے کے امکانات کا بغور جائزہ لیتا ہے، پہلے وہ تمام مطلوبہ معلومات حاصل کرتا ہے، اپنا گروہ منظم کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ کس طرح کس وقت لوٹنا ہے۔

پاکستان میں رہزن دور دراز سڑکوں، شاہراہوں پر بھی مسافروں کو لوٹتے ہیں، جہاں پولیس اتنی جلدی نہ پہنچ سکے۔ یہ کام زیادہ تر پیشہ ور مجرم کرتے ہیں۔ وہ زیر زمین اپنا منظم گروہ رکھتے ہیں، جہاں ان کا ایک لیڈر رہتا ہے اور لوٹا ہوا مال برابر تقسیم ہوتا ہے۔

ڈکیتی ایک سنگین جرم ہے، جس میں خوف و ہراس اور تشدد پایا جاتا ہے۔ اس جرم کے ارتکاب کے لیے قانون فوجداری کی رو سے مجرم کی تعداد 5 یا اس سے زیادہ ہونی چاہئے۔ چونکہ ڈکیتی کے جرم میں جبر و تشدد، دھمکی یا خوف کا پہلو شامل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سرقہ بالجبر کا جرم بن جاتا ہے۔ اور جب سرقہ بالجبر میں مجرموں کی تعداد پانچ یا پانچ سے زائد ہو تو وہ ڈکیتی کہلائے گی۔

2.5 اغواء

پاکستان میں بچوں اور لڑکیوں کا اغوا ایک باقاعدہ گروہ کرتا ہے، بچوں کو اغوا کرنے والے ایسے بچوں سے کیمپوں میں محنت مشقت کا کام لیتے ہیں، یا پیشہ ور گداگر بھیک منگواتے ہیں۔

بچوں کو اغواء کر کے یا ان سے بیسوائی کا پیشہ کرایا جاتا ہے یا انکو بیچ دیا جاتا ہے۔پاکستان کے دیہی شہری علاقوں میں جرائم نسواں کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اغواء کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

		تعداد	فیصد تناسب
-1	کسی کا پیشہ کرانے کے لیے لڑکی کا اغواء	1	11.1
-2	ایسی لڑکیوں کا اغوا جو زنا میں آلہ کار تھیں	3	33.4
-3	نابالغ لڑکی کا اغوا پیسوں یا زیورات کی خاطر	1	11.1
-4	ماں اور بیٹی جو کسی کے اغوا اور زنا بالجبر میں آلہ کار تھیں	2	22.2
-5	عورت کا نکاح کی خاطر اغواء	1	11.2
-6	شدید عائلی جھگڑوں کی بنا پر اغواء	1	11.1
		9	100

2.6 شراب نوشی

شراب نوشی عہد حاضر کا عظیم المیہ ہے،ترقی یافتہ ملکوں کی اکثریت اس کی زد میں ہے اور ترقی پذیر معاشروں میں تیزی سے اسے مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔پاکستان میں شراب نوشی پر معتبر اعداد و شمار تو نہیں ملتے البتہ اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شراب نوشی کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے۔

اگر چہ شراب نوشی قانوناً ممنوع ہے لیکن پھر بھی دیسی اور ولائتی ساخت کی شراب ضرورت مندوں کو مل جاتی ہے۔ دیہات میں کچھ لوگ ذاتی استعمال کیلئے ٹھرا وغیرہ بھی تیار کر لیتے ہیں۔

شراب نوشی کے اسباب

شراب نوشی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر مختلف علوم کے ماہرین تحقیق کر رہے ہیں،اگر چہ اس کے اسباب پر کوئی حتمی نظریہ پیش نہیں کیا گیا تاہم بہت سے نظریات اسکے استعمال کی سائنسی تشریح کرتے ہیں۔عام طور پر ان نظریات کو عضویاتی،

نفسیاتی اور عمرانی مکاتب فکر میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک مکتب فکر شراب نوشی کے اسباب کے بعض مخصوص پہلوؤں پر زور دیتا ہے۔

عضویاتی مکتب فکر

عضویاتی مکتب فکر کے نظریات کے مطابق شراب نوشی کا سبب انسانی جسم میں اندرونی غدودوں کے نقص، حیاتی کیمیائی (Bio Chemical) قسم کے نقائص، حیاتین اور دوسرے غذائی اجزاء کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اس مفروضے کی بنیاد پر ماہرین نے معالجاتی طریقے ایجاد کئے اور عادتاً شراب پینے والوں کے علاج کی کوششیں کیں ہیں۔ تا حال ایسی کوئی دوا ایجاد نہیں ہوئی جس سے شراب نوشی ختم ہو سکے۔

نفسیاتی مکتب فکر

نفسیاتی مکتب فکر کے حامیوں کا خیال ہے کہ گھر کے برے ماحول کے سبب بچے میں مختلف ذہنی الجھنیں جنم لیتی ہیں، جو نفسیاتی طور پر اسے شراب نوشی کے لیے تیار کرتی ہیں۔ ان نفسیاتی الجھنوں میں احساس گناہ خود اعتمادی کی کمی اور عدم استقلال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

عمرانی مکتب فکر

عمرانی ثقافتی مکتب فکر کے مطابق باہمی تعلقات میں کشیدگی کش مکش جذباتی ناپختگی، ذہنی انتشار کے رجحانات احساس تنہائی، عدم خود اعتمادی اور احساس گناہ کے سبب انسان کثرت شراب نوشی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

انسان دوستوں کی صحبت میں یا کیسی خاص واقعے سے متاثر ہو کر کسی طرح بھی شراب پینا شروع کر سکتا ہے۔ البتہ جب شراب نوشی کی وجہ سے انسان میں جذباتی ہیجان پیدا ہونے لگے اور بار بار ذہنی کھچاؤ کی کیفیت پیدا ہو اور وہ اس پر قابو پانے کی بجائے شراب استعمال کرتا رہے تو بالآخر اس پر شراب نوشی کی عادت غالب آ جاتی ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں عدم استحکام، بے چینی، تشویش، عدم تحفظ ہو، وہاں شراب نوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

الکوحل اور شراب نوشی انسان کو اخلاقی و قانونی پابندیوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ عموماً نشے کی حالت میں انسان کے اندر سویا ہوا شیطان بیدار ہو جاتا ہے اور وہ اعتدال کی راہ سے بالکل ہٹ جاتا ہے۔ شرابیوں پر جو بھی تحقیقات ہوئی ہیں

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ جنسی بے راہ روی، چوری اور لڑائی جھگڑے کے بہت عادی ہوتے ہیں۔

شرابیوں میں شاہراہوں کے قوانین کی خلاف ورزی کی شرح بھی بہت زیادہ ہے۔ ہمارے ہاں ایسے اعداد و شمار نہیں ملتے جن سے پاکستان میں سڑکوں کے حادثات میں شراب نوشی کو بڑا دخل ہے۔شراب پینے کے بعد ذہنی اور جسمانی نظام معطل ہو جاتا ہے اور نشے کی وجہ سے انسان خطرے سے بچ نکلنے کی سوجھ بوجھ سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ بروقت فیصلہ کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

امریکہ کی قومی حفاظتی کونسل کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ وہاں موٹر کاروں کے جتنے بھیانک حادثے پیش آتے ہیں، ان میں سے تقریباً 25 فیصد حادثات کا سبب یہ ہوتا ہے کہ گاڑی چلانے والے نشے میں ہوتے ہیں۔

شراب نوشی سے اعصاب کو سخت نقصان پہنچتا ہے، جس سے شرابی اعصابی بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض نفسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

شراب نوشی کے سماجی نقصانات

شراب کے استعمال سے انسانی حقوق و فرائض میں الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور شرابیوں کے لیے اپنے کام کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔جس سے اجتماعی زندگی شدید تلخیوں کا شکار ہو جاتی ہے، اس سے شرابیوں کی عائلی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے، اس کے استعمال سے گھریلو ماحول میں کشیدگی اور ہمدردی کی فضاء ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

والدین کی شراب نوشی کا بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر بھی برا اثر ہوتا ہے، بچے بھی تقلیداً شراب نوشی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، اس سے اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے، اور قوت اس قدر گھٹ کر آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے۔

2.7 منشیات کا استعمال

جدید دور میں مسکرات اور منشیات کا استعمال ساری دنیا میں بہت بڑھ گیا ہے۔اس کے بڑھتے ہوئے استعمال پر خاص طور پر پاکستان میں بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔نوجوانوں میں خصوصاً طلبہ میں اس کا استعمال خاصا بڑھ رہا ہے۔نشہ آور اشیاء میں چرس، افیون، گانجا، ماریجوانا (بھنگ) ہیروئین، مارفین، ایل سی ڈی، کوکین وغیرہ شامل ہیں۔اس بیماری نے اب

تشویشناک صورتحال اختیار کرلی ہے۔

پاکستان اس وقت نشہ آور اشیاء کی سب سے بڑی منڈی ہے ہفت روزہ نیو یارک ٹائم کی اطلاع کے مطابق یہاں پوست (Fofpy) کی 200 ٹن سالانہ پیداوار ہے۔افغانستان پر روس کے قبضے کے بعد اور ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد منشیات کی بین الاقوامی ٹریفک پاکستان کے راستے بہت بڑھ گئی ہے۔ بلکہ اب تو پاکستان افغانستان اور ایران کو سنہری ہلال (Golden Crescent) کے نام سے موصوم کیا جاتا ہے۔اس نفع بخش پیشے اور سودے میں لوگوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔نیو یارک ٹائم کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اس پیشے سے وابستہ افراد کی تعداد اب 2 لاکھ ہے۔اس ہفت روزہ میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ کراچی میں انجینئرنگ اور میڈیکل کے 500 طلباء پر سروے کیا گیا تو پتہ چلا کہ ان میں سے 12 فیصد اس لت میں گرفتار ہیں۔منشیات کی روک تھام کے لیے حکومت پاکستان نے ہیروئن کے تاجروں کے لیے عمر قید اور 30 کوڑے سزا رکھی ہے،لیکن پھر بھی اس کا پھیلاو بڑھ رہا ہے۔ہیروئن کا استعمال ہماری نوجوان نسل کو تباہی کے گھمبیر اندھروں کی طرف لے جارہی ہے۔ بلکہ کھاتے پیتے گھرانوں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی دلدادہ ہوگئی ہیں۔بچے بھی اس کا شکار ہورہے ہیں۔

جب انسان کسی مخدر چیز کا استعمال کرتا ہے،تو اس کے جسم اور ذہن میں ایسی اشیاء کے لیے تحریک پیدا ہوتی ہے۔ یہی تحریک بعد میں ایک زبردست عادت کو جنم دیتی ہے اور آہستہ آہستہ مخدر اشیاء کا استعمال ایک جسمانی ضرورت خیال کیا جانے لگتا ہے۔پھر جب کبھی اس نشے سے گریز کیا جاتا ہے تو نارمل عضویاتی،نفسیاتی وظائف میں نقصان پیدا ہونے لگتے ہیں اور مرضیاتی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔عموماً یہی وہ علامتیں ہیں جو انسان کو ان مخدر اشیاء کے استعمال پر مجبور کرتی ہیں۔

عادی بنانے والے ادویہ کی مقدار خوراک میں اگر برابر اضافہ نہ کیا جائے تو اس کے لطف و نشے میں مزا نہیں آتا کیونکہ ایک مقدار کا انسان عادی ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان برابر اس مقدار میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔زیادہ مقدار سے جسمانی ونفسیاتی نقصانات زیادہ ہوتے ہیں،ان ادویہ کے باقاعدہ استعمال سے انسان میں بہتری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور انہیں ترک کرنے سے درد،تھکن،اضمحلال کی کیفیت غالب آنے لگتی ہے۔

انسان اکثر ماحول کے زیر اثر منشیات کا استعمال شروع کرتا ہے۔کاروباری نقصان،غم واندوہ کے صدموں کسی عزیز

کی موت جیسے واقعات انسان کو ذہنی انتشار میں مبتلا کرتے ہیں۔جن سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ منشیات کا استعمال شروع کردیتا ہے۔اس سے وقتی طور پر درد اور تکلیف میں افاقہ ہوتا ہے،غم غصہ ہیجان میں عارضی طور پر کمی واقع ہوتی ہے۔ انسان دنیا اور اس کے غموں کو بھلا دیتا ہے۔

بعض اوقات طبیب، بیماروں کو ایسی ادویہ کا استعمال کراتے ہیں،جن میں الکوحل اور دوسرے مسکرات کی آمیزش ہوتی ہے۔اگرچہ لوگوں کی اکثریت ان ادویہ کی عادی نہیں ہوتی، تاہم بعض لوگ ان کے نشے میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ باقاعدگی سے ان کا استعمال کرنے لگتے ہیں۔

ڈاکٹر آئی۔اے کے ترین کی تحقیق کے مطابق منشیات کے استعمال اور پھیلاؤ میں سب سے اہم کردار اس کی بآسانی دستیابی ہے۔ہیروئن کے ایک گرام کی قیمت جہاں پاکستان میں 10۔25 روپے ہے،وہاں امریکہ میں اس کی قیمت 3000 ڈالر ہے۔یعنی -/42000 روپے ہے۔دوسری وجہ سے اس کی نفسیاتی و جذباتی تخت اس کا معاشرتی دباؤ سہنے کی اہلیت ہے، جو آدمی منشیات کا عادی ہوتا ہے،وہ ایک کمزور شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔جذباتی طور پر وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے۔زندگی سے وہ راہ فرار اختیار کرتا ہے۔وہ اس دکھ بھری زندگی کی مشقوں سے نجات منشیات کے نشے میں ڈھونڈتا ہے۔ڈاکٹر ترین کی رپورٹ کے مطابق ہیروئن کا شکار عموماً نوجوان (Teenagers) ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر 463 نشہ کرنے والوں میں جوان کے مرکز میں برائے علاج داخل ہوئے عمروں کا گروہ یہ تھا۔

21 عمر سالوں کی مطابق	
15-19	7.59
20-24	34.56
25-29	33.5

پیشہ وارانہ لحاظ سے ان میں سے 5 فیصد بے روزگار تھے، 7.3 فیصد طلباء 1.1 فیصد غیر ہنرمند مزدور، 26.57، ہنرمند مزدور 29 فیصد، چھوٹے دکاندار یا کلرک 5 فیصد، درمیانے درجے کے ملازمین اور 20.30 اپنے کاروبار والے تھے۔35 فیصد کی آمدنی 100-500 روپے اور 31 فیصد کی آمدنی 1500-2500 روپے تھی۔

منشیات اور جرائم

منشیات کا استعمال انسان کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو سخت نقصان پہنچاتا ہے، اگر چہ ان کا استعمال براہ راست جرائم کا سبب نہیں بنتا۔ تاہم اس کی وجہ سے اقتصادی مسائل عائلی تلخیاں اور ازدواجی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں جو بلا شبہ جرائم کے ساتھ گہرے رشتوں میں منسلک ہیں۔ مسرات کا استعمال ٹریفک کے حادثات میں اضافہ کرتا ہے۔ منشیات ذہن کو مفلوج کر دیتی ہیں جس سے انسان میں جرائم پسندی کی علامات پیدا ہونے لگتی ہیں، ان کی استعمال سے حیوانی خواہشات ابھرنے لگتی ہیں اس لئے ان میں تشدد آمیزی اور ہیجان خیزی پائی جاتی ہے۔ جب نشہ باز نشے سے ٹوٹا ہوتو وہ رقم کے لیے ہر طریقہ استعمال کر سکتا ہے۔

2.8 قمار بازی

قمار بازی انتہائی قدیم جرم ہے، دور جاہلیت میں عرب معاشرہ اس قدر اس میں جکڑا ہوا تھا کہ بیویاں تک جوئے میں لگادی جاتی تھیں تقریباً ہر قدیم معاشرے میں اس کے شواہد ملتے ہیں۔

جدید معاشروں میں قماربازمنظم صورت اختیار کرتی جارہی ہے اور جوئے بازی کے لیے نئے نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں، چنانچہ آج قمار بازی میں گھوڑ دوڑ، کتوں کی لڑائی، ریچھ اور کتوں کی لڑائی، بٹیر بازی، مرغ بازی، پانسہ، تمبولا، لاٹری اور تاش وغیرہ کا عام استعمال ہے۔

اب تو جوئے بازی کے باقاعدہ ادارے وجود میں آچکے ہیں ہمارے ملک کے ہر حصے میں یہ کاروبار قانوناً اگر چہ ممنوع ہے تاہم ریسوں، کتوں کی لڑائی وغیرہ پر لاکھوں روپے کی شرطیں باندھی جاتی ہیں۔

پاکستان میں جوئے بازی کے سماجی اسباب میں حصول زر کی دوڑ، راتوں رات امیر بننے کی خواہش وغیرہ بہت اہم ہے۔ ہمارے ہاں پیشوں میں اتفاق کا عنصر بہت غالب ہے، چنانچہ جب کوئی شخص صنعتی وتجارتی دنیا میں قدیم رکھتا ہے اور اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے تو دوسرے اس کامیابی کو اتفاقی امر خیال کرتے ہوئے خود اتفاق پرست بن جاتے ہیں۔ جوئے بازی میں اس اتفاق پرستی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ہر جوا باز اس خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ بالآخر کامیابی اسی کی ہوگی۔

جوئے بازی سے بہت سی اخلاقی وسماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اس سے پہلے پیسے کی آندھی حرص پیدا ہوتی ہے اور

حصول زر کے ناجائز طریقوں کو رواج ملتا ہے، اگر بغور دیکھا جائے تو یہی وہ عوامل ہے جو جرائم کو فروغ دیتے ہیں۔

جواری جب ہارتا ہے تو اس سے معاشی حالت بگڑتی ہے جس سے گھریلو جھگڑوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے یہ کئی جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس سے رشوت ستانی کو بھی فروغ مل رہا ہے۔ کلبوں اور ہوٹلوں میں کاروباری اور اعلیٰ افسران جوا کھیلتے ہیں۔ بعض لوگ ان افسروں سے ناجائز مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ارادتاً ان صاحبوں کے ہاتھ کچھ رقم ہار جاتے ہیں۔

2.9 خودکشی

پاکستان میں خودکشی کی واردات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ محبت یا امتحان میں ناکامی سے دل برداشتہ ہو کر لڑکے یا لڑکی نے چلتی ہوئی گاڑی کے نیچے آ کر خودکشی کر لی۔

خودکشی سے مراد ایک ایسی موت ہے جو اپنی ہی کوشش اور ارادے کا نتیجہ ہے۔ مارشل کلانارڈ کے نزدیک کسی شخص کا ارادتاً اپنی زندگی ختم کرنا یا خطرے کی صورت میں زندگی کی حفاظت نہ کرنا دونوں ہی خودکشی کے اقدامات میں شامل ہیں۔

اسلام میں خودکشی حرام ہے، کیونکہ زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے، جو بھی آدمی خودکشی کرتا ہے وہ حرام موت مرتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو قتل کر دیا گیا ہو۔

خودکشی کے اسباب

فرائیڈ کہتا ہے کہ انسان کے لاشعور میں موت کی خواہش ہر وقت موجود رہتی ہے، اکثر اوقات یہ خواہشات دبی دبی سی رہتی ہے اور زندگی کو برقرار رکھنے کی خواہشات اس پر غالب رہتی ہیں، تاہم بعض اوقات ان دونوں خواہشات میں کش مکش بڑھ جاتی ہے اور کچھ لوگوں پر جبلت فنا اس قدر غالب آ جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی فوراً ختم کر لیتے ہیں۔

تحلیل نفسی کے بعض ماہرین نے فرائیڈ کے نظریے سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جب مخصوص ذہنی رجحانات اور عائلی تربیت کے سبب بعض لوگ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ انہیں کوئی پسند نہیں کرتا کسی کو ان سے کوئی الفت نہیں اور دنیا میں ان کا کوئی نہیں تو وہ دوسروں سے نفرت کرنے لگتے ہیں، تاہم کچھ لوگ دوسروں سے بدلہ لینے کی بجائے اپنی ہی

زندگی کا خاتمہ کرڈالتے ہیں۔

خودکشی کے عمرانیاتی اسباب میں ڈرخائم کے مطابق خودکشی ان معاشروں میں زیادہ فروغ پزیر ہوتی ہے، جن میں معاشرتی بدنظمی زیادہ ہو، ایسے میں انسان شخصی بدنظمی اور لامقصدیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نفسی بیماریوں کی وجہ سے بھی خودکشی میں اضافہ ہو رہا ہے، مذہب سے بیگانگی اختیار کرنے والوں میں خودکشی کی واردات زیادہ ہوتی ہیں، چنانچہ اس امر کی واضح شہادتیں ہیں کہ عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقے میں رومن کیتھولک کی نسبت خودکشی بہت زیادہ ہے اور مسلمانوں میں عیسائیوں کی نسبت خودکشی بہت کم ہے۔ مذہب انسان کو مقصدیت اور صبر و قناعت کی تعلیم دیتا ہے، جس سے خودکشی کے خلاف ایک رکاوٹ آڑے آتی ہے۔

خودکشی پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی سماجی رشتوں کی ترقی دی جائے، ماشرتی بعد کو دور کیا جائے اور مذہبی عقائد کی اشاعت سے لوگوں کو راسخ العقیدہ بنایا جائے۔

2.10 اہم نکات

1- جرائم کی تقسیم تین طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔ (1) مجرموں کی مختلف اقسام کے حوالے سے (2) انسان کی ذات سے متعلق کیے جانے والے جرائم۔ (3) مال و جائیداد سے متعلق ہونے والے جرائم

2- پاکستان میں 1982ء میں جن جرائم کی رپورٹ پولیس کو کی گئی ان کی تعداد 170682 تھی۔

3- جرائم پیدا کرنے والے اسباب مخصوص معاشرتی ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔

4- پاکستان کے دیہی علاقوں میں قتل شہروں کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔

5- ہمارے معاشرے میں قتل کی اہم وجوہات زر، زن اور زمین کا حاصل ہے۔

6- عموماً زیادہ تر قتل مرد کرتے ہیں۔

7- بعض ایسے مرد جو ذہنی و جنسی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں اور اقتصادی طور پر وہ نکاح کے متحمل نہیں ہوتے اپنی جنسی خواہشات کے لئے ناجائز جنسی تعلقات کا سہارا لیتے ہیں۔

8- پاکستان میں بہت کم شادی شدہ عورتیں جنسی تسکین کے لیے زنا کا سہارا لیتی ہیں۔

9- جائیداد کے متعلق جرائم میں سندرجہ پہلے نمبر پر ہے۔

10- جب سرقہ بالجبر میں مجرموں کی تعداد پانچ یا پانچ سے زیادہ ہو وہ ڈکیتی کہلاتی ہے۔

11- پاکستان میں بچوں اور لڑکیوں کا اغوا ایک باقاعدہ منظم گروہ کرتا ہے۔

12- عضویاتی مکتب فکر کے نظریات کے مطابق شراب نوشی کا سبب انسانی جسم میں کیمیائی نقائص اور غذا کی کمی ہے

13- نفسیاتی مکتب فکر کے مطابق گھر کا برا ماحول شراب نوشی کا سبب بنتا ہے۔

14- عمرانی مکتب فکر کے مطابق ایسا معاشرہ جہاں عدم استحکام، بے چینی، تشویش، عدم تحفظ ہو وہاں شراب نوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

15- پاکستان اس وقت نشہ آور اشیاء کی سب سے بڑی منڈی ہے۔

16- منشیات کے استعمال اور پھیلاؤ میں سب سے اہم کردار اس کی بآسانی دستیاب ہے۔

17- ہیروئن کی ایک گرام کی قیمت پاکستان میں 10 سے 25 روپے ہے جب کہ امریکہ میں اس کی قیمت 3000 ڈالر ہے۔

18- منشیات کے استعمال سے اقتصادی مسائل، عائلی تلخیاں اور ازدواجی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں، جو اکثر جرائم کا سبب بنتی ہیں۔

19- پاکستان میں جوئے بازی کے سماجی اسباب میں حصولِ زر کی دوڑ اور راتوں رات امیر بننے کی خواہش بہت اہم ہے۔

20- جوئے بازی سے حصول زر کے ناجائز طریقوں کو رواج ملتا ہے۔

مشغلہ نمبر 1

آپ نے چند جرائم اور ان کے اسباب کا مطالعہ کیا۔ان جرائم کی طرح رشوت ستانی بھی ایک جرم ہے۔اس کی کوئی سے دو اسباب آپ کی رائے میں کیا ہو سکتے ہیں۔

-1 ....

-2 ....

2.11 خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1 درج ذیل سوالات میں سے صحیح یا غلط کا انتخاب کیجئے۔

-1 جرائم کا اسباب معلوم کرنے کے لیے ہمیں مخصوص معاشرتی ماحول کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ صحیح/غلط

-2 معاشرتی زندگی کا پس منظر مخصوص جرائم کو جنم دیتا ہے۔ صحیح/غلط

-3 ہر معاشرے میں جرائم کے اسباب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

-4 پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں مال وجائیداد کے جرائم زیادہ ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

-5 پاکستان کے شہری علاقوں میں انسانی ذات کے خلاف جرائم زیادہ ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

-6 قتل کی اہم وجوہات میں زر، زن اور زمین ہیں۔ صحیح/غلط

-7 اجڑے گھر جرائم کو جنم دیتے ہیں۔ صحیح/غلط

-8 قتل کے واقعات وقتی اشتعال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

-9 عورتوں میں زیادہ تر جرائم انسانی ذات سے متعلق ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

-10 صوبہ سرحد میں عورتیں زیادہ قاتل ہیں۔ صحیح/غلط

سوال نمبر 2 درج ذیل سوالات میں سے صحیح کا انتخاب کریں۔

1- جرم ایک

(1) معاشرتی کردار ہوتا ہے۔ (2) پسندیدہ کردار ہوتا ہے۔

(3) سماج دشمن کردار ہے۔ (4) ایسا فعل جو قانون کی نظر میں قابل سزا ہو

2- بے راہ رو بچے ہوتے ہیں۔

(1) جو بالغ مجرم ہوں۔ (2) جو چھوٹی عمر کے مجرم ہوں۔

(3) جو جنسی جرائم کرتے ہیں۔

3- جرم بڑھتا ہے۔

(1) جب چودھویں رات کی چاندنی ہوتی ہے۔

(2) جب مذہب سے بیگانگی پائی جاتی ہے۔

(3) قانون نافذ کرنے والے ادارے کرپٹ ہوں۔

(4) جب گرمیاں ہوں۔

4- جرائم پیدا ہوتے ہیں۔

(1) ناقص تربیت اور اجڑے گھروں کی وجہ سے

(2) ماشرتی بدنظمی کی وجہ سے (3) معاشرتی ناہمواری کی وجہ سے

(4) کساد بازاری کے دوران

5- زیادہ تر جرائم لوگ کرتے ہیں۔

(1) 15-10 سال کی عمر والے (2) 30-25 سال کی عمر والے

(3) 25-20 سال کی عمر والے (4) 35-30 سال کی عمر والے

7- جائیداد سے متعلق زیادہ جرائم ہوتے ہیں۔

(1) دیہات میں (2) چھوٹے قصبوں میں

(3) بڑے شہروں میں

8- جائیداد سے متعلق زیادہ جرائم ہوتے ہیں۔

(1) صوبہ سندھ میں (2) صوبہ بلوچستان میں

(3) صوبہ پنجاب میں (4) صوبہ سرحد میں

9- لڑکیوں کا اغوا کیا جاتا ہے۔

(1) زیورات کے لیے (2) انا کی تسکین کے لیے

(3) فحاشی کا پیشہ کرانے کے لیے (4) نکاح کے لیے

10- بچوں کی بے راہ روی میں زیادہ قصوروار ہوتے ہیں۔

(1) والدین (2) سکول

(3) برے دوست (4) ذہنی الجھن

11- زیادہ تر ٹریفک کے حادثات ہوتے ہیں۔

(1) شراب نوشی کی وجہ سے (2) قمار بازی کی وجہ سے

(3) عصمت فروشی کی وجہ سے (4) ذہنی کھچاؤ کی وجہ سے

12- منشیات کا استعمال شروع کیا جاتا ہے۔

(1) غم کو بھلانے کے لیے (2) دوستوں کی صحبت میں آ کر

(3) تفریحاً (4) ذہنی دباؤ کی وجہ سے۔

3- تفتیش جرائم

یونٹ کے اس حصے میں بتایا جائے گا کہ جرائم کی تفتیش کس قانون کے تحت کی جاتی ہے۔اس میں کون سے سے ادارے حصہ لیتے ہیں اوراس میں ہرایک کا کردار کیا ہوتا ہے۔

جرائم دوقسم کے ہوتے ہیں۔فوجداری یا سول،جرائم کی ہر دواقسام کے لیے الگ الگ ضابطہ موجود ہے۔چونکہ ہماری موجودہ بحث کا تعلق اوردائرہ کار جرمیت سے ہے جرمیت یا مجرمیت یا جرائم کاری کے متعلق مجموعہ قوانین کوقانون فوجداری سے موسوم کیا جاتا ہے۔پاکستان میں فوجداری جرائم کے لیے سزاؤں کا کوٹ ''قانون تعزیرات پاکستان'' موجود ہے۔چنانچہ جرمیت سے متعلق ہرجرم کی سزا اسی میں تجویز کردی گئی ہےاورطریق کار کی وضاحت حدودواختیارات کے تعین وغیرہ کے لیے مجموعہ ضابطہ فوجداری ہے۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری میں تفتیش جرائم کے سلسلے میں متعلقہ اداروں کے لیے مفصل ہدایات وطریقہ کارموجود ہے۔

3.1 پولیس کا کردار

تفتیش جرائم میں پولیس کا کردارمرکزی ہوتا ہے۔قانون مشینری کا بنیادی حصار پولیس مہیا کرتی ہے۔پولیس ریاست کے قانون کی نمائندگی کرتی ہےعوام اورقانون کا محافظ ہونے کی حیثیت سے پولیس کی بھاری ذمہ داریاں ہیں۔مجرم کوپکڑنے اوراس کوسزا دلانے تک پولیس مرکزی کردارادا کرتی ہے۔لہٰذا پولیس کے اختیارات وفرائض کامختصر تذکرہ کیاجاتا ہے۔

پولیس ایکٹ کے تحت پولیس کے ہرعہدیدار پرواجب ہے کہ ایسے تمام حکم ناموں اوروارنٹوں کی فوراً تعمیل کرے جو اس کے نام حاکم مجاز نے جائز طورپر جاری کئے ہوں اورعام لوگوں کے امن کے متعلق اطلاعات دریافت کرکے اعلیٰ حکام کو پہنچائے۔اس کے علاوہ جرائم کا ارتکاب کرنے والوں اوراس میں معاون ہونے والوں کا سراغ لگانا اورانہیں سزا دلوانا بھی پولیس کے فرائض میں شامل ہے۔پولیس ایسے تمام لوگوں کوگرفتار کرسکتی ہےجن کوگرفتار کرنے کی قانون اجازت دیتا ہو۔جن

کی گرفتاری کے لیے پولیس کے پاس جواز موجود ہے پھر پولیس کا ہر عہدیدار بغیر وارنٹ کے کسی شراب خانے یا جوئے خانے یا کسی اور مقام میں جہاں آوارہ اور شر پسند لوگوں آتے جاتے ہیں، داخل ہو کر معائنہ کرسکتا ہے۔

پولیس کی کارروائی میں مجرم کی گرفتاری کے بعد اہم مرحلہ تفتیش و تحقیقات کا ہوتا ہے۔ تفتیش میں شہادتوں کا فراہم کرنا، مجرم سے اقدام جرم اور اس کی نوعیت وغیرہ کا پتہ چلانا شامل ہے۔

تفتیش کا مقصد معاملے کی اصلیت معلوم کرنا اور مناسب چھان بین کرنا ہے، تا کہ پتہ چلایا جا سکے کہ جرم کس نے کیا ہے۔ تفتیش میں ملزم کی شخصیت اور مقدمے کے بارے میں پوری تفصیلات حاصل کی جاتی ہیں۔

قابل دست اندازی مقدمات میں پولیس عدالت کا حکم حاصل کئے بغیر تفتیش کر سکتی ہے۔ نا قابل دست اندازی مقدمات میں پولیس عدالت سے حکم ملنے پر تفتیش کر سکتی ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 156 کے تحت افسر انچارج تھانہ کو تفتیش کے متعلق وسیع اختیارات دئے گئے ہیں۔ پولیس افسر کو تفتیش کے بعد مختلف مراحل میں تین قسم کی رپورٹیں دینی ہوتی ہیں۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کے تحت مجسٹریٹ کو ابتدائی رپورٹ زیر دفعہ 168 ماتحت پولیس افسر کی طرف سے افسر انچارج تھانہ کو رپورٹ اور دفعہ 173 کے تحت مجسٹریٹ کو اختتام رپورٹ۔

مجرمانہ تفتیش کا طریقہ کار جرم کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ ملزم کو گرفتار کرنے کے کے بعد اس سے استفسار۔ (Interrrogation) کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد جرم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے۔ علاوہ مال مسروقہ یا آلہ برآمد کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں مار کٹائی یعنی تھرڈ ڈگری کے استعمال کا تفتیش کا بہترین ذریعہ تفتیش سمجھا جاتا ہے۔ اور مجرم پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بہر حال استفسار سے بیانات کا تسلسل من گھڑت داستان اور بہت ساری متعلقہ باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ تفتیشی افسر مجرم کی شخصیت اور اس کے جذبوں ارادوں سے کافی معلومات حاصل کرتا ہے۔

غیر ممالک میں جھوٹ کی نشاندہی کرنے والی مشین اور ٹیپ ریکارڈر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ملزمان کے کمرے میں پوشیدہ ٹیپ ریکارڈ نصب کر دیئے جاتے ہیں ملزمان بے تکلفی میں ایک دوسرے کو حالات بتاتے ہیں گفتگو ٹیپ ریکارڈر مشین ریکارڈ کرتی جاتی ہے۔ اس طرح صحیح حالات ریکارڈ ہو کر پولیس کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ ملزم کی سابقہ ہسٹری، خاندانی حالات اور پیشہ جیسی معلومات تفتیش جرائم میں بہت مدد دیتے ہیں۔

جرم قابل دست اندازی میں پولیس کی صورت میں پولیس افسر مجرم کو فوراً گرفتار کر سکتا ہے اور اسے مجسٹریٹ کے اجازت نامہ کی ضرورت نہیں ہوتی جب ایسے مجرم کو گرفتار کر لیا جائے اور پتہ ہو کہ تفتیش 24 گھنٹوں کے اندر مکمل نہیں ہو سکتی اور اس بات کے ٹھوس شواہد ہوں کہ الزام یا اطلاع مصدقہ ہے۔ تو پولیس افسر ملزم کو قریب ترین مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرے گا۔ اگر پولیس یہ محسوس کرے کہ تفتیش ابھی مکمل نہیں ہوئی تو وہ مجسٹریٹ کو ریمانڈ کے لیے درخواست دے گا۔

3.1.1 ریمانڈ

ریمانڈ دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی ریمانڈ بحراست پولیس اور ریمانڈ بحراست جوڈیشل، ریمانڈ ے سے مراد مقدمات میں ملزم کو پھر حوالات میں بھیجنا ہے۔ ریمانڈ کی درخواست میں بیان کیا جاتا ہے کہ تفتیش کے کن مراحل کی تکمیل کے لیے ملزم کی ضرورت ہے۔ ملزم کو مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ مجسٹریٹ اس امر کا فیصلہ کر سکے کہ آیا ریمانڈ دینا ضروری ہے اگر وجوہات معلوم ہوں تو وہ ملزم کا ریمانڈ بحراست پولیس منظور کر لیتا ہے۔ ریمانڈ کی مدت زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہو سکتی ہے۔

ایسا جرم جو نا قابل دست اندازی پولیس ہو، اس کے ارتکاب کی اطلاع ایک کتاب میں درج کر لی جاتی ہے۔ اور اطلاع دہندہ کو مجسٹریٹ کے ہاں بھیجا جاتا ہے۔ کوئی بھی پولیس افسر مجسٹریٹ مجاز کی اجازت کے بغیر ایسے مجرم کی تفتیش نہیں کر سکتا۔ تاہم مجسٹریٹ سے اختیار ملنے پر وہ قابل دست اندازی پولیس جرم کی مانند کارروائی عمل میں لاتا ہے۔ تھانے کا انچارج افسر مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر بھی جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی تفتیش کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ علاقہ عدالت کے دائرہ اختیار میں ہو جس میں یہ تھانہ واقعہ ہو۔

تاہم اگر پولیس آفیسر کو جرم قابل دست اندازی پولیس کے ارتکاب کے بارے میں شبہ ہو تو پولیس افسر اس کے بار ے میں مجسٹریٹ مجاز کو اس کی اطلاع کرتا ہے اور خود یا ماتحت افسر کو جائے وقوع پر تفتیش کے لیے روانہ کرتا ہے اور مجرم کو حراست میں لینے کے اقدامات کرتا ہے۔ پولیس افسر کو یہ اختیار رہتا ہے۔ کہ اثنائے تفتیش میں وہ مطلوبہ گواہوں کو بھی بلا سکتا ہے اور ان سے پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ موقع کے گواہوں کو مطلوبہ سوالات کا جواب دینا ہوتا ہے۔ پولیس افسر ایسے بیانات لکھ لیتا ہے۔

ایک ماتحت پولیس افسر اپنے انچارج پولیس افسر کو اپنی تفتیش کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ تھانے کے انچارج

افسر کو تفتیش کی بنیاد پر معلوم ہو کہ ملزم کے خلاف کافی وواقعی شاہد نہیں ملے۔تو وہ اس کی ضمانت یا ضمانت کے بغیر رہا کر دیتا ہے اور اس کو مجسٹریٹ مجاز کے سامنے پیش ہونے کے لیے کہتا ہے۔تاہم جب ثبوت مل جائے کہ جرم کا رتکاب کیا گیا ہے تو آفیسر انچارج ملزم کو مجسٹریٹ کے سامنے مقدمے کے لیے پیش کرتا ہے۔اس کے بعد عدالت کی کارروائی شروع ہوتی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تفتیش کا دارومدار جرم کی نوعیت پر ہوتا ہے۔یہاں ہم صرف نمونتاً قتل اور چوری کے سلسلے میں مراحل تفتیش کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

3.1.2 قتل کے کیس کی تفتیش:

قتل کے کیس میں نعش کی شناخت،ملزم کی شناخت، گواہوں کے بیانات ملزم کی گرفتاری، آلہ قتل کی برآمدگی اور ڈاکٹری رپورٹ وغیرہ اہم مراحل ہوتے ہیں۔

قتل کی واردات کی جب اطلاع کی جاتی ہے تو پولیس جائے وقوع کا اچھی طرح معائنہ کرتی ہے۔جائے وقوعہ کی اچھی طرح حفاظت کی جاتی ہے۔تاکہ فرش پر لگے ہوئے نشانات انگشت یا دیگر نشانات ضائع نہ ہوں۔مجرم کے طریقہ واردات کا جائزہ لیا جاتا ہے اور موقع کا فوٹو یا خاکہ احتیاط سے لیا جاتا ہے،موقع پر موجود لوگوں کے نام اور پتے درج کر کے سوالات کئے جاتے ہیں۔نعش کی پوزیشن موجود لوگوں کا مقتول کے ساتھ تعلق، پارچات کی تکمیل، زخموں، دروازوں اور کھڑکیوں کا جائزہ، گولیوں کے سوراخ، خالی خول اور خون کے دھبوں کو اچھی طرح دیکھا جاتا ہے۔

پہلی ابتدائی رپورٹ میں تمام امور کا اندراج کیا جاتا ہے۔ملزم یا ملزمان کا حلیہ، ان کا نام و پتہ، ملزمان کی شناخت، بوقت واردات ہتھیاوں کی تفصیل، بروقت وقوع مقتول کیا کر رہا تھا۔وجہ تحریک، چشم دید گواہان کے بیانات، نام و شناخت، مجرموں کی واگزارشدہ اشیاء، موقع پر کارتو، گولی، نقوش، خون اور دیگر واقعاتی شہادت، واقعات کی پتہ جوئی، مجرموں کی سواری وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔

3.1.3 ایف آئی آر

رپورٹ ابتدائی سے مراد وہ اطلاع ہے جو کہ کسی جرم قابل دست اندازی، پولیس کے متعلق افسر انچارج تھانہ کو دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت بلحاظ وقت سب سے پہلے دی جائے یا اسے پہنچے اور جس کی بنا پر قانون کی مشینری حرکت میں آجائے۔

جرم کی تفتیش میں ابتدائی اطلاعی رپورٹ نہایت قیمتی دستاویز ہوتی ہے۔عدالت اس کو بڑی اہمیت دیتی ہے۔ گواہوں کے بیانات کا موازنہ ابتدائی رپورٹ سے کیا جاتا ہے۔جرم کو صحیح یا غلط ثابت کرنے میں پولیس اس کی اہمیت سے واقف ہے لہٰذا وہ سمجھ سوچ کر اس کو درج کرتی ہے۔

ملزم یا ملزمان سے برآمد شدہ اسلحہ اور کارتوس کے بارے میں ماہرین کی رائے معلوم کی جاتی ہے۔اگر موقع واردات پر نشانات انگشت پائے جائیں تو اصل چیز جس پر نشانات انگشت ہوں وہ فنگر ایکسپرٹ کو بھیجی جاتی ہے۔ یہ تمام معلومات فراہم کر کے کاغذات چالان تیار کر کے عدالت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

کسی جگہ اگر قتل ہو گیا ہو اور نعش کی شناخت نہ ہو رہی ہو تو سب سے پہلے مسئلہ نعش کی شناخت کا ہوگا۔ اس صورت میں حسب ذیل طریق کار اختیار کیا جاتا ہے۔

نعش کا مکمل حلیہ بمعہ لباس قلمبند کیا جاتا ہے۔اس کے بارے میں اشتہارات جاری کر کے گردونواح کے تھانہ جات میں بھیجے جاتے ہیں۔نعش کا فوٹو نعش کی شناخت اور ورثان کی تلاش کے لیے اخبارات میں اشتہار دیا جاتا ہے۔سرچ سلپ بنا کر نعش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجی جاتی ہے۔نعش کے گردونواح کے رہنے والوں سے شناخت کروائی جاتی ہے۔نعش کا رنگ، چہرہ، کان، سر کے بالوں کی کٹاؤ وغیرہ جیسی علامت سے قوم وطن وغیرہ معلوم ہو سکتا ہے۔

جب کوئی ملزم گرفتار ہوتا ہے تو اس کی شناخت بہت ضروری ہوتی ہے جب گواہوں نے ملزم کو موقع واردات پر دوران وقوعہ دیکھا ہو اور بعد میں اسے شناخت کر لیں جب کہ وہ اسے پہلے نہ جانتے ہوں، لیکن سامنے آنے پر اس کو شناخت کر سکتے ہوں۔

شناخت کی کارروائی کسی مجسٹریٹ یا گزٹ شدہ پولیس افسر یا سخت ضرورت کی حالت میں دو غیر جانبدار گواہوں کی موجودگی میں عمل میں لائی جاتی ہے۔ملزمان کو ایک ہی لباس میں پیش کیا جاتا ہے اور ہر گواہ کو شناخت کے لیے الگ الگ بلایا جاتا ہے۔ٹیسٹ کے نتائج قلم بند کئے جاتے ہیں اور مجسٹریٹ اور غیر جانبدار گواہ اپنے دستخط کرتے ہیں۔دیگر کارروائی مذکورہ طریقے پر کی جاتی ہے۔

4-جرائم کا تدارک

جرائم کے تدارک سے مراد وہ طریقے ہیں جو جرائم کو روکنے کے لیے حفظ ما تقدم کے طور پر جرم کے رونما ہونے سے پہلے اختیار کیے جاتے ہیں۔ جرم اگر رونما ہو جائے تو پھر تدارک کی بجائے اس کی اصلاح کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ جرائم کو روکنے کے لیے مناسب تجاویز تو وہ ہیں جو اس کے بنیادی اسباب اور محرکات کا پتہ لگاتی ہیں۔ اگر اصلی اسباب کا سدباب نہ کیا جائے تو جرائم پر مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ جرائم پر جتنی تحقیقات ہوئی ہیں ان کے مطابق اس کے بنیادی محرکات میں شکستہ گھروں کا وجود والدین کی غیر ہم آہنگ زندگی اور ان کی ناچاقی بچوں پر بہت زیادہ یا بہت کم سختی و نرمی، غلیظ علاقے، بری صحبت، معاشرتی و معاشی ناہمواریاں معاشی و سماجی ناانصافی جہالت و غربت کی زیادتی، مذہب سے دوری، خدا خوفی کا فقدان، خراب ماحول، عدل و انصاف اور قانون کے اداروں میں بدعنوانیاں۔ ذرائع کی کمی مذکورہ جرائم کے مشہور اسباب میں شمار ہوتے ہیں۔

ان اسباب اور محرکات کے پیش نظر جرائم کا تدارک ایک مربوط نظام کا تقاضا کرتا ہے۔ تدارک کا خواہ کوئی نظام بھی ہو، اس میں درج ذیل حقائق کو مدنظر رکھا جانا چاہیے۔

4.1 بنیادی حقائق

-1 مجرم پیشہ دنیا میں مجرموں کی بہت ساری قسمیں ہوتی ہیں بعض تو عادی اور پیشہ ور ہوتے ہیں اور زیادہ تر ایسے افراد ہوتے ہیں جو کسی ہنگامی یا وقتی جذبات کے زیر اثر جرائم کر بیٹھتے ہیں۔ مجرموں کی ان دونوں اقسام کے لیے انسداد جرائم کی تجاویز ایک جیسی نہیں ہو سکتیں۔

-2 پاکستان میں جرائم زیادہ تر دیہات میں ہوتے ہیں۔ اور یہ جرائم زیادہ تر انسانی ذات اور جائیداد کے خلاف ہوتے ہیں۔ جرائم کرنے والے کوئی پیشہ ور افراد نہیں ہوتے بلکہ عام انسان ہوتے ہیں جو مخصوص معاشرتی اور ثقافتی ماحول کے زیر اثر اور آن و وقار کی خاطر جرائم کرتے ہیں۔ قانون خواہ مجرم کو سزا دے ڈالے۔ لیکن نقصان رسیدہ فریق کے انتقام کی آگ اس وقت ٹھنڈی نہیں ہوتی جب تک وہ

خود اس کا انتقام نہ لے جرائم کے تدارک کے لیے ان مخصوص معاشرتی، ثقافتی حالات کو مدنظر رکھا جانا چاہئے۔

3- مجرمانہ کردار کا آغاز زیادہ تر عہد بلوغت میں ہوتا ہے۔ اگر اس کا تدارک اس کے راسخ ہونے سے پہلے کردیا جائے تو جرائم کم ہوسکتے ہیں۔ اگر مجرمانہ کردار راسخ ہوجائے اور وہ عادت ثانیہ بن جائے تو مسئلہ پھر تدارک کا نہیں رہ جاتا بلکہ اصلاح کا ہوتا ہے۔

4- تدارکی پروگرام کو موثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مجرمانہ فعل سے آگے اصل اسباب کا کھوج لگایا جائے۔ علامات کی بجائے نظر بنیادی اسباب پر ہونی چاہئے۔

4.2 انسداد جرائم میں مختلف اداروں کا کردار

1- خاندان کا کردار

یونٹ کے شروع میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ جرائم کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جرائم پیشہ افراد کا زیادہ تر تعداد شکستہ گھروں کی پیداوار ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر جرائم کو روکنا ہو تو اس سلسلے میں خاندان کا کردار بڑا موثر ہوسکتا ہے۔ اب ہم آپ کو یہ بتائیں گے کہ جرائم کی انسداد اور ختم کرنے میں خاندان کیا کردار ادا کرسکتا ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ بچے کی نشوونما میں اس کا خاندان بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بچے کے ابتدائی تقاعلی تجربات اس کے خاندان کے افراد کے ساتھ بڑھتے ہیں اور یہیں سے وہ تصورذات کی نشوونما لسانی مہارت اور آموزشِ اقدار کا آغاز کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کے گھریلو ماحول میں مروج اخلاق و آداب ہی اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں اور اس کے ضمیر کی تعمیر میں ان اخلاق و آداب کا کردار مرکزی حیثیت اختیار کرجاتا ہے۔ خاندان میں گہرے جذباتی رشتے ہونے اور محبت و ایثار کی بناپر افراد کی زندگی اگر سکھ اور چین سے گزرے تو شخصیت نارمل رہتی ہے۔

بچے اس لئے بھی خاندان میں مروجہ اخلاق و آداب کو اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان کی ضروریات کلی طور پر خاندان ہی پوری کرتا ہے۔ اور خاندان کی اقدار کو نظر انداز کرکے بچہ اپنی ضرورت پوری نہیں کرسکتا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے

تو بچہ مکمل طور پر خاندان پر انحصار کرتا ہے اور اس لئے مستقبل میں اس کو قانون پرست بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے گھریلو ماحول کو بہتر بنایا جائے۔

بچے کا پہلا نفسیاتی مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اہمیت کو تسلیم کریں۔ اس کی ذہنی، جسمانی ضروریات اگر پوری ہوتی رہیں تو وہ کسی قسم کی نفسیاتی الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اگر بچے کو یہ احساس ہونے لگے کہ خاندان میں اس کی کوئی عزت نہیں تو اس کا ذہنی سکون چھن جاتا ہے اور وہ بے راہ روی کا شکار ہونے لگتا ہے۔ خاندان کا یہ فرض ہے کہ وہ بچے کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ مختلف تکالیف اور خطرات سے بچے کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اگر بچے کی خوراک و پوشاک کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جائے تو اس کی شخصیت میں دکھ اور مایوسی پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ جو بعض اوقات اس کی بے راہ روی اور خطا کاری کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔

بعض والدین بچوں سے نہایت بے توجہی سے پیش آتے ہیں اور ان کی ضروریات کو پورا نہیں کرتے۔ پاکستان میں تو یہ صورتحال اس قدر سنگین ہے کہ پڑھے لکھے والدین بھی بچوں کی نفسی وسماجی ضروریات سے کوتاہی برتتے ہیں اور اس طرح ان کے لیے شدید جذباتی الجھنوں کے مواقع فراہم کرتے رہتے ہیں ارک ارلسن جیسے مفکر کا خیال ہے کہ والدین کے اس نا روا رویے کے سبب بچوں کی نشو ونما میں خلا رہ جاتے ہیں اور وہ سن بلوغت کو پہنچتے ہی عدم تحفظ اور بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

دراصل بچوں کی بے راہ روی میں گھر کے برے ماحول اور ناقص نگرانی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ والدین کو آج کل اقتصادی وسماجی ذمہ داریوں سے بہت کم وقت ملتا ہے۔ بچے اپنا بیشتر وقت گلی کوچوں اور آوارہ میزاج لوگوں کے ساتھ گزارتے ہیں۔ بچوں کو نیک و بد بنانے میں دوستوں کی صحبت کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ پڑوس میں اچھے برے ہر قسم کے بچے ہوتے ہیں۔ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو سلجھے ہوئے بچوں کی صحبت سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم کریں اور انہیں بے راہ رو بچے کی صحبت سے بچائیں تا کہ وہ نیکی کے راستے پر گامزن رہیں بچوں کے لیے صالح تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ ان کو اسلامی اقدار و نظریات اور قانون کی اہمیت سے آگاہ کریں وہ خود کو بھی تربیت اطفال سے آگاہ کریں۔ تا کہ مستقبل کے رہنماؤں کو صالح زندگی بسر کرنے میں آسانی رہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تربیت اطفال

پر معیاری کتابیں لکھوائی جائیں اور انہیں سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں شامل کیا جائے کہ بچوں کے مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کے لیے تربیت اطفال کی تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

2- انسداد جرائم اور تعلیمی ادارے

خاندان کے بعد سکول کالج تربیت اطفال میں اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن تا حال ہمارے تعلیمی اداروں میں صالح تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جا سکا۔اس کا ایک سبب تو یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں سکولوں میں اور کالجوں میں اچھے اساتذہ کی کمی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں بہترین عملہ بھرتی کیا جائے۔جو بچوں کو نیک زندگی گزارنے کی تربیت دے۔

فی زمانہ سکولوں میں پڑھائی کا معیار بہت پست ہوتا جا رہا ہے اور اکثر بچوں کو ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔بعض بچے مایوس ہو کر تعلیم سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔اس پر اساتذہ اور والدین کی طرف سے سرزنش ہوتی ہے۔جو ان کے حق میں چنداں مفید نہیں ہوتی اور اکثر اس سے بگھوڑے پن کی عادت پیدا ہوتی ہے۔جو بچوں کے جوائم کا ایک اہم سبب ہے۔

ہمارے اکثر اساتذہ بچوں کی نفسیات سے بالکل بے بہرہ ہیں اور بچوں کے ساتھ ان کا سلوک اکثر نا روا رہتا ہے۔چنانچہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر گرفت اور پٹائی سکول سے بچوں کا دل اچاٹ کر دیتی ہے۔اور اس میں مجرمانہ کردار کے جرائم پیدا ہونے لگتے ہیں۔ہمارے دیہات کے سکولوں میں تو آج بھی بچوں کو سخت جسمانی سزا دی جاتی ہے اور جن سکولوں میں جسمانی سزا ترک کی گئی ہے۔وہاں بھی بچوں کی نگرانی نہ ہونے کی سبب نتائج خوشگوار ہی نکلے ہیں۔

بچوں کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ان کی اخلاقی تعلیم و تربیت نہایت لازمی ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے تعلیمی اداروں میں ایسی تعلیم کا سخت فقدان ہے۔خود اساتذہ کا کردار بچوں کے لیے مشعل راہ نہیں ہے۔اسلامی شعائر کی وہ خود بھی پابندی نہیں کرتے اس لئے بچوں کے لیے وہ مثالی کردار نہیں بن سکتے۔تعلیمی نصاب میں مطالعہ پاکستان اور اسلامیات کے مضامین شامل تو کر دیئے گئے ہیں لیکن جب تک ان پر عمل نہیں کیا جاتا ،اچھی تعلیم کے اثرات نہ ہونے کے برابر رہ جاتے ہیں۔

دور جدید میں خاندان کا ادارہ بچوں کی تربیت سے دستبردار ہوتا جا رہا ہے۔جس کے اثرات اچھے نہیں نکل رہے۔

اچھے سکولوں کی کمی اور بڑھتے ہوئے طلبہ کی تعداد کے پیش نظر بہت سے بچے داخلے سے محروم ہیں اور وہ اپنا زیادہ تر وقت گلی کوچوں میں پوارہ پھر کر گزارتے ہیں۔

جرائم کے روکنے کے لیے اچھے سکول، اچھے اساتذہ، پاکیزہ ماحول اور اسلامی نصاب تعلیم اور صالح افراد کی ضرورت ہے۔

3- مذہب اور انسداد جرائم:

مذہب بھی انسداد جرائم میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔چونکہ پاکستان اسلامی قوانین کے فروغ و نفاذ کے لیے حاصل کیا گیا تھا اور اب ان قوانین کو فروغ دینے کی کوششیں بھی کی جارہی ہیں۔اس لئے یہ توقع برمحل ہے کہ اس سے انسداد جرائم میں کافی مدد ملے گی۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر ہمارے قوانین مذہبی تعلقات سے ہم آہنگ ہوں اور سماجی انحراف اور جرم ومصیبت کا دروازہ بند ہو جائے۔لیکن اس مقصد کے لیے ہمیں مذہبی اور قانونی تعلیمات کو بھی کافی رواج دینا پڑے گا اور زندگی میں دین و دنیا کی جو تقسیم پیدا ہوگئی ہے اسے بھی ختم کرنا ہوگا۔

اسلام کے سنہری اصولوں کی اگر لوگ پیروی مکمل طور پر کرنا شروع کردیں تو ہمارے بہت سے مسائل خودبخود ختم ہو جائیں گے۔ملک میں مکمل امن وامان اور سکون قائم ہو جائے گا۔مذہب اسلام انسان میں خدا کے سامنے جوابدہی خوف خدا و رخدا ترسی پیدا کرتا ہے۔اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے نیز اس بات کا باقاعدہ پرچار اور تبلیغ کی جائے تو جرائم قتل، ڈکیتی، چوری کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔اسلامی سزائیں بھی رائج کردی جائیں تو ایسے جرائم بہت کم ہو جائیں گے جس طرح کہ سعودی عرب میں جرائم بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن وہاں اسلام کے مطابق انصاف ملتا ہے۔اور مجرم کو سخت سزادی جاتی ہے۔ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے۔کیونکہ اگر افراد کو یہ بھی یقین ہو کہ قوانین کی خلاف ورزی پر نہ صرف وہ حکومت کا مجرم ہے بلکہ خدا کا مجرم بھی ہوگا تو جرائم کرنے سے پہلے وہ ضرور سوچے گا۔اس طرح مذہب سے جرائم کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے۔اسلامی قوانین اور اسلامی سزائیں رائج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظام عدل وانصاف کا نفاذ کیا جائے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب پورے معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے۔

4- جرائم کا تدارک اور اقتصادی حالات

غربت بذات خود جرائم کو جنم نہیں دیتی تاہم دیکھا گیا ہے کہ جیل خانے زیادہ تر افلاس زدہ قیدیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ عدالتوں سے سزا پائے جانے والوں میں بھی غریب لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے اور پولیس کے ریکارڈ کے مطابق بھی حراست میں لائے جانے والے لوگوں کی اکثریت غربت اور متوسط طبقوں سے تعلق رکھتی ہے۔

خراب اقتصادی حالات لوگوں کی سماجی زندگی کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ افراد بدنظمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کے سبب جرائم میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً 1962ء میں ضلع ڈیرہ غازی خان خشک سالی سے متاثر ہوا چنانچہ اس سال یہاں چوری کی واردات میں 40 فیصد ہو گیا لیکن خشک سالی کے بعد جب حالات معمول پر آئے تو ان جرائم کی شرح بھی کم ہو گئی۔

اقتصادی تنگ دستی سے معاشرے میں سماجی بدنظمی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے عوام کی ذاتی و سماجی زندگی میں الجھنیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اور یہی الجھنیں بعض اوقات جرائم کا سبب بن جاتی ہیں۔

چونکہ غریب گھرانے، جاہلیت، پسماندہ علاقوں کی گندی رہائش اور گھریلو جھگڑے جرائم کی پرورش کرتے ہیں۔ لہٰذا جرائم کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ ملک سے غربت و افلاس کا قلع قمع کیا جائے اور سماجی ناہمواری کے فرق کو کم کیا جائے۔ غریب لوگوں کو انتقامی رویے پر آمادہ کرنے والا ان کا یہ شعور ہوتا ہے کہ ان کی غربت میں معاشرے کے امیر طبقے کا ہاتھ ہے اس لئے وہ ڈکیتی، نقب زنی اور چوری جیسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حکومت کا دیکھنا فرض ہے کہ معاشرے میں ذرائع پیداوار پر صرف ایک بااثر طبقے کی اجارہ داری نہ قائم ہونے پائے بلکہ سماجی بھلائی کے ثمرات عوام تک پہنچنے چاہئیں اور غربت کے خاتمے کے لیے ہر وقت کوشاں ہونا چاہئے۔ ورنہ جب تک غریب و امیر میں فرق زیادہ وسیع ہوتا رہے گا جرائم میں اضافہ ہوتا رہے گا اور ان کے موثر تدارک کے لیے اقتصادی حالات بہتر بنانے چاہئیں۔

5- اصلاح جرائم

جرائم کی روک تھام کے لیے یونٹ کے پہلے حصے میں جن مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ان کا مقصد جرائم کو کنٹرول کرنا اوران کے رونما ہونے سے پہلے اس کا قلع قمع کرنا ہے۔جرام ایک دفعہ اگر واقع ہو جائے تو اس کا ارتکاب کرلیا جائے تو مسئلہ پھر روک تھام سے تجاوز کر کے اصلاح احوال کا تقاضا کرتا ہے۔مجرم کیا صلاح کرنا ان کو دوبارہ جرم کرنے سے روکنا ہے تو معاشرہ امن وسکون سے ہمکنار ہو۔اگر مجرموں کی اصلاح نہ کی جائے تو اس سے معاشرتی امن وسکون کے برباد ہونے کے ساتھ ساتھ جرائم کا سیلاب معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔جس سے نہ تو کسی کی زندگی محفوظ ہوتی ہے نہ کسی کی عزت اور مال محفوظ ہوتا ہے۔

مجروں کی اصلاح کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان اسباب اور عوامل کی مکمل طور پر اصلاح کی جائے جو ان کو جرم پر اکساتے ہیں۔ان اسباب اور عوامل کے بارے میں آپ گزشتہ صفحات میں کچھ پڑھ آئے ہیں۔ان کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں جن سے مجرم کا جرم کے ارتکاب کے بعد واسطہ پڑتا ہے۔اس ضمن میں قانون حراست سزا کا نظام، جیل خانے، پولیس اور آزمائشی رہائی وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ ان اداروں کی اصلاح کے بغیر مجرم پیشہ افراد کی اصلاح ناممکن ہے کیونکہ امن و امان قائم کرنے والے ادارے اگر خود ہی جرائم کو پروان چڑھائیں تو پھر اصلاح کی گنجائش کہاں ہوگی۔ سب سے پہلے ہم سزا کے موضوع پر بحث کرتے ہیں۔

5.1 سزا اور اصلاح جرائم

سزا کا مقصد انسداد جرائم ہے تا کہ معاشرے میں امن وسکون قائم ہوا اسکا دوسرا مقصد مجرم کو اس کے فعل کا بدلہ فراہم کرنا ہے اس سے بھی مقصود اس کی اصلاح ہی ہوتی ہے۔سزائے قید اس لئے دی جاتی ہے کہ معاشرہ مجرم کی تخریبی کارروائیوں سے کچھ عرصے کیلئے محفوظ رہ سکے۔اور مجرمین کی اصلاح کا موقع بھی ہاتھ آجائے۔علاوہ ازیں جب مجرم کو آزاد معاشرے سے دور قید وبند سے ہمکنار کیا جاتا ہے تو اس پر آزادی کی قدر و قیمت خوب واضح ہو جاتی ہے۔سزا سے معاشرتی استحکام بھی حاصل

ہوتا ہے۔قدیم زمانے میں سزا کی اقسام میں جلاوطنی، فاقوں مارنا، غلام بنانا، آگ میں جلانا وغیرہ شامل تھے۔آج کے دور میں قید، پھانسی دینا، جائیداد کی ضبطگی جیسی سزائیں رائج ہیں۔

عام خیال ہے کہ سزا جتنی سنگین ہوگی۔اس قدر جرائم کی انسداد میں ایک تو مدد ملے گی اور دوسرے اس سے مجرم کی اصلاح ہوگی۔ایک مکتب فکر کے خیال کے مطابق افراد اپنے افعال سے قبل ہی ان کی لذت والم کا صحیح اندازہ کرلیتے ہیں۔اور ان اندازوں پر ہی ان کے افعال کی بنیاد پڑتی ہے۔لہٰذا اگر مجرم کو پہلے سے یہ احساس ہوجائے کہ مجرمانہ افعال میں لجت کی نسبت الم زیادہ ملے گا تو انسداد جرائم کے ساتھ ساتھ خود اس کی اصلاح بھی ہوجائے گی۔مجرم کو سزا اگر جلدی اور یقینی طور پر مل جائے تو اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوسکتا ہے۔سنگین سزا سے دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کرتے ہیں۔

سزا خواہ سنگین ہو یا کم اس سے مجرم کو جرم سے باز نہ رکھا جاسکے یا اس کی اصلاح نہ کی جاسکے تو اس سے اس کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔سزا کا اطلاق تاہم مجرم کے جرم کی نوعیت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیئے۔اگر مجرم نوآموز ہے یا اس نے کسی ہنگامی جذبے کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے تو وہ ہمدردی کا مستحق ہے اور سزا میں کمی کا حقدار ہے۔تاکہ وہ ایک عادی مجرم میں تبدیل نہ ہوجائے لیکن اگر مجرم عادی خطاکار ہو تو اس کو سخت سزا ملنی چاہیئے۔الغرض اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو جرائم کے اعادہ سے روکنے کے لیے ایک مکتب فکر کے مطابق مجرم کو جسمانی اعضاء سے محروم کردینا چاہیئے تاکہ وہ ارتکاب جرم کے قابل نہ رہ سکے۔اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔تاکہ وہ ہاتھ جو غیر کے مال کی طرف بڑھتا ہے اس کا وجود ہی ختم کردیا جائے۔ اس سے ایک تو چوری بند ہوجاتی ہے اور دوسرے لوگ بھی اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔یہ دیکھا گیا ہے کہ جن ممالک کا نظام عدل کے فلسفے پر قائم ہے۔وہاں دہشت بہت خوشگوار نتائج حاصل ہوتے ہیں۔سعودی عرب میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کی ہے اس لئے وہاں چوری ناقابل قیاس حد تک ختم ہوگئی ہے۔

سزا کے اصلاحی نقطۂ نظر کے مطابق جو آج کل جدید دور میں رائج ہے، جرائم کا اصل سبب چونکہ معاشرہ ہے اس لئے زرکو انفرادی حیثیت سے جرم کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔بنابریں معاشرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو کوئی سزا دے۔اس لئے مجرم کو سزا دینے کی بجائے اس کی اصلاح کی کوشش ہونی چاہیئے۔تاکہ وہ دوبارہ معاشرے کا معزز رکن بن کر زندگی بسر کرسکے۔مجرم کو نہ تو معاشرے کا دھتکارا ہوا انسان خیال کیا جائے اور نہ ہی اس کے خلاف نفرت پر مبنی پالیسی اختیار کرنی چاہیئے۔

سزا کو موثر بنانے اور بہتر نتائج کے لیے ضروری ہے کہ ہم جس فعل سے کسی کو رکھنا چاہیں اس کا ارتکاب کرنے والوں کو فوراً ہی سزا دیں اور طویل قانونی بحثوں سے احتراز کریں۔ مجرموں کو ان کی مذموم سرگرمیاں کی قرار واقعی سزا ملنی چاہیے اور ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے تا کہ وہ دوبارہ ان جرائم کے مرتکب نہ ہوں۔

سزاؤں کے صحیح اطلاق سے جرائم کا سدباب اور مجرموں کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ تاہم سنگین جرائم مثلاً قتل، اغواء، ڈکیتی جیسے جرائم کا بار بار رونما ہونا ثابت کرتا ہے سزا بہر حال لوگوں کی تربیت نہیں کرتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں ان ثقافتی و معاشرتی عوامل کا جائزہ لیا جائے جو جرائم کے۔ اعادہ کا سبب بن سکتے ہیں۔ جب ہم اصلاح کی بات کرتے ہیں تو ضرورت ہے کہ جرائم سے نمٹنے والے دیگر ادارے جیسے پولیس، عدلیہ، جیل خانے اور آزمائشی رہائی کی بھی اصلاح کریں۔

5.2 پولیس

جرائم کا سدباب اور اصلاح کا دادو مدار قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر ہے۔ اگر لوگوں کا پولیس اور عدالتوں پر اعتماد بحال ہو جائے۔ تو صورتحال کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ عوام کی نظر میں پولیس نظم ونسق کی نمائندہ معززین اور مجرم پیشہ دنیا کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ قانونی مشینری کی موثر کارکردگی کا بنیادی حصار بھی پولیس ہی مہیا کرتی ہے۔ اس لئے قانون نظم ونسق عوام اور پولیس کو لازم وملزم خیال کیا جاتا ہے چونکہ پولیس ریاست کے قانون کی نمائندگی کرتی ہے اور لوگ براہ راست قانون کی اقدار اور اس کی حقیقی تصویر پولیس کی کارکردگی کی روشنی میں دیکھتے ہیں اس لئے اگر پولیس قانون کی پابند ہوگی۔ تو لامحالہ قانون کی قدر و قیمت عوام کی نگاہ میں اعلیٰ واضح ہوگی۔

جرم بقائے معاشرہ کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا عوام اور قانون کا محافظ ہونے کی حیثیت سے پولیس کی ذمہ داریاں مرکزی اہمیت کی حامل ہیں۔ جرائم کے سدباب اور مجرموں کی اصلاح میں پولیس کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پولیس کے علاوہ دیگر ادارے مثلاً عدالتیں اور جیل خانے بھی جرائم پیشہ دنیا سے بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن پولیس کے مقابلے میں ان کی اہمیت ادنیٰ حیثیت رکھتی ہے۔ ایک بے گناہ ملزم کا جیل اور اس کی صعوبتوں سے بچ جانے کا کافی امکان ہوتا ہے۔ لیکن پولیس کے ساتھ اس کا واسطہ ضرور پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو پولیس کی اہمیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ پولیس کی کارروائی کی بنا پر جس طرح ایک قانون پسند شہری کے پیشہ ور مجرم بننے کے امکانات ہوتے ہیں

اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دوسرا بڑا مجرم جرم سے توبہ کر لے۔ پولیس کا کام جرائم کو دبانا اور مجرموں کو سزا دلانا ہی نہیں بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ جرائم کے سدباب ونتائج پر غور کرے اور جرائم کی بیخ کنی کی خاطر بہتر اور موثر کارروائی کرے۔

پولیس کی اصلاح سے جرائم کی روک تھام اور اصلاح بہت جلد ہو سکتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس فورس کو موثر طور پر منظم کیا جائے۔پولیس کے اہلکاروں کی تنخواہ اور مراعات میں اضافہ کیا جائے اور ان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

اچھی پولیس کے لیے اسے سیاسی پارٹیوں کے نامناسب اثر سے آزاد کیا جانا ضروری ہے جرائم کی سرکوبی کے لیے اس کے پاس جدید ہتھیار اور تیز رفتار گاڑیاں ہونی چاہئیں۔

جرائم کی سائنسی تفتیش کے لیے جدید ترین تکنیک استعمال کی جائے۔ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ان کے اختیارات کو بھی کم کیا جائے۔پولیس کے ادارے کو دھاندلیوں استحصال اور رشوت خوری سے نجات دلائی جائے۔پولیس میں نیک چال چلن کے لوگوں کو بھرتی کیا جائے اور اسے بدنام سیاست سے نجات دلا کر قانون کا احترام کرنا سکھایا جائے۔

5.3 جیل خانے

جرائم کا ارتکاب اور عدالت سے سزا ملنے کے بعد مجرم کو جیل سے واسطہ پڑتا ہے لہٰذا یہ ادارہ بھی اگر صحیح طور پر اپنا کام نہ کرے تو بجائے مجرموں کی اصلاح کے جیل خانے جرائم کی پرورش کرتے ہیں۔نوآموز مجرم ایک تجربہ کار مجرم بن جاتا ہے۔ جرائم کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ جیل خانوں کی بھی اصلاح کی جائے اور اس میں موجود نقائص کو دور کیا جائے۔

عدالت کی رو سے قیدیوں کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں پہلی قسم ان افراد پر مشتمل ہوتی ہے جو قید بامشقت بھگت رہے ہیں دوسری قسم میں سادہ قید بھگتنے والے افراد شامل ہیں۔کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عادی مجرموں کو اتفاقی مجموں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔مختلف اقسام کے قیدیوں کو یکجا رکھنے سے بے شمار مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔کم عمر قیدیوں کو بالغ قیدیوں سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔تا کہ وہ مجرموں سے مجرمانہ ثقافت نہ سیکھیں۔

جیل کی عمارت کھلی اور ہوادار ہونی چاہئے۔مجرموں سے مہذب انسانوں جیسا سلوک کرنا چاہئے۔یعنی ان کی عزت نفس اور خودداری کا احساس رکھنا چاہئے۔جیل کے عملے کی ترش روئی اور بدسلوکی بعض اوقات مجرموں پر الٹا اثر ڈالتی

ہے۔جسے سے جیل میں مجموعی طور پر ایسا ماحول جنم لیتا ہے جہاں قیدی خود کو بے بس اور رستم خوردہ تصور کرتا ہے۔منتظمین قیدیوں کو معمولی لغزشوں پر غیر انسانی سزائیں دے ڈالتے ہیں اوران کی زندگی میں ہر ممکن طریقے سے ظلم کا زہر گھولنے کی کوشش کرتے ہیں نیتجتاً اصلاح کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور مجرمانہ رجحانات کو تقویت دینے والے لوازمات کو ترقی ملتی ہے۔

عہد جدید میں انسداد جرائم کو جیلوں کا مقصد قرار دیا گیا ہے اور ترقی یافتہ ممالک جیلوں میں اصلاح کی کامیاب کوشش کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے پاکستانی جیل تا حال اس مقصد سے محرم ہیں ان جیلوں میں قیدیوں کی اصلاح کے لیے سخت انضباط اور مشقت تعزیری کا استعمال ہو رہا ہے۔ظاہر ہے کہ قیدیوں کی نفسی وسماجی الجھنوں کو پس پشت ڈال کر انہیں سخت اصولوں کے تحت زندگی گزارنے پر مجبور کرنے سے اصل مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

اس لئے ضروری ہے کہ قیدیوں کے ساتھ مناسب سلوک ہونا چاہئے۔رشوت کو ختم کرنا چاہئے۔مجرموں کی اصلاح کے لیے جیل خانوں کی اصلاح ضروری ہے۔

5.4 آزمائشی رہائی

انسداد جرائم سے متعلق اداروں کی کارکردگی بہت ناقص ہے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پولیس عدالتیں اور جیل خانے مسائل جرائم کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں جن لوگوں کو یہ ادارے صحت مند معاشرتی زندگی بسر کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔وہ ان کے غیر صحتمندانہ حسن سلوک کے باعث اور بھی بھٹک جاتے ہیں۔چنانچہ جب سزائے قید پانے والوں کو خاص جرمانہ ماحول میں رہنے کا موقع دیا جاتا ہے۔تو وہ مجرمانہ اقدار و معمول کو مزید اپناتے ہیں۔زیر حراست ملزموں اور اتفاقیہ مجرموں کے لیے تو یہ ماحول اور بھی خطرناک ہوتا ہے۔عموماً یہ لوگ اقتصادی عائلی اور نفسیاتی مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں جب کچھ عرصے کے لیے جیل بھیج دیا جاتا ہے تو ان کی معاشی الجھنیں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔جب یہ رہا ہوتے ہیں تو ان کے گھر کی حالت خستہ تر ہو چکی ہوتی ہے۔قیدیوں کو رہائی کے بعد اچھے روزگار نہیں ملتے۔لوگ ان سے نفرت کرتے لگتے ہیں اور انہیں کسی قسم کا سماجی تعاون حاصل نہیں ہوتا نیتجتاً انہیں بھی معاشرے سے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ نفرت کا اظہار سماج دشمن سرگرمیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔

اس تمام صورتحال کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے۔کہ پولیس اور جیل جیسے فرسودہ اداروں کے متبادل کوئی کارآمد اور

اصلاحی نظام جاری رہنا چاہئے۔ جو مجرموں کی زندگی میں تلخیاں پیدا کرنے کی بجائے ان کا کوئی مناسب حل تجویز کر سکے۔ چنانچہ آزمائشی رہائی کا نظام اس ضرورت کو پورا کرتا ہے ترقی یافتہ مما لک میں یہ نظام کافی مقبول ہے اور ترقی پذیر معاشروں میں بھی اس کا کامیاب تجربہ کیا جا رہا ہے۔

اچھے چال چلن کے افراد اگر اتفاقاً جرم کا ارتکاب کر بیٹھیں تو انہیں قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالنے کی بجائے کلی یا جزوی رہائی کے طریق کے مطابق رہا کر دیا جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مجرم پر یہ پابندی لگائی جاتی ہے کہ وہ اپنے کردار کی اصلاح کرے اور ایک مخصوص عرصے تک کسی نوعیت کے جرم کا مرتکب نہ ہو اول الذکر میں تو سزا کے پہلے ہی روز مجرم کو چند شرائط کے تحت چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب کہ موخر الذکر میں قیدی کو اپنی سزائے قید کا بیشتر حصہ جیل میں گزارنا پڑتا ہے۔ اگر جیل میں اچھے کردار کا مظاہرہ کرے اور اس سے یہ توقع کی جا سکے کہ اسے رہا کرنا اصلاح کا موجب ہوگا اور وہ دوبارہ مجرمانہ زندگی کی طرف راغب نہ ہونے پائے گا تو اسے پیرول افسروں کی نگرانی میں آزاد کر دیا جاتا ہے۔ آزمائشی رہائی پانے والوں کی اکثریت ان پابندیوں کی تکمیل کرتی ہے۔ جو اس نظام کے تحت ان پر عائد کی جاتی ہیں۔ تاہم اگر کوئی فرد حکم عدولی کرے یا دوبارہ جرم کا ارتکاب ہو تو اس کی سزائے قید دوبارہ شروع ہو جاتی ہے۔

آزمائشی رہائی مجرموں کی اصلاح کا ایک غیر تعزیری طریقہ ہے کیونکہ ابتدائی طور پر یہ طریقہ تعزیری نظام سے بھرا ہے۔ اس لئے اس میں بھی مجرموں کی اذیت کا کچھ نہ کچھ سامان موجود ہوتا ہے۔ تاہم نظریاتی لحاظ سے اس میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ بغیر تعزیر کے مجرموں کی اصلاح کی جائے اگرچہ آزمائشی رہائی میں سزا کی دھمکی مجرموں کو نفسیاتی طور پر ہر وقت پریشان رکھتی ہے۔ تاہم یہی چیز انہیں کردار کی اصلاح پر مائل کر سکتی ہے۔

آزمائشی رہائی کے بے شمار فوائد میں کلی آزمارہائی پانے والے معاشرے کی نظروں میں گرنے نہیں پاتے اور انہیں معاشرتی تعاون حاصل رہتا ہے اس طرح لوگ ان نفسی و عمرانی الجھنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جن سے اکثر قیدیوں کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قیدیوں سے لوگ سخت نفرت کرتے ہیں اور لوگ انہیں اپنے قریب نہیں بیٹھنے دیتے۔ یہ چیز ان کی زندگی میں مزید زہر گھولتی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ سماج دشمن اقدار اپنانے لگتے ہیں اس کے برعکس کلی آزمائشی رہائی پانے والوں سے معاشرہ اس قدر نفرت نہیں کرتا۔ جزوی رہائی پانے والے کو حکومت اور بعض عوامی اداروں کا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ پیرول

افسر بھی اس کی خاصی رہنمائی کرتے ہیں اور اس طرح اس معاشرے میں سماجی مطابقت اختیار کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اکثر جیل مجرمانہ ثقافت کی درسگاہوں کا کام دیتے ہیں۔ یہاں عادی اور پیشہ ور مجرم نو آزمودہ مجرموں کو گنا دو مصیبت کی اقدار سے آگاہ کرتے ہیں۔ جو لوگ اتفاقاً جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ مجرمانہ زندگی کو اپنانے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن جیلوں میں کچھ روز گزارنے کے بعد وہ پختہ مجرم بن جاتے ہیں آزمائشی رہائی پانے والے اس برے ماحول سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن جزوی آزمائشی رہائی پانے والوں کے سلسلے میں یہ چیز صادق نہیں آتی کیونکہ انہیں کچھ عرصہ جیل میں گزارنا پڑتا ہے اور اس زمانے میں وہ مجرمان کردار کا اکتساب کرسکتے ہیں۔

آزمائشی رہائی پانے والے نہ صرف نارمل انسانی ماحول میں رہتے ہیں بلکہ آزمائشی رہائی کے افسران نفسیاتی وعمرانی علوم کی روشنی میں ان کے کردار کا تجزیہ کر بھی کرتے ہیں اور اس طرح انہیں اپنے کردار کی اصلاح کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ جو سزائے قید بھگتنے والوں کو کبھی نصیب نہیں ہوتا۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مجرموں کو اسیری کے سبب ان کے کنبوں کو زبردست مالی بحران سے دوچار رہونا پڑتا ہے۔ بعض صورتوں میں گھر میں اور کوئی فرد معاشی کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور یہ چیز خاندان کی مالی حالت کو بری حالت متاثر کرتی ہے۔ جوان قیدیوں کے بوڑھے والدین کھیتی باڑی یا ملامت اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات کم سن بچوں کو خاندان کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ جوان کی صحت کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن آزمائشی رہائی پانے والے ان مسائل سے نسبتاً کم دوچار ہوتے ہیں یہ لوگ اپنے اہل وعیال کے ساتھ رکھ سکتے ہیں اور ان کے بیوی بچے بے راہ روی اختیار کرنے سے بچ جاتے ہیں۔ بعض صورتوں میں انہیں آزمائشی رہائی کا عرصہ گزارنے کے بعد اپنی پس انداز کی ہوئی رقم مل جاتی ہے جسے وہ اپنے کاروبار کی اصلاح کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔

آزمائشی رہائی کے نظام سے نہ صرف مجرموں کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ حکومت اخراجات میں بھی خاصی کمی آجاتی ہے۔ جیلوں پر حکومت کو زبردست سرمایہ صرف کرنا پڑتا ہے جب کہ آزمائشی رہائی کا طریقہ اختیار کرنے سے بہت کم اخراجات اٹھانے پڑتے ہیں۔ چونکہ اس صورت میں قیدی خود اپنی کفالت کے ذمہ دار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو وہ اپنے خاندان اور حکومت کے لیے کافی منفعت بخش ثابت ہوتے ہیں۔

5.5 اسلام کا نظریہ جرم وسزا

جرائم کے سدباب اور مجرموں کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظام کو اپنی مکمل صورت میں نافذ کیا جائے۔ کیونکہ اسلام نظام عدل ہی کے تحت وہ حالات پیدا ہو سکتے ہیں جو معاشرہ میں مروج ناانصافی کو ختم کر سکتے ہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے ساتھ نظریہ جرم وسزا بھی اگر لاگو کر دیا جائے تو جرائم کا سدباب ہو سکتا ہے۔ ہمارے موجودہ تعزیری قوانین جو انگریزی دور کی پیداوار ہیں اس کے مطابق جرم ریاست کے خلاف ہوتا ہے۔ جس میں فرد کا حق جو مجروح ہوتا ہے اس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ لیکن اسلام میں فرد کے حق مجروح کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مثلاً مقتول کے لواحقین کو قصاص کا حق حاصل ہوتا ہے۔ قصاص کی بدولت نہ صرف لواحقین کو کچھ مالی طور پر حق رسی ہو جاتی ہے بلکہ مجرم کو بھی موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنے کنبے کی کفالت کر سکتے۔ کیونکہ اگر گھر کا کمانے والا قید و بند میں گرفتار ہو جائے تو کنبے کو فاقوں تک نوبت آ جاتی ہے۔ اسلام کی نظر میں سزا ایک ظلم نہیں بلکہ ایک قربانی ہے جو معاشرہ اپنی اخلاقی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے دیتا ہے اور کم از کم مسلم معاشرے کے معاملے میں تو وہ ایک کفارہ بھی ہے اور یہ دونوں چیزیں یعنی قربانی اور کفارہ بلند ترین اخلاقی قدر و قیمت کی مثال ہیں جب ایک معاشرہ کی سزا کا قانون بناتا ہے تو درحقیقت وہ انسان کی بھلائی کے لیے ایک نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

5.6 اصلاحی اداروں کی ضرورت

جن ممالک میں مسئلہ جرائم شدت اختیار کر چکا ہے وہاں شادی شدہ جوڑوں کے اختلافات کا خاطر خواہ حل ڈھونڈنے کے لیے کلینک کھولے گئے ہیں چونکہ گھریلو تنازعات شادی شدہ لوگوں کو جرائم پر اکساتے ہیں اور بچوں کی تربیت میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اس لئے ہمارے ہاں بھی ان جھگڑوں کو چکانے کے لیے خاطر خواہ انتظامات کرنے چاہئیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری عائلی عدالتیں کچھ عرصے سے ہمارے گھریلوں تنازعات کو ختم کرنے کے لیے صرف طلاق کا طریق کار کا استعمال کر رہی ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسی وبا ہے جو بہت سے مسائل کا پیشہ خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

ہمارے ہاں یتیم بچوں کی پرورش، تربیت کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جاتا چنانچہ ایسے بہت سے بچے جوان ہو کر غیر

صحت مند سرگرمیوں میں حصہ لینے لگتے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایسے بچوں کی تربیت کے لیے مناسب انتظامات کئے جائیں۔ اسلامی ریاستوں میں بچوں کو اپنانے کا کافی رواج رہا ہے۔ اگر ہم اس اصول کو ترقی دیں تو یہ مسئلہ کسی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یتیم خانوں اور دوسرے اصلاحی اداروں کو اس سلسلے میں مثالی کردار ادا کرنا چاہئے۔

ہمارے ہاں افراد کو معاشی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ جدید ممالک میں تو بے روزگار افراد کو بے روزگاری الاؤنس تک دیا جاتا ہے تاکہ وہ فاقوں نہ مر جائیں۔ علاوہ ازیں معاشرے میں مروج دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں بے شمار مسائل اور جرائم دے رہا ہے۔ سرمایہ داری اور غریب وف امیر کا بڑھتا ہوا فرق کسی بھی معاشرے کے لیے تباہ کن ہو سکتا ہے۔

بچوں اور بالغوں کو مذموم سرگرمیوں اور جرائم سے باز رکھنے کے لیے سیر و تفریح اور کھیل کود کی بھی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کھیل کود اور سیر و تفریح سے انسانی ذہن کجروی اور بے راہ روی سے بچا رہتا ہے۔ لیکن کھیل کود مناسب رہنمائی کے بغیر سودمند ثابت نہیں ہو سکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے مشترکہ کلب اور دوسرے تفریحی مراکز جرائم کو روکنے میں چنداں مدد نہیں ہوتے۔

مختصراً انسداد جرائم اور بے راہ روی کے تدارک کے لیے سب سے ضروری یہ ہے کہ ہم اپنے بے راہ رو خواہشات گستاخ افکار اور متناقص نظریات کی تعلیم و تربیت پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں دراصل یہ کام ایک عظیم تحریک ہی کی بدولت ممکن ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اخلاقی و قانونی اقدار کو اسلامی فکر نظری کے مطابق تربیت دیں۔ اور ملک کو خالص اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ ہماری سماجی برائیاں اور معاشرتی کمزوریاں ہمارے جرائم کی علت نہیں حقیقتاً اس غیر اسلامی تہذیب کا نتیجہ نہیں۔ جو مغربی تہذیبوں کی غلامی اور ہندو سماج کی ہمسائیگی کے سبب حاصل ہوتی ہیں اب چونکہ ہم بیرونی طاقتوں کی دسترس سے محفوظ ہیں اس لئے اسلامی دشمنوں اور معصیت پرور تہذیب کو خیر باد کہہ کر اسلامی تہذیب تمدن کو فروغ دے سکتے ہیں۔ آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ ہم اس شیطانی نظام کو ترک کر کے الہامی تعلیمات پر معاشرت کی بنیاد رکھیں تاکہ یہ قوم، جرم، گناہ کی پستیوں سے نکل کر نیکی و راستی کی بلندیوں کو چھو سکے۔

مشغلہ نمبر 2

اگر آپ کو کسی ایسے جرم کا پتہ چلے جو منشیات کا عادی ہو تو آپ اس کی اصلاح کے لیے کیا اقدامات کریں گے اس کے نفسیاتی و معاشرتی پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر تحریر کریں۔

5.7 اہم نکات

1- قانونی نقطہ نظر سے جرائم کی دو اقسام ہیں۔فوجداری اور سول

2- جرائم کاری کے متعلق مجموعہ قوانین کو قانون فوجداری سے موسوم کیا جاتا ہے۔

3- پاکستان میں جرائم کے لیے سزا کا کوڈ ''قانون تعزیرات پاکستان'' موجود ہے۔

4- تفتیش جرائم میں پولیس کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔

5- جرائم کا ارتکاب کرنے والوں اور اس میں معاونت کرنے والوں کا سراغ لگانا۔نیز انہیں سزا دلوانا پولیس کے فرائض میں شامل ہے۔

6- نا قابل دست اندازی مقدمات میں پولیس عدالت سے حکم ملنے پر تفتیش کرسکتی ہے۔

7- پولیس افسر کو تفتیش کے تین مراحل میں تین قسم کی رپورٹ دینی ہوتی ہے۔

1- مجسٹریٹ کو ابتدائی رپورٹ		2- افسر انچارج تھانہ کو رپورٹ

3- مجسٹریٹ کو اختتامی رپورٹ

8- قتل کے کیس میں نعش کی شناخت، ملزم کی شناخت، گواہوں کے بیانات، ملزم کی گرفتاری، آلہ قتل کی برآمدگی اور ڈاکٹری رپورٹ وغیرہ اہم مراحل ہوتے ہیں۔

9- ایف آئی آر ابتدائی رپورٹ سے مراد وہ اطلاع ہے جو کسی جرم قابل دست اندازی کے بارے میں بلحاظ وقت سب سے پہلے متعلقہ افسر انچارج تھانہ کر دی جائے۔

10- جرائم کے تدارک سے مراد وہ طریقے ہیں جو جرائم کو روکنے کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر جرم کے رونما ہونے سے پہلے اختیار کیے جاتے ہیں۔

11- اگر بچے کو یہ احساس ہو جائے کہ خاندان میں اس کی کوئی عزت نہیں تو ذہنی پریشانی کے باعث وہ بے راہ روی کا شکار ہونے لگتا ہے۔

12- سکول میں اچھا ماحول نہ ملنے کی وجہ سے اکثر بچوں میں بھگوڑے پن کی عادت پیدا ہو جاتی ہے جو بچوں کے جرائم کا ایک اہم سبب ہے۔

13- بچوں کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ان کی اخلاقی تعلیم و تربیت نہایت لازمی ہے۔

14- مذہبی تعلیمات کے پرچار اور اسلامی قوانین کے نفاذ سے جرائم کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔

15- اقتصادی تنگ دستی سے معاشرے میں معاشرتی بدنظمی پیدا ہوتی ہے۔

16- مجرم کی اصلاح کرنا اس کو دوبارہ جرم کرنے سے روکنا ہے۔

17- سزائے قید اس لئے دی جاتی ہے تاکہ معاشرہ مجرم کی تخریب کاریوں سے محفوظ رہ سکے۔

18- سنگین سزا سے دوسرے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

19- جرم کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کا دھتکارا ہوا انسان نہ سمجھا جائے بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ وہ دوبارہ معاشے کا باعزت رکن بن سکے۔

20- پولیس نظم و نسق کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے معززین اور مجرم پیشہ دنیا کے درمیان ایک نمائندہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

21- اگر کوئی قیدی جیل میں اچھے کردار کا مظاہرہ کرے اور اس سے یہ توقع کی جائے کہ اس کو رہا کرنا اصلاح کا موجب ہوگا تو اسے افسروں کی نگرانی میں رہا کر دیا جاتا ہے جسے آزمائشی رہائی کہتے ہیں۔

22- آزمائشی رہائی کے نظام سے نہ صرف مجرموں کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ حکومت کے اخراجات میں بھی اس سے کمی واقع ہوتی ہے۔

23- اسلام کی نظر میں سزا ایک ظلم نہیں بلکہ ایک قربانی ہے۔ جو معاشرہ اپنی اخلاقی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کیلئے دیتا ہے۔

5.8 خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1 خالی جگہوں کو پر کریں۔

1- پاکستان میں فوجداری جرائم کے لیے سزاؤں کا کوڈ.................................کہلاتا ہے۔

2- تفتیش جرائم کے سلسلہ میں....................متعلقہ اداروں کے لئے مفصل ہدایت درج ہے۔

3- تفتیش جرائم میں.....................کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔

4- جرم دست اندازی پولیس کی صورت میں.....................مجرم کو فوری طور پر گرفتار کر سکتی ہے۔

5- جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی صورت میں پولیس بغیر اجازت.................................
تفتیش نہیں کر سکتی۔

سوال نمبر 2

1- جرائم کو روکنے کے لیے بنیادی اسباب اور محرکات کا جائزہ لینا چاہئے۔ صحیح/غلط

2- شکستہ گھر غلیظ علاقے، غربت، مذہب سے دوری، سماجی ناانصافی وغیرہ جرائم کے بنیادی اسباب میں شمار کیے جاتے ہیں۔ صحیح/غلط

3- مجرم یا تو پیشہ ور ہوتے ہیں یا غیر پیشہ ور صحیح/غلط

4- ہمارے دیہی معاشرے میں جرائم زیادہ تر انسانی ذات اور جائیداد کے خلاف ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

5- پیشہ ور اور غیر پیشہ ور مجرم افراد کے لیے انسداد جرائم کی تجاویز ایک جیسی ہونی چاہئیں۔ صحیح/غلط

6- جرائم مخصوص معاشرتی، ثقافتی ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ صحیح/غلط

7- مجرمانہ کردار کا آغاز عہد بلوغت میں ہوتا ہے۔ صحیح/غلط

8- جرائم کے تدارک کے لیے خاندان کی تنظیم نو کرنی چاہئے۔ صحیح/غلط

9- بچوں کی بے راہ روی میں والدین کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ صحیح/غلط

10- ہمارے معاشرے میں بچوں کے لیے صالح تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ صحیح/غلط

11- سزا سے معاشرتی استحکام حاصل ہوتا ہے۔ صحیح/غلط

12- پولیس کی اصلاح سے جرائم کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ صحیح/غلط

13- پاکستانی پولیس کافی حد تک جرائم کی پرورش کرتی ہے۔ صحیح/غلط

14- پاکستانی پولیس کے پاس جرائم کو کنٹرول کرنے کے لئے مناسب ذرائع نہیں ہیں۔ صحیح/غلط

15- جدید ہتھیاروں، تیز گاڑیوں اور پولیس کی تنظیم نو سے جرائم کو روکا جاسکتا ہے۔ صحیح/غلط

6- جوابات خود آزمائی

خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1

(1) صحیح	(2) صحیح	(3)غلط	(4)غلط	(5)غلط
(6) صحیح	(7) صحیح	(8)غلط	(9) صحی	(10) صحیح

سوال نمبر 2

-1	4	-2	2	-3	3,2
-4	2, 1	-5	3	-6	3
-7	3	-8	1	-9	3
-10	1	-11	4	-12	2

خود آزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1

(1) قانون تعزیرات پاکستان (2) مجموعہ ضابطہ فوجداری

(3) پولیس (4) پولیس

(5) مجسٹریٹ

سوال نمبر 2

(1) صحیح	(2) صحیح	(3) صحیح	(4) صحیح	(5)غلط
(6) صحیح	(7) صحیح	(8) صحیح	(9) صحیح	(10) صحیح
(11) صحیح	(12) صحیح	(13)غلط	(14) صحی	(15) صحیح

یونٹ نمبر 8

کمیونٹی ڈویلپمنٹ

تحریر: اشفاق حسین مرزا

رخسانہ مسعود

نظر ثانی: جاوید غنی ڈار

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں کمیونٹی کی تعریف اور اقسام پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔نیز کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے مقاصد کی وضاحت کی گئی ہے۔علاوہ ازیں کمیونٹی کو درپیش مختلف مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی ترقی کے طریق کار اور سماجی کارکن کے کردار کا بھی تعین کیا گیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1۔ کمیونٹی کا مفہوم بتا سکیں۔

2۔ مختلف کمیونٹی کے درمیان فرق کی وضاحت کر سکیں۔

3۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی تعریف کر سکیں۔

4۔ کمیونٹی کو درپیش مسائل کی نشاندہی کر سکیں۔

5۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے طریق کار میں کارکن کے کردار کو متعین کر سکیں۔

فہرست مضامین

عنوان		صفحہ نمبر
1۔	کمیونٹی	265
1.1	تعریف	265
1.2	کمیونٹی کی اقسام	267
1.3	کمیونٹی ڈیویلپمنٹ	270
1.4	اہم نکات	272
1.5	خودآزمائی نمبر 1	273
2۔	کمیونٹی کی ضروریات اور مسائل	273
2.1	خوراک،لباس، رہائش	274
2.2	علاج معالجہ کی سہولتیں	274
2.3	تعلیم	275
2.4	افرادی قوت	275
2.5	تفریح اور کھیل کود	275
2.6	مذہبی نظام	276
2.7	دیہی کمیونٹی کے حوالے سے کاشتکار کے مسائل	276
2.8	اہم نکات	278
2.9	خودآزمائی نمبر 2	279
3۔	کمیونٹی کی ترقی کی تحریک	279
3.1	تمہید	279

3.2 طریقہ کار 280

3.3 کارکن کے لئے راہ عمل 283

3.4 اہم نکات 287

3.5 خود آزمائی نمبر 3 287

4۔ جوابات خود آزمائی 288

1۔ کمیونٹی

اردو زبان میں اس انگریزی لفظ کا صحیح مترادف نہیں ہے۔ کسی نے اس کا ترجمہ طبقہ کیا ہے تو کسی نے جمعیت اور ملت۔ بعض نے اسے بستی اور برادری بھی کہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سارے الفاظ اس اصطلاح کے مفہوم کو مکمل طور پر ادا نہیں کرتے۔ مثلاً جب ہم اسے طبقہ کہتے ہیں تو لوگوں کی وسائل کے لحاظ سے درجہ بندی ہمارے ذہن میں آتی ہے۔ کیونکہ کسی طبقے میں سارے لوگ ایک سی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کہ کمیونٹی میں ایسا نہیں ہوتا۔ جمعیت اور ملت سے عموماً مذہب کا تصور ابھرتا ہے کہ ایک ہی مذہب کے سارے لوگ جیسے امت مسلمہ اگر چہ یہ بھی کمیونٹی میں آتے ہیں مگر صرف اسی بنیاد پر کمیونٹی کی تعریف نہیں کی گئی لہذا یہ لفظ بھی اس کے صحیح مفہوم نہیں بتاتا۔ اس لئے ہم انگریزی کے اس لفظ کو اردو میں اسی طرح استعمال کریں گے۔

1.1 تعریف

کمیونٹی لوگوں کا ایسا گروہ ہے جو ایک ہی مقام پر رہتا ہو۔ اس کی ثقافت اور دلچسپیاں ایک جیسی ہوں اور ایک محدود دائرے کے اندر ان کی تمام دلچسپیاں یکساں اور باہم مربوط ہوں۔ یعنی کمیونٹی کے لئے ایک علاقے میں محدود ہونا۔ لوگوں کا آپس میں میل جول ہونا اور "ہم" کے احساس میں بندھ جانا لازمی امر ہے۔ کمیونٹی کسی مکمل معاشرے کی طرح ہر معاملے میں خود کفیل تو نہیں ہوتی مگر ایک محدود دائرے کے اندر وہ کافی حد تک اپنی ضروریات خود پوری کرتی ہے

بقول میکاور کمیونٹی ایک ایسی اصطلاح ہے جو ہم ایک گاؤں شہر یا قبیلے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جہاں بھی کسی چھوٹے یا بڑے گروہ کے لوگ اس طرح زندگی گزاریں کہ ان کی مشترک زندگی کے بنیادی حالات مشترک ہوں اسے ہم کمیونٹی کہیں گے"۔

کمیونٹی کا نمایاں نشان یہ ہے کہ فرد کی زندگی پورے طور پر اس کے اندر بسر ہو سکے۔ کوئی شخص کسی تجارتی ادارے یا مسجد کے اندر مکمل زندگی نہیں گذار سکتا مگر کمیونٹی کے اندر وہ مکمل زندگی گزار سکتا ہے۔ پس کمیونٹی کا بنیادی معیار یہ طے ہوا کہ فرد کے تمام معاشرتی تعلقات اس کے اندر ہوتے ہیں۔

کنگز لے ڈیوس کے مطابق وہ چھوٹے سے چھوٹا علاقائی گروہ جو معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر سکے کمیونٹی کہلاتا ہے۔

آگبرن اور نمکاف نے کہا ہے کہ ایک خاص علاقے میں رہائش رکھنے والے گروہ یا گروہوں کی معاشرتی زندگی کی پوری تنظیم کو کمیونٹی کہتے ہیں۔لومیز اور بیگل نے کمیونٹی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ:۔

ایک معاشرتی نظام جو ایک محدود علاقے اور ماحول میں جاری و ساری ہو اور جس کے اندر رہتے ہوئے اس کے افراد اپنی روزمرہ کی ضروریات مل جل کر پوری کرسکیں۔ان ساری تعریفوں کی روشنی میں اگر ہم کمیونٹی کا جائزہ لیں تو اس میں مندرجہ زیل خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

1۔ لوگوں کا گروہ ہونا۔

2۔ اس گروہ کا کسی مخصوص جغرافیائی علاقے میں اکٹھا رہنا۔

3۔ ان کی اپنی ثقافت ہونا۔

4۔ ان کی طرز زندگی یکساں ہونا۔

5۔ ان میں اتحاد کا احساس ہونا۔

6۔ ان کا مل جل کر کام کرتے ہونا۔

7۔ بنیادی رفاہی اداروں کا مالک ہونا۔

چنانچہ کمیونٹی کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ کمیونٹی لوگوں کے ایسے گروہ پر مشتمل ہے جو کسی نہ کسی جغرافیائی علاقے میں رہتا ہے۔جس کی حدود واضح طور پر متعین کی گئی ہوتی ہیں۔جہاں پر لوگ آپس میں آزادنہ میل جول رکھ سکتے ہیں۔نیز اس کے افراد آپس میں مل جل کر رہنے کے ساتھ اشتراک سے کام کرتے ہیں۔جس کے نتیجے میں لوگوں کی طرز زندگی ایک سی ہو جاتی ہے اور صرف بچوں کی تربیت میں مخصوص اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ شادی بیاہ کی رسومات ایک سی ہوتی ہیں۔ معاشرتی اقدار و معمولات بڑی حد تک ایک سے ہوتے ہیں جن کی خلاف ورزی سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔کمیونٹی میں اتحاد کا شعور بہت نمایاں ہوتا ہے۔ان کا نفع ونقصان ایک ہوتا ہے کوئی خوشی کا موقع ہو تو وہ مل کر اس کا استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح

اگر کوئی پریشانی آئے سوسب مل کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کمیونٹی جتنی چھوٹی ہوتی ہے اس میں یکسانیت اور اتحاد اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ لوگوں کو آپس میں ملنے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں۔

کمیونٹی کے بارے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج کل کمیونٹوں کے درمیان فرق کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے کیونکہ ایک چھوٹا سا قصبہ بڑا شہر یا وسیع قوم سب کمیونٹیاں ہیں۔علاوہ ازیں ذرائع مواصلات کی وسعت اور ایک دوسرے پر انحصار کی وجہ سے اب سارا کرۂ ارض ایک کمیونٹی بنتا جا رہا ہے۔

1.2 کمیونٹی کی اقسام

الف ہیوی گرسٹ اور نیوگارٹن نے کمیونٹی کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ ابتدائی کمیونٹی

2۔ ثانوی کمیونٹی

ابتدائی کمیونٹی

اس طرح کی کمیونٹی میں لوگوں کے درمیان تعلقات قریبی اور گہرے ہوتے ہیں۔افراد کے درمیان روبرو تفاعل ہوتا ہے۔لوگ عام طور پر ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور ایک دوسرے سے انس ومحبت کے جذبات رکھتے ہیں۔ان کی خصوصیات کم وبیش ایک جیسی ہوتی ہیں اور مفادات بھی مشترک ہوتے ہیں۔دیہات اور چھوٹے قصبے ابتدائی کمیونٹی کی مثالیں ہیں۔

ثانوی کمیونٹی

ثانوی کمیونٹی میں افراد کا تعلق بالواسطہ ہوتا ہے۔وہ لین دین کا کاروبار یا مشترکہ تنظیموں اور اداروں سے منسلک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔اس میں لوگوں کا ایک دوسرے پر انحصار تو ضرور ہوتا ہے لیکن اتنے گہرے اور قریبی تعلق نہیں ہوتے جتنے ابتدائی کمیونٹی میں ہوتے ہیں۔بڑے شہر۔علاقہ۔قوم اس کی مثالیں ہیں۔

ب کمیونٹی کی دوسری تقسیم دیہات اور شہروں سے متعلق ہے۔ان دونوں کو اگرچہ واضح طور پر علیحدہ نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ دیہی زندگی کے خواص شہری زندگی سے مختلف ہیں اس لئے ان خواص کی بناء پر کمیونٹی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1 دیہی کمیونٹی

دنیا کے مختلف معاشروں میں دیہی و شہری کمیونٹی کا فرق مختلف ہے۔ پاکستان کی مردم شماری کے مطابق دیہی کمیونٹی وہ ہے جس کی آبادی پانچ ہزار سے کم ہو۔ اس میں میونسپل کمیٹی سول لائنز اور ٹاؤن کمیٹی وغیرہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ معاشرتی زندگی کی جدید سہولتیں مثلاً کالج، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈا، اور عمدہ پختہ سڑکیں وغیرہ نہ ہوں۔

دیہی کمیونٹی میں لوگوں کے درمیان روبرو تقاعل ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہوتا ہے۔ کسانوں کے علاوہ وہ لوگ جو ان کے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں مثلاً ترکھان، لوہار وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ چند افراد تعلیم و طب سے منسلک ہوتے ہیں مگر یہ سب لوگ اپنے اپنے پیشوں میں پوری طرح ماہر نہیں ہوتے۔ انہوں نے یہ کام اپنے بزرگوں سے سیکھا ہوتا ہے اور انہی اصولوں پر کام کرتے ہیں۔ دیہی کمیونٹی میں بہت زیادہ پیشے نہیں ہوتے مگر ان چند پیشوں سے منسلک لوگ آپس میں اس طرح مل جل کر رہتے ہیں جیسے ایک انجمن۔ یہ لوگ مل کر اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ قناعت پسند ہوتے ہیں۔ پاکستان کی دیہی کمیونٹی کے چند خواص مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ مکان زیادہ تر کچے ہوتے ہیں۔

2۔ گھروں کی تعمیر میں منصوبہ بندی نہیں کی جاتی یعنی باقاعدہ نقشے یا منظوری کی ضرورت نہیں پڑتی۔

3۔ زیادہ تر زرعی پیشے پائے جاتے ہیں۔

4۔ معاشرتی ادارے نہایت سادہ ہوتے ہیں۔ مثلاً چوپال وغیرہ۔

5۔ معاشرتی تقاعل پرخلوص اور غیر رسمی نوعیت کا ہوتا ہے۔

6۔ معاشرتی معمولات کی خلاف ورزی سے لوگ گریز کرتے ہیں۔

7۔ معاشرتی تغیر کے لئے یہ کمیونٹی سخت رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔

8۔ زیادہ تر لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں۔

2- شہری یا بلدیاتی کمیونٹی

پانچ ہزار افراد سے زیادہ آبادی والے مقام کو قصبہ اور ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے علاقے کو شہر کہتے ہیں۔

یہاں جدید زندگی کی زیادہ تر سہولتیں موجود ہوتی ہیں۔ ولٹن (LSTON)00 نے بلدیہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہر یا بلدیہ وہ محدود جغرافیائی علاقہ ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد رہتی ہے۔ ان کی دلچسپیاں اور ادارے مشترک ہوتے ہیں اور حکومت کے ایک اختیار کے تحت مقامی حکومت کا کنٹرول قائم ہوتا ہے۔

پارک (PARK) نے کہا ہے کہ افراد کی تعداد ہی و بلدیاتی کی تمیز قائم نہیں کرتی بلکہ بلدیہ ذہن کی ایک حالت ہے۔ رسومات و روایات کا ایک مرقع ہے اور ان کے رجحانات و جذبات کی تنظیم کا نام ہے جو رسومات میں پائے جاتے ہیں۔" یہ تعریف نہایت جدید ہے کیونکہ اس میں ان رجحانات رسومات اور جذبات کا ذکر کیا گیا ہے جو لوگوں کے اذہان کو متاثر کر کے ان میں ایک حالت پیدا کرتے ہیں یہی حالت بلدیاتی زندگی کی خوبی ہے۔ شہری زندگی میں تفاعل بہت تیز لیکن رسمی ہوتا ہے ذرائع مواصلات تیز ہیں مشینی سہولتیں عام ہیں اور زیادہ تر افراد اپنے اپنے فن میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پیداوار زیادہ ہے۔ شہری کمیونٹی میں لوگ تقریباً یکساں معیار زندگی رکھتے ہیں۔ مگر شہروں میں مختلف درجوں ذاتوں اور مذہبوں کے لوگ رہتے ہیں۔ شہری کمیونٹی میں لوگوں کی آمدنی عموماً زیادہ ہوتی ہے۔ ان کو تعلیمی اور تفریحی سہولتیں میسر ہوتی ہیں تاہم انتہائی امارت کے ساتھ ساتھ انتہائی غربت بھی ملتی ہے۔

2 علاقائی کمیونٹی

ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف علاقوں کی طرز زندگی مختلف ہوتی ہے ان میں بعض باتیں شہروں اور دیہات دونوں جگہوں پر پائی جاتی ہیں۔ مگر اس خاص علاقے سے باہر اگر دوسرے علاقے سے اس کا موازنہ کریں تو فرق محسوس ہوتا ہے ایسی کمیونٹیوں کو علاقائی کمیونٹی کہا جاتا ہے۔ مثلاً پنجاب اور سندھ کے مختلف شہروں اور گاؤں کا جائزہ لیں تو پنجاب کے شہروں اور گاؤں میں اکثر اقدار مشترکہ ملتی ہیں جب کہ سندھ کے علاقے سے یہ مختلف ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے اندر بھی پوٹھوہاری علاقے کی کمیونٹی سرائیکی علاقے سے مختلف ہے۔

علاقائی کمیونٹی میں نہ صرف لوگوں کی زبان اور رہن سہن کے طریقے ملتے ہیں بلکہ ان میں ثقافتی وحدت ہوتی ہے جو دوسرے علاقے کی ثقافت سے تھوڑا مختلف ہوتی ہے۔

3۔ قومی کمیونٹی

کئی علاقائی کمیونٹیاں مل کر قومی کمیونٹی بناتی ہیں ۔اس میں شہری، دیہی علاقائی تمام کمیونٹیاں شامل ہوتی ہیں یہ مضبوط ترین کمیونٹی ہے کیونکہ اس کی گرفت اپنے افراد پر بہت سخت اور ہمہ گیر ہوتی ہے ۔اگر چہ قوم کمیونٹی کی بنیادی خصوصیات (مثلاً جغرافیائی حدود ثقافت، یکساں زندگی، اتحاد اور رفاہی اداروں) کو پورا کرتی ہے ۔مگر قوم کے افراد میں معاشرتی تفاعل اتنا شدید نہیں ہوتا جتنا کمیونٹی میں ہوتا ہے ۔کمیونٹی کے افراد میں گروہی سالمیت ہوتی ہے ۔لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں لیکن یہ خواص قوم کے افراد میں نہیں ہوتے ۔قوم کے افراد ایک دوسرے سے کوسوں دور رہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو قریبی طور پر جانتے بھی نہیں اس لئے ان میں گروہی سالمیت ولگاؤ نہیں پایا جاتا ۔اس لئے یہ ہر موقع پر یکجا نہیں ہوتے البتہ جب ساری قوم کو کوئی خطرہ درپیش ہو تو سب یکجا ہو جاتے ہیں۔

مشغلہ نمبر 1
پاکستانی معاشرہ کی بڑی بڑی علاقائی کمیونٹیوں کی ایک فہرست تیار کریں

1.3 کمیونٹی ڈیویلپمنٹ

کمیونٹی کی تعریف اور اس کی بنیادی خصوصیات پچھلے صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں ۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کی کوئی جامع عام فہم تعریف متعین کی جائے ۔جس سے یہ واضح ہو سکے کہ کمیونٹی کی ترقی سے ہماری کیا مراد ہے۔

1۔ 1948ء کی کیمبرج کانفرنس نے اس کے اغراض و مقاصد کی وسعت اور ہمہ گیری کے پیش نظر اسے ترقی معاشرہ کا نام دیا تھا اور اسی کانفرنس نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی ۔

''یہ ایک ایسی تحریک ہے جس کا مقصد چھوٹے گروہوں کے باہمی اشتراک سے ان کے اپنے لئے بہتر زندگی کے مواقع فراہم کرنا ہے ۔لیکن اگر اس کام کے لئے معاشرہ کے افراد کی طرف سے تحریک نہ کی جائے تو ایسے ذرائع اختیار کرنا جس کے ذریعے افراد معاشرہ کی سرگرم اور پر جوش امداد سے حصول مقصد کی طرف قدم بڑھایا جا سکے''۔

2۔ اس کے علاوہ برطانیہ کے دفتر نوآبادیات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے۔

''کمیونٹی ڈیویلپمنٹ''صرف معاشی ترقی کا نام نہیں ہے اور نہ ہی اس کا اندازہ مادی ترقی کے بعض منصوبوں کی تکمیل سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ صرف سیاسی اور معاشی مقاصد کے لئے حصول کا ذریعہ بھی نہیں ۔ترقی معاشرہ کا سب سے بڑا مقصد کنویں، سڑکیں اور اسکول تعمیر کرنا بھی نہیں اور نہ ہی نئی نئی فصلیں اگانا ہے بلکہ اس کا مقصد مضبوط بنیادوں پر خود انحصار معاشرتی اکائیوں کی تعمیر ہے جن میں معاشرتی اور سیاسی ذمہ داریاں واضح ہوں۔یعنی کمیونٹی کے لوگوں کے ذہنوں میں ایسی تبدیلیاں لانا ہے جس کے زیر اثر وہ اپنی مدد آپ کے اصول پر اپنے علاقے کے معاشرتی و معاشی زندگی کو بہتر بنا سکیں۔

3۔ اقوام متحدہ نے اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ ایک ایسا نظام کار ہے جس میں لوگوں کی کوششوں کو حکومت کی کوششوں کے ساتھ مربوط کر کے لوگوں کی معاشی، معاشرتی اور تمدنی حالت کو اس طرح سے بہتر بنایا جائے کہ وہ قومی زندگی کا ایک حصہ بن جائیں ۔اور اس کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کرنے کے اہل ہوں۔

4۔ امریکہ کی انتظامیہ برائے بین الاقوامی ترقی کی نظر میں کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کا مفہوم یہ ہے۔

یہ ایک ایسا معاشرتی طریق کار ہے جس میں کمیونٹی کے افراد منصوبہ بندی کے ذریعے اس پر عملدرآمد کے لئے اپنے آپ کو منضبط کریں، اپنی انفرادی (اجتماعی ضروریات اور مشکلات کی نشاندہی کریں) ان مشکلات کے حل اور ضروریات کے حصول کے لئے انفرادی اور گروہی منصوبے بنائیں اور ان پر عملدرآمد کے لئے جہاں تک ممکن ہو اپنے وسائل سے استفادہ کریں نیز جہاں ضروری ہو ان وسائل کے اضافہ کے لئے حکومت اور دوسرے بیرونی اداروں سے مہیا کردہ اشیاء و خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

5۔ مسٹر مسیح الزمان نے جو محکمہ ترقی دیہات (VILLAGE AID)''دیہات سدھار پروگرام'' کے منتظم اعلیٰ تھے۔ترقی معاشرہ کی تعریف اس طرح متعین کی ہے کہ:۔

ترقی معاشرہ ایک ایسا طریق کار ہے جس کا مقصد دور افتادہ اور الگ تھلگ دیہات کے باشندوں کو اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ وہ اپنے معاشی اور معاشرتی مسائل کو خود اپنی کوششوں سے حل کرنے کے قابل ہو جائیں۔کیونکہ اس تحریک

کے ذریعے مسائل کو سمجھنا ان کا تجزیہ کرنے اور اپنے وسائل سے انہیں حل کرنے میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔

ان تعریفوں کا گہرا مطالعہ کرنے سے چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں۔

1۔ دنیا کے ہر علاقے میں معاشی اور معاشرتی تفاوت پایا جاتا ہے جس سے نہ صرف افراد کے لئے بلکہ قوموں کے لئے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

2۔ یہ تفاوت شہری اور دیہی علاقوں کے درمیان بہت زیادہ ہے۔

3۔ پسماندہ علاقوں میں وسائل پہلے سے موجود ہیں مگر ان کو بہتر طریقے سے استعمال کرنے کی تربیت کی ضرورت ہے۔

4۔ انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو افراد کے لئے کیمونٹی اور قوم کے لئے نیز بحیثیت مجموعی پوری دنیا کے لئے دریافت کر کے استعمال میں لایا جائے اور ان صلاحیتوں پر اعتماد کیا جائے۔

5۔ حکومتوں کا فرض ہے کہ لوگوں کی ترقی کے لئے ان کو نشان منزل دکھائے اور کسی بھی منصوبے کے آغاز کے لئے لوگوں میں اپنی مدد آپ کا جذبہ ابھارے۔

1.4 اہم نکات

1۔ کسی بھی کمیونٹی کے لئے ایک مخصوص علاقے میں محدود ہونا، لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ میل جول اور یکجہتی ضروری ہے۔

2۔ دیہی کمیونٹی میں روبرو تفاعل زیادہ ہوتا ہے اس لئے لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ایک دوسرے کے سکھ دکھ میں شریک ہوتے ہیں۔

3 ۔شہری کمیونٹی کو تعلیمی اور تفریحی سہولتیں نسبتاً زیادہ میسر ہوتی ہیں۔لوگوں کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے تاہم انتہائی امارت کے ساتھ انتہائی غربت بھی پائی جاتی ہے۔

4۔ قومی کمیونٹی جس میں دیہی شہری اور علاقائی سبھی کیمونٹیاں شامل ہوتی ہیں مضبوط ترین کمیونٹی ہے۔

5۔ پسماندہ علاقوں میں موجود وسائل کو بہتر طریقے پر استعمال کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

1.5 خود آزمائی نمبر 1

سوال نمبر 1 صحیح جوابات الگ کریں

1۔ کمیونٹی میں معاشرتی تفاعل کی کمی ہوتی ہے۔

2۔ کمیونٹی کے لوگوں میں باہمی ہمدردی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔

3۔ دیہی اور بلدیاتی کمیونٹیوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

4۔ دیہی کمیونٹی میں آبادی بلدیاتی کمیونٹی سے کم ہوتی ہے۔

5۔ کمیونٹی ایک مکمل معاشرے کا دوسرا نام ہے۔

6۔ کمیونٹی کے افراد کے اندر بیشتر اعتبار سے یکسانیت پائی جاتی ہے۔

7۔ کمیونٹی ڈیویلپمنٹ میں علاقے کے لوگوں کی سرگرمی شرکت ایک ایسا بنیادی عنصر ہے کہ اس کے بغیر یہ تصور ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

8۔ پسماندہ علاقوں میں درحقیقت بنیادی وسائل کی کمی ہوتی ہے۔

2۔ کمیونٹی کی ضروریات اور مسائل

یہ جان لینے کے بعد کہ کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کا نفس مضمون اور اس کا دائرۂ عمل کیا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ تحریک ان ضروریات اور مسائل کا جائزہ لے جو کمیونٹی کے افراد کو اپنی انفرادی حیثیت اور مجموعی حیثیت میں درپیش ہیں اور اپنے کام کے آغاز سے پہلے ان مسائل کی اہمیت کے پیش نظر ان کی درجہ بندی کرے کہ کون سا مسئلہ پہلے حل کرنا ہے اور کونسا بعد میں اور پھر ان کے حل کے مختلف طریقوں پر غور کرے۔

کمیونٹی ڈویلپمنٹ میں معاشرتی گروہوں کی صرف معاشرتی گروہوں کی صرف معاشی ترقی ہی پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ اس میں معاشرتی تہذیبی اور ثقافتی بہبود بھی شامل ہے اس لئے اس کے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے مادی ضرورتا کے ساتھ ساتھ معاشرتی خدمات کی فراہمی کو بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے کمیونٹی کی ضروریات کو اہم دو حصوں میں تقسیم کرتے

ہیں۔

1۔ مادی ضروریات

2۔ معاشرتی ضروریات

ان میں بعض ضروریات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور بعض کو ثانوی بہر حال ایک بامقصد اور باسہولت زندگی کے لئے سب کو پورا کرنا ضروری ہے۔

2.1۔ خوراک ،لباس اور رہائش

یہ ہر انسان کی بنیادی ضروریات ہیں ۔کوئی فرد خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔چنانچہ ہر کمیونٹی یہ کوشش کرتی ہے کہ اپنے افراد کو خوراک مہیا کرے۔یہ خوراک مقامی رواج اور پسند کے مطابق ہوتی ہے اگر کسی کمیونٹی کے وسائل اتنے زیادہ نہ ہوں کہ وہ سب افراد کے لئے وافر مقدار میں مختلف اجناس پیدا کرے تو ایسی صورت میں دوسرے علاقوں سے یہ اشیاء منگوائی جاتی ہیں ۔مثلاً پاکستان میں زیادہ تر لوگ گندم کھاتے ہیں مگر پاکستان میں ہی بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں گندم کاشت نہیں کی جاسکتی ایسی صورت میں یہ علاقے گندم کاشت کرنے والے علاقوں سے گندم منگواتے ہیں ۔خوراک کے بعد لباس کی ضرورت انتہائی اہم ہے موسم کے مطابق لباس فراہم کرنا بھی کمیونٹی کا فرض ہے خوراک اور لباس کے بعد انسان کی سب سے بڑی ضرورت رہائش ہے ہر فرد اپنا سر چھپانے کے لئے ٹھکانہ چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ رہائش کے لئے ہر کمیونٹی میں مختلف قسم کے مکانات بنائے جاتے ہیں ۔کچھ لوگ پکے مکان بناتے ہیں کچھ کچے ۔یہ سب ضرورتا ہر انسان کے لئے ناگزیر ہوتی ہیں مگر کوئی بھی فرد اکیلا ان کو پورا نہیں کرسکتا بلکہ کمیونٹی کے مختلف افراد ذمہ داری سنبھالتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے سب کی ضروریات پوری کرتے ہیں ۔

2.2 علاج معالجہ کی سہولتیں

ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ وہ صحت مند زندگی گزارے مگر بیماریاں انسانی زندگی کا ایک حصہ ہیں ۔ان سے کوشش کے باوجود بھی ہم بچ نہیں سکتے لیکن ان بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے مختلف علاج انسان نے دریافت کئے ہیں اس

ضرورت کے تحت کمیونٹی شفا خانے قائم کرتی ہے ڈاکٹری کی تنظیم کی خاطر میڈیکل کالج کھولتی ہے تاکہ مطلوبہ تعداد میں معالج میسر آسکیں مگر یہ سہولتیں ہر کمیونٹی کو حاصل نہیں ہوتیں۔ بڑی کمیونٹیوں میں تو یہ سہولتیں عام ہیں مگر دیہی کمیونٹیاں اکثر اس سے محروم ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ علاج معالجہ کی سہولتوں کو ہر جگہ پہنچایا جائے۔ دیہی کمیونٹیوں میں لوگوں کا کل سرمایہ ان کی صحت اور کارکردگی ہی ہوتی ہے جس کے بل پر وہ اپنے روزگار پر قائم رہتے ہیں لیکن جب بیمار ہو جاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی بے روزگار بھی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بیماری جو دیہات میں دوگنا عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس کے تدارک کا بندوبست ہونا چاہیئے۔

2.3 تعلیم

تعلیم ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جس کے بغیر ہم افراد معاشرہ ترقی کی اہمیت نہیں سمجھا سکتے اور نہ ہی ترقیاتی کاموں میں سرگرم حصہ لینے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ تعلیم کے بغیر سماجی اور ثقافتی تربیت بھی ممکن نہیں ہوتی چنانچہ لوگوں کی حالت بدلنے کے لئے ان کو اور ان کے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو تعلیم دینے کا بندوبست کرنا نہایت ضروری ہے۔

2.4 افرادی قوت

افرادی قوت کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کے لئے سب سے بڑی دولت ہے۔ اس دولت کو کام میں لانے کے لئے بھرپور سعی کرنی چاہیے۔ بے روزگاری کی صورت میں ہماری بہت سی افرادی قوت خصوصاً دیہات میں بری طرح سے ضائع کی جارہی ہے۔ جب کہ پاکستان کے دیہات کے لوگ نہایت تنومند، پرعزم اور محنتی ہوتے ہیں اگر انہیں ان کے مزاج کے مطابق کام مہیا کیا جائے تو دیہی کمیونٹی بہت جلد ترقی کی طرف گامزن ہو سکتی ہے۔ دیہی آبادی کا بیشتر حصہ اپنی لاعلمی کی بناء پر نہ تو اپنے گھر کے نزدیک کوئی روزگار پیدا کرنے کا اہل ہے اور نہ ہی کہیں باہر جا کر اسے تلاش کر سکتا ہے اس لئے ترقی معاشرہ کے پروگراموں میں انہیں اولین اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔

2.5 تفریح اور کھیل کود

لوگوں کی اہلیت کار میں اضافہ کرنے اور انہیں تندرست و توانا رکھنے کے سلسلے میں تفریح جو کردار ادا کرتی ہے اس

سے انکار ممکن نہیں ۔کہتے ہیں کہ تفریح اور کھیل کود کے مواقع میسر آنے سے تھکان ختم ہو جاتی ہے ۔صحت اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے، ذہن تازگی محسوس کرتا ہے اور انسان میں بہتر کام کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔اس لئے کمیونٹی کا فرض ہے کہ وہ ایسے ذرائع مہیا کرے جس سے لوگ صاف ستھری تفریح حاصل کر سکیں ۔دیہاتی کمیونٹیوں میں یہ مواقع شہروں کی نسبت اور بھی کم ہیں لہذا وہاں کھیلوں کے لئے میدان مہیا کرنے کے علاوہ ثقافتی محفلوں کے انعقاد کا بھی بندوبست کیا جانا چاہیئے ۔

2.6 مذہبی نظام

ہر کمیونٹی اپنے مذہبی عقائد، اقدار، رسوم، روایات کا تحفظ چاہتی ہے چنانچہ اس کے لئے مذہب کی تعلیم وتربیت کا ایک منظم ومربوط نظام قائم کیا جانا چاہیئے ۔ ہمارا ملک پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے یہ اسلام کی خاطر حاصل کیا گیا ہے لیکن یہاں اسلام کی اشاعت پر خاص کام نہیں ہوا ۔اگرچہ چند سالوں سے گورنمنٹ کی طرف سے بہت سے اقدام اٹھائے گئے ہیں لیکن پھر بھی ہماری نوجوان نسل بہت بڑی تعداد میں اسلام کی اصل روح سے واقف نہیں ۔ان کے نزدیک صرف نماز، روزہ، ہی پورا مذہب ہے ۔یہ عبادت مذہب کا حصہ ضرور ہیں مگر مکمل ضابطہ حیات نہیں کو اسلام ہمیں عطاء کرتا ہے ہماری دیہی کمیونٹیوں کا تو یہ حال ہے کہ وہاں اکثر لوگ نماز بھی پڑھنا نہیں جانتے اور اسلام کی بنیادی باتوں سے بھی واقف نہیں ۔اس لئے ضورت اس بات کی ہے کہ ایسا بندوبست کیا جائے کہ لوگوں کو اسلام کی رسمی اور غیر رسمی دونوں تعلیمات دی جائیں ۔کیونکہ کوئی کمیونٹی اپنے اعتقادات سے ہٹ کر ترقی نہیں کر سکتی۔

2.7 دیہی کمیونٹی کے حوالے سے کاشتکار کے مسائل

دیہات میں آبادی کی بہت بڑی تعداد کی کفالت کا ذریعہ کاشتکاری ہے اور ترقی دیہات یا ترقی معشارہ کا ایک بہت بڑا ہدف کاشتکار کی غربت ہے ۔جس کی وجہ سے اس کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔اس سلسلے میں چند مسائل مندرجہ ذیل ہیں جن کو کمیونٹی کی ترقی کے لئے دور کرنا چاہیئے ۔

1۔ زمیندار اور مزارعے کے آپس کے تعلقات جو اکثر غیر ہمدردانہ ہوتے ہیں انہیں بہتر بنانا چاہیئے ۔

2۔ دیہات میں اکثر علاج معالجہ کی سہولتیں میسر نہیں ہوتیں ۔لوگ ٹونے ٹوٹکے استعمال کرتے ہیں جس کی

وجہ سے بیماریاں سنگین صورت اختیار کرلیتی ہیں لہذا ان کے لئے علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کرنی چاہیں۔

3۔ جانور جو کاشتکار کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں ان کو مختلف بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے انتظام کرنے چاہئیں۔

4۔ کاشتکاری فصل کی خرید وفروخت کے بہتر انتظامات کرنے چاہئیں تا کہ اسے اپنی محنت کا معقول معاوضہ مل سکے۔

5۔ کاشتکاری کے نئے نئے طریقوں اور مشینی کاشت تک کاشکار کی رسائی نیز نئے اور ترقی یافتہ بیجوں کی فراہمی عام ہونی چاہیئے۔

6۔ کاشتکار کو زمینوں کے لئے آبپاشی کے پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کے مسائل سے نبٹنے کے لئے اس کی بروقت مدد کرنی چاہیئے۔

7۔ زمین کے متعلق دوسرے انتظامی محکمہ جات مثلاً محکمہ مال، محکمہ نہر وغیرہ کے عمال سے اس کے تعلق کی نوعیت اور اس سلسلے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیئے۔

8۔ زرعی قرضہ جات اور قرضہ دینے والے اداروں کا طرز عمل عام فہم اور آسان ہونا چاہیئے۔مذکورہ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں جو کاشتکار کو اپنی روزمرہ زندگی میں پیش آتے ہیں لہذا دیہی کمیونٹیوں کی ترقی کے لئے ان مسائل کو حل کرنا ضروری ہے ورنہ اپنے ہی مسائل میں الجھے ہوئے لوگ پوری کمیونٹی کی ترقی کے سلسلے میں کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

مشغلہ نمبر 2

آپ جس کمیونٹی میں رہتے ہیں اس کے مسائل کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کون کون سے ایسے مسائل ہیں جن کا حل آپ سب نے مل کر کمیونٹی کی سطح پر نکالا ہے اور اس سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں انہیں تحریر کریں۔

حکومت چاہے کتنے ہی وسائل کیوں نہ رکھتی ہو تنہا اتنی بہت ساری آبادی کے اس قدر ان گنت مسائل کو حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔اس لئے افراد کے مسائل کو حل کرنے کے لئے افراد ہی کے دست وبازو کو کام میں لایا جانا ضروری ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ترقی کمیونٹی کی تحریک سے پہلے افراد کو ان کے مسائل سے آگاہ کرے کیونکہ ان میں سے بیشتر یہ نہیں جانتے کہ ان کے مسائل دراصل ہیں کیا؟ پھر ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلادے کر ان کو ان کے حل پر آمادہ کرے۔ترقی معاشرہ کا کارکن حکومت کے دوسرے شعبوں کا تعاون حاصل کرے اور بعض چھوٹے چھوٹے کاموں کو لوگوں کے تعاون سے مکمل کر کے بطور نمونہ پیش کرے۔جب انہیں خود انحصاری کی اہمیت سے آگاہی ہو جائے گی تو معاشرے کا وہ حصہ خود بخود ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔چنانچہ کسی بھی معاشرے کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اس کے ہر فرد کا ترقی کے ثمرات سے بہرہ ور ہونا لازمی ہے۔

2.8 اہم نکات

1۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ میں مختلف معاشرتی گرہوں کی معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی تہذیبی اور ثقافتی بہبود بھی شامل ہوتی ہے۔

2۔ خوراک،لباس،رہائش،علاج معالجہ کی سہولت اور تعلیم آج کے انسان کی بنیادی ضروریات ہیں ان کو پورا کرنا کمیونٹی کا فرض ہے۔

3۔ افرادی قوت کسی بھی کمیونٹی کی پسماندگی یا ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

4۔ اسلام صرف عبادات کا نام ہی نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا دیانتدارانہ نفاذ ہی ہمارے تمام مسائل کا واحد حل ہے۔

5۔ ملکی ترقی کا انحصار دیہات کی ترقی پر ہے جس کے لئے کسان کی معاشی حالت کو بہتر بنانا بہت ضروری ہے۔

6۔ عوامی ترقی کا کوئی بھی منصوبہ عوام کی عملی شمولیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

2.9 خودآزمائی نمبر 2

سوال نمبر 1: کمیونٹی کی ضروریات کون کون سی ہوتی ہیں ۔تحریر کریں ۔

سوال نمبر 2: کیا تعلیم کمیونٹی کے لوگوں کے ذہنی رجحانات کو تبدیل کر سکتی ہے بحث کریں ۔

سوال نمبر 3: ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

1۔ دیہات کی ترقی میں بنیادی حیثیت زراعت کی ترقی کو حاصل ہونی چاہیئے ۔

2۔ زمیندار اور مزارع کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہیں اس بات کا ملک کی زرعی ترقی سے کوئی تعلق نہیں ۔

3۔ کاشتکار کے مسائل میں محض معاشی پہلو ہی کارفرما ہے ان کی کوئی واضح معاشرتی حیثیت نہیں ہے ۔

4۔ کوئی بھی حکومت خواہ وہ کتنے ہی زیادہ مالی وسائل رکھتی ہو لوگوں کی مدد کے بغیر علاقائی ترقی کے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتی ۔

5۔ پاکستان میں افرادی قوت کا حصول کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جسے علاقائی ترقی میں ایک رکاوٹ کے طور پر پیش کیا جا سکے ۔

3۔کمیونٹی کی ترقی کی تحریک

3.1 تمہید

ہم کمیونٹی کے چند مسائل اور اس کی ضروریات پر روشنی ڈال چکے ہیں اگرچہ ہر کمیونٹی کی ضروریات اور مسائل مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں جن کو جاننا ضروری ہے کیونکہ ان کو جاننے کے بعد ان کے حل کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے جس کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے حل کے لئے پیش کی جانے والی مختلف تجاویز کا لوگوں کے صلاح مشورے سے بغور جائزہ لیا جائے اور ان میں سے مفید تر اور آسان تر تجاویز پر عمل کے ذریعے ترقی معاشرہ کی اس تحریک کا باقاعدہ کیا جائے ۔

یہ امر تو طے شدہ ہے کہ حکومت خواہ کتنی ہی امیر کیوں نہ ہو اپنے وسائل سے معاشرے کے ان تمام مسائل کو حل کرنے کی اہل نہیں ہوتی۔ نیز یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو اگر ان کے مسائل سے آگاہ کر دیا جائے اور ترقی و خوشحالی کی برکات کا ایک نقشہ ان کے ذہنوں میں بٹھا دیا جائے تو بھی وہ خود اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنی مشکلوں کو رفع کر سکیں۔ ان دو باتوں کو تسلیم کر لینے سے حکومت اور افراد معاشرہ کے اپنے الگ الگ دائرہ کار متعین ہو جاتے ہیں۔ حکومت کے ذمے یہ بات آتی ہے کہ وہ معاشرہ کے غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ گروہوں کو اس بات کا احساس دلائے کہ ان کی ترقی ان کے اپنے لئے اپنی قوم و ملت کے لئے اور پوری دنیا کے لئے کس قدر اہم ہے۔ لہذا ان کو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے کام کرنے اور اصلاحی ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد کے لئے تیار کرے۔ افراد کے ذمے یہ کام آتا ہے کہ وہ دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں کا ادراک کریں محرومی اور پسماندگی کے اندھیروں سے نکل کر ترقی اور فراوانی کی روشنی میں آنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کریں۔ مل جل کر کام کرنے کی برکات سے آگاہ ہوں، انفرادیت کی سطح سے بلند ہو کر اجتماعیت کا رویہ اپنائیں اور معاشرتی اکائیوں سے معاشرتی گروہوں اور معاشرتی گروہوں سے پوری قوم اور دنیا کو امن و امان اور خوشحالی کا گہوارہ بنانے کو اپنا مطمع نظر قرار دیں۔

مشغلہ نمبر 3

آپ کے خیال میں کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کون کون سے طریقوں سے کام سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔

3.2 طریقہ کار

چونکہ افراد اپنی کم علمی اور ناتجربہ کاری کی بنا پر اس کے اہل نہیں ہوتے کہ وہ آغاز کار کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکیں اس لئے ترقی کی شروعات کی ذمہ داری حکومت پر ہی عائد ہوتی ہے۔ حکومت اسے تین طریقوں سے سرانجام دے سکتی ہے۔

1۔ بعض تبدیلیوں کا حکم دے کر اور اس کے امر و نہی کے قوانین وضع کر کے۔

2۔ بعض فلاحی کاموں، منصوبوں پر خود عمل کر کے اور ان کے فیوض و برکات کا عملی نمونہ پیش کر کے۔

3۔ تربیت یافتہ افراد کے ذریعیان کے علم اور تجربے میں وسعت پیدا کر کے انہیں انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کا سبق دے کر۔

ان تینوں طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ مکمل طور پر کسی معاشرتی گروہ کی ترقی کی ضرورتوں کا کفیل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ الگ الگ ماحول اور مختلف حالات کار کے تحت ان طریقوں کو علیحدہ علیحدہ یا بیک وقت زیرِعمل لایا جائے۔

(i) پہلے طریقے کے مطابق حکومت قانون بنا دیتی ہے کہ کون سا کام کس طرح کیا جائے۔ مثلاً حکومت چاہتی ہے کہ گندم کا ایک خاص بیج ہی استعمال ہو۔ کپاس کسی خاص علاقے میں ہی کاشت ہو اس کے علاوہ کہیں اور کاشت کی جانے کی صورت میں سزا ہوسکتی ہے۔ گلی محلّہ میں صحت وصفائی نہ رکھنے والوں کا چالان کیا جائے اور انہیں جرمانے کئے جائیں۔ فلاں سڑک یا فلاں بند تعمیر کرنے کے لئے لوگوں سے زبردستی مشقت لی جائے۔ اس طریقے اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ سزا کے ڈر سے اس پر اس وقت تک عمل کرتے ہیں جب تک وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں پکڑ لیا جائے گا۔ جونہی تھوڑی سی ڈھیل ملتی ہے لوگوں میں اس سے جان چھڑانے کا رجحان پیدا ہونے لگتا ہے۔ چاہے ان کاموں کے انہیں کتنے ہی فوائد کیوں نہ گنوائے جائیں۔ وہ اس کو جبر ہی سمجھیں گے۔ اس لئے یہ طریقہ بعض مخصوص حالات میں ہی کامیاب ہوسکتا ہے اور اکثر اس کی خلاف ورزیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر بعض ایسی جگہوں پر جہاں گروہوں کے آپس کے جھگڑے کی وجہ سے لوگ حکومت سے تعاون کرنے کو تیار نہ ہوں اور دوسرے طریقے خاطر خواہ نتائج پیدا کرنے سے قاصر رہے ہوں تو جبری طریقوں سے کام لینا ضروری ہوجاتا ہے۔

(ii) دوسرا طریقہ عملی مظاہروں کا ہے۔ مثال کے طور پر حکومت کسی علاقے میں ایک لمبی شاہراہ خود تعمیر کر کے چھوٹی چھوٹی رابطہ سڑکیں تعمیر کرنے کے لئے ان لوگوں کو آمادہ کر سکتی ہیں جو قریب قریب دیہات میں رہتے ہیں۔ ایک نمونے کا گاؤں تعمیر کر کے دوسروں کو اس کی نقل کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک صاف ستھرا محلّہ دوسرے محلوں کے لئے بطور نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ ایک بچوں کا پارک سکول، یا اچھا ہسپتال اپنے عملی فوائد کی بناء پر دوسروں کے لئے قابل تقلید ہوسکتا ہے۔ اس طرح دیئے سے دیا روشن کر کے تمام اندھیرے دور کئے جاسکتے ہیں۔ ہمارے

ملک میں دیہی ترقی کا محکمہ ایسے ہی منصوبوں پر عمل کر رہا ہے چنانچہ رابطہ سڑکیں تعمیر کرنے، گلیاں پختہ کرنے، پینے کے پانی کی فراہمی اور گندے پانی کی نکاس کے لئے نالیاں، سکول ہسپتال تعمیر کرنے کے سلسلے میں وہ عملی کام بھی انجام دیتا ہے نیز حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ عوام جس منصوبے کے لیے نقدی کی صورت میں یا افرادی قوت کی شکل میں حکومت کا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہو جائیں ان منصوبوں کو منظور کر کے ان پر عملدرآمد کروا دیتا ہے۔ اس طرح سے بہت سے ترقیاتی اور فلاحی منصوبے مکمل کیے جا رہے ہیں لیکن یہ طریقہ کار بھی اپنی جگہ پر مکمل نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے دی گئی ان مراعات کا فائدہ وہی کمیونٹیاں اٹھا رہی ہیں جو پہلے سے کچھ ترقی یافتہ ہیں وہ علاقے جو کچھ پسماندہ ہیں وہاں کے لوگ اس قسم کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتے جب ان سے مالی یا افرادی قوت مانگی جائے تو ان کو یہی احساس ہوتا ہے جیسے یہ ان کا نقصان ہے اس کے بدلے میں ملی ہوئی مراعات کے فائدے کو وہ فوری محسوس نہیں کر پاتے اور اکثر اوقات اس ترقی کے منفی پہلوؤں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں مثال کے طور پر ابھی بھی ہمارے بہت سے دیہات ایسے ہیں جہاں کے لوگ بجلی کے ذکر سے ڈرتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ خطرناک چیز ہے اس سے فائدہ تو کم ہے مگر جانی نقصان زیادہ ہونے کا امکان ہے چنانچہ یہ طریقہ کار بھی بعض مخصوص حالات میں ہی مطلوبہ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

(iii) تیسرا طریقہ تربیت یافتہ افراد کے ذریعے لوگوں کو قائل کر کے انہیں ساتھ لے کر چلنے کا ہے یہ طریقہ دیکھنے میں بہت آسان ہے مگر عملاً دشوار ہے مگر اس کے باوجود پہلے دونوں طریقوں پر قابل ترجیح ہے۔

1۔ اس پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ترقی معاشرہ کی تحریک کے پیش نظر صرف افراد کی معاشی ترقی ہی نہیں ہے بلکہ ثقافتی اور معاشرتی فلاح بھی ہے اور دوسرے دو طریقوں کے مقابلے میں اس میں ترقی کے دونوں پہلوؤں پر یکساں زور دیا جاتا ہے۔

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کو اس بات پر ابھارہ جاتا ہے کہ ترقی ان کی اپنی بہتری کے لیے ہے اس لئے اس میں شرکت بھی بھرپور ہوتی ہے اس کے برعکس دوسرے طریقوں میں بے دلی سے جبر سے حاصل کیا جانے والا التعاون عموماً غیر موثر ثابت ہوتا ہے۔

3۔ تیسرے یہ کہ اس کے ذریعے لوگوں کے مسائل کا بروقت اور برموقعہ جائزہ لیا جاتا ہے اور ان کے مقامی

حالات کے مطابق موزوں ترین حل تجویز کئے جاتے ہیں۔

4۔ چھوتے یہ کہ عمل میں لائے جانے والے منصوبوں کی معاشرے میں کافی تشہیر کی جاتی ہے کافی عرصہ تک انہیں زیر غور رکھا جاتا ہے، اس پر بحثیں ہوتی ہیں جب ہر شخص اس کی افادیت کا قائل ہوجاتا ہے تو ترقیاتی تحریک کے کارکن کو ان کا بھرپور تعاون حاصل ہوجاتا ہے۔ اور باری باری ان منصوبوں کی تکمیل نہایت آسان ہوجاتی ہے کیونکہ ان کی ترجیحات اور دیگر تفصیلات بھی خود لوگوں کی ہی تجویز کردہ ہوتی ہیں۔

یہ طریقہ موثر اور مفید ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل اس لئے ہے کہ اس پر عملدرآمد اور مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کا انحصار صرف ایک شخص پر ہوتا ہے جسے ہم ترقیاتی کارکن یا ترقیاتی رہنما بھی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اسے ایک ہر دلعزیز اور قابل قبول شخصیت ہونے کے علاوہ محنتی اور دیانتدار بھی ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اسے اس کمیونٹی کے چھوٹے چھوٹے مسائل کے فوری حل کے بارے میں تھوڑا بہت علم بھی ضرور ہونا چاہیئے مثلاً چھوٹی موٹی بیماری کی صورت میں یہ ان کے لیے معالج ثابت ہو، تعلیم و تربیت میں استاد، گھریلوں معاملات میں مشیر، جھگڑے طے کرانے میں جج اور مصالحت کنندہ اور اجتماعی کاموں میں ان کا رہنما ہونا چاہیئے۔

اگرچہ وہ ان تمام معاملات میں ماہرین کی جگہ تو نہیں لے سکتا لیکن ان تمام معاملات میں اس کی ایسی رائے ہونی چاہیئے جو زیادہ تر لوگوں کو قبول ہو اور ان کے فوائد میں ہو۔ اسے اس آبادی کے لئے جس کی ترقی پر اسے معمور کیا گیا ہو ایک مثال ہونا چاہیئے تب جا کر کہیں اس طریقہ کار سے مطلوبہ نتائج حاصل ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ترقیاتی کارکن کو مندرجہ ذیل اصولوں کی روشنی میں اپنے کام کا آغاز کرنا چاہیئے۔

3.3 کارکن کے لئے راہ عمل

(الف) کارکن کو ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرنے چاہیں جن کے ساتھ وہ کام کرنا چاہتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کارکن لوگوں کی چھوٹی چھوٹی اور ہنگامی ضرورتوں کو پورا کر کے ان کا اعتماد حاصل کر سکتا ہے اگر وہ ان کی کسی معمولی بیماری کا علاج کر کے ان کو صحت و صفائی کی اہمیت سے آگاہ کرنا چاہے گا تو وہ آسانی سے

اس کی بات سمجھ جائیں گے۔ چونکہ یہ اعتماد اس نے حال ہی میں حاصل کیا ہوتا ہے اور اہل خانہ کو ایک مصیبت سے نجات دلائی ہوتی ہے اس لئے اس وقت ان کے جذبات واحساسات کا احترام کر کے انہیں سمجھا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ جب کوئی اس سے مشورہ طلب کرے تو کارکن کو اس کے ساتھ اس طرح سے بات کرنی چاہیئے کہ وہ جان لے کہ اس دنیا میں اس سے بڑھ کر اس کا کوئی ہمدرد نہیں اور اسے اپنے ایمان اور علم کے مطابق صحیح مشورہ دینا چاہیئے۔ اس طرح کے لگاتار عمل سے وہ اس معاشرتی گروہ میں ایک قابل احترام شخصیت بن جائے گا اور اسے کام کرنے میں آسانی ہوگی۔

(ب) کارکن کو ہر لائی جانے والی تبدیلی کے لئے لوگوں کی رضامندی حاصل کر لینی چاہیئے

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی ضروری مسئلے پر کارکن کے نقطہ نظر میں اور لوگوں کے نکتہ نظر میں تضاد پایا جاتا ہے چنانچہ افہام وتفہیم کے لئے کارکن ان کی خیبوں اور خامیوں سے انہیں آگاہ کرتا ہے اکثر ایا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسے مان جاتے ہیں لیکن بعض اوقات پھر بھی اختلاف باقی رہتا ہے ایسی صورت میں ضروری نہیں کہ لوگ غلطی پر ہوں۔ کارکن بھی غلطی پر ہو سکتا ہے اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ کارکن اپنے خیالات میں تبدیلی لائے۔

ایسے حالات عموماً اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کارکن اس علاقہ سے باہر بیٹھ کر ان کی ضروریات کی منصوبہ بندی کرتا ہے اس لئے کہ ہر معاشرتی اکائی کی اپنی ضروریات الگ ہوتی ہیں اور انہیں کسی دوسری اکائی کی ضروریات پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جگہ کی تبدیلی کے ساتھ منصوبہ بندی کو بھی تبدیل ہونا چاہیئے۔ کسی تبدیلی کو اس وقت تک اچھا ہونے کی سند نہیں دی جا سکتی جب تک کہ تجربہ اسے ایسا ثابت نہ کرے۔

اس کے علاوہ کارکن کو لوگوں کے رسم و رواج، ان کی اخلاق اقدار اور ان کے اعتقادات کے ساتھ ساتھ ان کے وسائل کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔ لوگ اپنے رسم و رواج کو آسانی سے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، چنانچہ تبدیلیوں کو لوگوں کے اعتقادات سے ہم آہنگ کر دینے سے عموماً اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے تبدیلی کے حق میں قرآن و حدیث کے دلیل لانا اور کسی عیسائی کے لئے بائبل کا حوالہ دینا۔ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے۔

(ج) کارکن کو حتیٰ الوسع ان لوگوں میں سے ہونا چاہیئے اور انہیں کا ہم عقیدہ ہونا چاہیئے۔

کارکن اگر ان لوگوں کی مقامی زبان میں بات کرنے والا ہو جن لوگوں میں اسے بھیجا گیا ہو تو وہ اس کی بات کو آسانی

سے سمجھ جائیں گے نیز مقامی حالات سے واقفیت کی بنا پر وہ مختلف منصوبے بنانے اوران کی ترجیحات مرتب کرنے میں بھی زیادہ ماہر ہوگا۔علاوہ ازیں اگر وہ ان لوگوں کا ہم عقیدہ بھی ہوتو زیادہ اچھا ہےاس کے برعکس بیرونی ماہرین اور ٹیکنیک فنی لحاظ سے چاہے کتنی بھی اعلی کیوں نہ ہووہ اگر لوگوں کے جذبات واحساسات سے ہم آہنگ نہ ہوگی تو مطلوبہ نتائج پیدا کرنے سے قاصر رہے گی ۔اسی بات کوٹی ۔آر بیٹن نے اپنی کتاب ''معاشرے اوران کی ترقی'' میں ایشیائی ممالک کی فنی امداد کے سلسلے میں ہونے والی کانفرنس میں جنوب مشرقی ایشیا کے نمائندوں کے خیالات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تمام نمائندےاس بات پر متفق تھے کہ:۔

''گذشتہ چند سالوں کے دوران مختلف اداروں کی طرف سے دی جانے والی فنی امداد، نہ صرف نتیجہ رہی بلکہ بعض حالات میں نقصان رساں بھی ثابت ہوئی کیونکہ وہ مغربی ممالک سے آنے والے سازوسامان اور روبیں پر ترتیب دی گئی ٹیکنیک پرمبنی تھی جس کا مقصد تیزی سے حاصل ہونے والےاورنظر آنے والے نتائج پیدا کرنا تھا۔اس سازوسامان اور ٹیکنیک پر کام کرنے والے بھی مغربی ماہرین تھے جو ٹیکنیک کی حد تک تو بہت ماہر تھے لیکن مقامی حالات سے بالکل ناواقف تھے ۔وہ ہر متوقع سوال کا جواب جانتے تھے لیکن جب وہ موقع پر پہنچتے تو ان کی تمام مہارت بے کار ثابت ہوتی''۔مزید آگے چل کر لکھتے ہیں کہ''درحقیقت اب وہ تمام کارکن یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اگر وہ یہ سمجھیں گے کہ وہ تمام خیالات اور منصوبے جوان کے اپنے ماحول اور تہذیب وتمدن میں درست ہیں کسی دوسرے میں اسی طرح درست نتائج کے حامل ہوں گےتو ناکامی ان کا مقدر بن جائے گی''اس سے یہ بات عیاں ہے کہ کارکن کاان لوگوں میں سے ہونا لازمی ہےاور وہ ان کا ہم عقیدہ ہونے کی بناپران کی خوشی اورغمی میں بھی شامل ہوسکےتو وہ ان میں مزید شیروشکر ہوسکے گا اور یہ اس کی اپنے مشن میں کامیابی کی مزید ضمانت ہوگی۔

(د) کارکن کوانہیں اس بات کی یقین دہانی کروانی چاہیئے کہ مجوزہ تبدیلی نہائت محفوظ ہے۔

کسی تبدیلی کوقبول کرتے ہوئے لوگ اس بات کا پہلے سے یقین کرنا ضروری خیال کریں گے کہ وہ کہیں ایسا کرنے سے لوگوں کی تضحیک کانشانہ تو نہیں بن جائیں گے۔یا انہیں مالی طور پر نقصان تو نہیں برداشت کرنا پڑے گا مثال کےطور پر ہمارا ان پڑھ کاشتکار نئے بیج ،نئے آلات زراعت اورکھیتی باڑی کے نئے طریقوں کواپنانے سے ہچکچائے گااورسوچے گا کہ ایسا

کرنے سے کہیں میری فصل تو نہیں ماری جائے گی۔ میرا سال تو نہیں ضائع ہوجائے گا وہ ان تبدیلیوں کو حکومت کی طرف سے کئے گئے تجربوں کی روشنی میں بھی قبول کرنے پر تیار نہیں ہوگا اس لئے کہ جب وہ اپنے اور حکومت کے وسائل کا موازنہ کرے گا تو یہی سمجھے گا کہ حکومت تو یہ سب کچھ کرسکتی ہے میں انہیں ضمانت فراہم کرکے تمام لوگوں کے لئے اس کا عملی مظاہرہ کرنے کا بندوبست کرنا ہوگا تب کہیں جا کروہ انہیں قائل کرسکے گا۔

(ر) کارکن کو لوگوں کو گروہوں کی صورت میں اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہیئے

کارکن کے لئے یہ آسان تر ہے کہ وہ ایک ایک فرد کو قائل کرنے کی بجائے مختلف گروہوں کو قائل کرنے کی کوشش کرے۔ معاشرے میں مختلف گروہ ہوسکتے ہیں۔ اپنے افراد کی تعداد کی وجہ سے اپنے اتحاد کی وجہ سے اپنے مقاصد مسائل کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوسکتے ہیں۔ ان گروہوں کی ہسیت ترکیبی کی بناء پر ان سے الگ الگ معاملات کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ کارکن کو ان گرہوں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کے ساتھ معاملات کرنے کے طریقوں سے آگاہ ہونا مفید رہے گا۔

اس کے علاوہ کارکن کو بعض لوگوں کی طرف سے انفرادی حیثیت میں بھی مخالفت کا سامنا ہوگا۔ مثلاً بعض فرسودہ رسمیں کو جب ترک کرنے کے لئے کہا جائے گا تو گاؤں کے بعض زرگ لوگ مخالفت کریں گے اور گاؤں میں ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر کے آجانے سے گاؤں کے حکیم اور اس بزرگ عورت کو اپنا مرتبہ کم ہوتا نظر آئے گا جو گاؤں میں دائی صاحبہ کام کرتی ہے اور وہ دونوں اپنے طور پر گاؤں میں نہایت محترم ہسپتال ہیں۔ کارکن کو ایسے لوگوں کا نہ صرف اعتماد بحال کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ان کا احترام اور مرتبہ بھی۔ اس طرح سے وہ اس کے منصوبوں میں ٹانگ اڑانے کی بجائے اس کے معاون بن جائیں گے۔

یہ بات ایسا محتاج وضاحت نہیں رہی کہ کوئی کارکن اس وقت تک ان سب باتوں پر عمل نہیں کرسکتا جب تک وہ اس معاشرے کی ہر اونچ نیچ سے واقف نہ ہو اس کے لئے ان کی صرف مادی ضرورتوں کو جان لینا بالکل ناکافی ہوگا۔ اور ان پر مبنی منصوبہ بندی روبہ عمل آتے ہی ناکام ہوجائے گی۔ کسی منصوبہ میں پائی جانے والی بے انتہا خوبیاں، بعض شکوک، شبہات اور مقامی جھگڑوں کی نظر ہوجاتی ہیں۔ حقیقتاً کئی بہت ہی مفید منصوبے جذبات کی نظر ہوجاتے ہیں اس لئے وہی منصوبے کامیابی سے ہمکنار ہوں گے جنہیں معاشرے کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی حقیقی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر بنایا جائے گا اور انہیں

عوام کی حمایت حاصل ہو اور یہ کہ اس معاشرتی اکائی کا ہر فرد اسے تحسین کی نگاہ سے دیکھے نیز اسے اس بات کا فخر ہو کہ اس کی تربیت میں اس کی اپنی رائے کو بھی دخل ہے چنانچہ یہ سارا منصوبہ جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں دی گئی ہیں کسی ایسے شخص کے ذریعے انجام نہیں دیا جاسکے گا جس میں صلاحیتوں کا فقدان ہو اور جسے تربیت نہ دی گئی ہو چنانچہ اتنے بڑے منصوبے کو جس کے ساتھ ملک کی اسی فیصد عوام کی تقدیر وابستہ ہو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے حکومت کو کارکنوں کے چناؤ میں اور ان کی تربیت پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے چنانچہ اگر کارکن میں یہ تمام صفت ہوں گی جن کی کہ اس کام کے لئے ضرورت ہے تو وہ حکومت کے حکم نافذ ہونے والے منصوبوں اور حکومت کی طرف سے نمونے کے مکمل کئے گئے منصوبوں پر بھی عملی کام کی ذمہ داری سنبھال لے گا حقیقتاً معاشرے کی ہمہ جہت ترقی کا کام اپنے ذمہ لے لے گا اور کارکن اور ترقی ہم معنی الفاظ ہو جائیں گے۔اور افراد معاشرہ کا بھی بھرپور تعاون حاصل ہو سکے گا۔جو ترقی معاشرے کی تحریک کی کامیابی کے ضامن ہیں۔

3.4 اہم نکات

1۔ ہر کمیونٹی کے اپنے اپنے مسائل اور ضروریات ہوتی ہیں۔

2۔ ہر معاشرتی (کمیونٹی) کارکن کے لئے لوگوں میں ہر لعزیز ہونا اولیس شرط ہے۔

3۔ غیر ملکی فنی امداد ملکی تقاضوں کے مطابق ڈھالے بغیر اور لوگوں کے جذبات اور احساسات سے ہم آہنگ ہوئے بغیر مطلوبہ نتائج برآمد نہیں کرسکتی۔

4۔ دیہی ترقی کا محکمہ دیہات میں نہ صرف ترقیاتی فراض سرانجام دے رہا ہے بلکہ وہ عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔معاشرتی ترقی کے لئے کوشش کرنا حکومت اور عوام کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

خود آزمائی نمبر 3

صحیح بیانات کے سامنے ہاں اور غلط کے سامنے نہیں کا لفظ لکھیئے۔

1۔ سماجی کارکن کے لئے لازمی نہیں کہ وہ علاقے کی بہبود کے سلسلے میں وہاں کے لوگوں سے کسی قسم کی

رضامندی حاصل کرے۔

2۔ لوگوں کو قائل کرنے کے طریقوں میں ایک طریقہ عملی مظاہروں کا ہے جو بہت کامیاب ہے۔

3۔ اگر تربیت یافتہ افراد کے ذریعے لوگوں کو قائل کیا جائے تو اس کے نتائج دوسرے طریقوں کی سبت یقینی طور پر بہتر ہوں گے۔

4۔ ایک علاقے کے لوگ خصوصاً دیہاتوں میں رہنے والے اپنی ضروریات سے صحیح طور پر آگاہ ہوتے ہیں۔اس لئے محض ان کی مرضی پر ترقی کے پروگرام مرتب ہونے چاہئیں۔

5۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں لوگ یہ سمجھیں کہ ان کے مسائل کوئی پیغمبر ہی آ کے حل کرسکتا ہے۔ترقی نہیں کرپاتا۔

6۔ کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کارکن اور لوگوں کے عقائد میں ہم آہنگی لازمی ہے۔

7۔ بسا اوقات لوگ نئی تبدیلی کو محض اس لئے قبول نہیں کرتے کیونکہ اس کے ممکنہ خطرات سے انہیں آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

4۔ جوابات

خودآزمائی نمبر 1 صحیح جوابات 7-6-4-3-2

خودآزمائی نمبر 2 سوال نمبر 1 جواب کا موازنہ یونٹ کے سیکشن نمبر 2 سے کریں

سوال نمبر 2 جواب میں مدد حاصل کرنے کے لئے یونٹ کے سیکشن 2 کا مطالعہ کریں

سوال نمبر 3 صحیح جوابات 4 - 1

صحیح جوابات 7 -6 -5 -2

یونٹ نمبر 9

دیہی ترقی

تحریر: رخسانہ مسعود

سیف الرحمٰن شیرانی

نظر ثانی: جاوید غنی ڈار

یونٹ کا تعارف

یہ یونٹ دیہی ترقی سے متعلق ہے۔اس میں دیہاتی زندگی کی ساخت اور اس کے مسائل اور دیہی ترقی کے لئے کئے جانے والے مختلف اقدامات پر بحث کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ:۔

1۔ دیہی معاشرتی زندگی کے بارے میں تفصیلی بتا سکیں۔

2۔ دیہی زندگی کی مشکلات اور مسائل کی نشاندہی کر سکیں۔

3۔ دیہی ترقی کے مقاصد اور ان کے طریق کار کی وضاحت کر سکیں۔

فہرست مضامین

عنوان		صفحہ نمبر
1۔	دیہی زندگی	293
1.1	دیہات کا طبعی ڈھانچہ	293
1.2	آبادی	293
1.3	پیشے	294
1.4	تقاعل کی صورت	296
1.5	سادگی	296
1.6	قدامت پسندی	296
1.7	دیہی خاندان	296
1.8	غربت	297
1.9	تعلیم	297
1.10	اہم نکات	299
1.11	خودآزمائی نمبر 1	300
2۔	دیہی مسائل	300
2.1	نظام ملکیت	301
2.2	آبپاشی	302
2.3	سیم وتھور	303
2.4	قدرتی آفات	303
2.5	کیمیائی کھاد	304

2.6	قرض	305
2.7	ناقص منڈی اور ذرائع آمد و رفت	306
2.8	حفظان صحت و طبی سہولتیں	306
2.9	اہم نکات	307
2.10	خود آزمائی نمبر 2	307
3۔	دیہی ترقی کی حکمت عملی	309
3.1	دیہی ترقی	309
3.2	ویلیج ایڈ	310
3.3	بنیادی جمہوریت	311
3.4	زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان	312
3.5	مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام	313
3.6	دیہی ترقی کا پروگرام	315
3.7	زرعی اصطلاحات	316
3.8	اہم نکات	317
3.9	خود آزمائی نمبر 3	318
4۔	جوابات	319
5۔	کتابیات	320

1۔ دیہی زندگی

پچھلے یونٹ میں آپ نے دیہی و بلدیاتی کمیونٹیوں کے بارے میں پڑھا۔جس سے آپ کو اندازا ہو گیا ہو گا کہ دیہی کمیونٹیوں میں زندگی شہری کمیونٹیوں سے مختلف ہوتی ہے ۔چونکہ ہماری آبادی کا تقریباً 72 فیصد حصہ دیہات میں بستا ہے ۔اس لئے ان لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں اور دیہات کو ترقی دینے والے طریقہ کار کے بارے میں جاننا ضروری ہے ۔آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ دیہات میں لوگ کیسے رہتے ہیں۔

1.1 دیہات کا طبعی ڈھانچہ

جونہی ہم شہروں سے دیہی علاقوں کی طرف جاتے ہیں سب سے پہلے سرسبز کھیت اور کسان ہمارا استقبال کرتے ہیں جن میں کوئی فصل کو پانی دے رہا ہوتا کوئی زمین میں ہل چلا رہا ہوتا ہے کوئی بیج بو رہا ہوتا ہے تو کوئی فصل کاٹ رہا ہوتا ہے ۔جس سے ہمیں بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہم دیہی علاقے میں داخل ہو چکے ہیں ۔پاکستان کے دیہی علاقوں میں لوگ زیادہ تر کچے مکانوں میں رہتے ہیں جن کی چھتیں شہتیروں پر گھاس پھونس ڈال کر بنائی جاتی ہیں یہ گھر عموماً کھلے کھلے ہوتے ہیں ۔درمیان میں صحن ہوتا ہے گھر کے کمروں میں عموماً کھڑکی یا روشندان ہوتے گلیاں اور محلے ترتیب سے نہیں بنے ہوتے اکثر گلیاں ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہیں اور عموماً گندی ہوتی ہیں اگر چہ ہر گھر انفرادی طور پر یہ کوشش ضرور کرتا ہے کہ اپنے گھر کے سامنے کا حصہ صاف رکھے مگر اس کے باوجود چونکہ سرکاری طور پر کوڑا کرکٹ اکٹھا کرنے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا اس لئے کئی جگہوں پر اس کے ڈھیر ملتے ہیں۔زندگی میں جدید سہولتوں کا فقدان ہے ۔بہت سے دیہات ایسے ہیں جہاں ابھی تک بجلی نہیں پہنچ سکی ۔سوئی گیس کی سہولت بھی موجود نہیں ۔اکثر دیہات تک پکی سڑک نہیں جاتی۔پانی عموماً ہنڈ پمپ سے حاصل کیا جاتا ہے ۔بعض علاقوں میں جہاں پانی کی سطح اونچی نہیں کنویں کھودے جاتے ہیں ۔

1.2 آبادی

پاکستان کی مردم شماری کے مطابق وہ علاقہ دیہات کہلاتا ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد سے کم ہو ۔اگر چہ ہماری آبادی کا تقریباً ۷۲ فیصد حصہ دیہات میں بستا ہے مگر وہاں آبادی گنجان نہیں بلکہ یہ آبادی زمین کے وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی

ہے دیہات میں عموماً گھر کھلے کھلے اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ایک جگہ پر تقریباً بیس تیس کے لگ بگ گھر ہوتے ہیں جو ایک گاؤں کہلاتا ہے۔ مگر یہ گاؤں تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر پھیلتے چلے جاتے ہیں اگر ہم 1981 کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی آبادی کا جائزہ لیں تو فیڈرل ایریا یعنی اسلام آباد کے علاوہ ہر جگہ دیہی آبادی کا تناسب زیادہ ہے مثلاً پنجاب میں 72.4 فیصد دیہی آبادی ہے۔ سرحد میں 84.8 فیصد بلوچستان میں 84.4 فیصد، سندھ میں 56.7 فیصد اور فاٹا میں 94.5 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں آباد ہے۔

1.3 پیشے

دیہی معیشت کا انحصار مکمل طور پر زراعت پر ہوتا ہے یہاں زیادہ تر گھرانے کاشتکاروں کے یا پھر کاشتکاروں کے کام میں تعاون کرنے والے پیشہ وروں کے ہوتے ہیں۔ کاشتکاروں کی مزید کئی قسمیں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) زمیندار

پاکستان کے اکثر گاؤں ایسے ہیں جہاں اس قسم کے لوگ بستے ہیں جو اپنی زمین خود کاشت نہیں کرتے ان لوگوں کے پاس زمین کافی ہوتی ہے جو انہوں نے مزارعین کے سپرد کر رکھی ہوتی ہے ان لوگوں کا کام سال کے بعد ان سے رقم وصول کرنا ہوتا ہے۔ آغا سجاد حیدر کے لگائے گئے ایک سطحی اندازے کے مطابق 150 ایکڑ نہری یا 300 ایکڑ غیر نہری زمین کے مالک بڑے زمیندار کہلاتے ہیں۔ جو زمین خود کاشت نہیں کرتے 25 سے 150 ایکڑ زمین کے مالک جو چھوٹے زمیندار کہلاتے ہیں وہ بھی اکثر اپنی زمین خود کاشت نہیں کرتے۔

(ب) خاندانی مالک کاشتکار

75 ایکڑ سے 25 ایکڑ تک نہری یا اتنی ہی غیر نہری اراضی کے مالک، اپنی اراضی خود کاشت کرتے ہیں اور عام طور پر ان کا پورا کنبہ اس کام میں حصہ لیتا ہے کاشتکاری کے علاوہ ان کا آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوتا۔

(ج) چھوٹے مالک کاشتکار

75 ایکڑ یا اس سے کم نہری یا بارانی زمین کے مالک نہ صرف اپنی اراضی پر خود کاشت کرتے ہیں بلکہ گذر اوقات

کرنے کے لئے اس کے ساتھ دوسرے لوگوں کی زمین پر بھی کاشت کرتے ہیں۔ان کی تعداد 1962 کے اندازے کے مطابق 16 لاکھ تھی۔

(د) خوشحال مزارعین

یہ ایسے مزارعین ہیں جن کے پاس بڑے رقبے کے فارم ہوتے ہیں ان کے ٹھیکے کی معیاد لمبی ہوتی ہے جس کی وجہ سے کاشت کار تسلی سے ان فارموں پر کاشت کرتے ہیں اور ان کی پیداوار بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جس سے زمیندار کے ساتھ ساتھ خود اس کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس قسم کے مزارعین کو زمین دیتے وقت عموماً تحریری معاہدہ عمل میں لایا جاتا ہے تاہم یہ طریقہ کاشت کے معاملے میں خودمختار ہوتے ہیں۔

(ر) مزارعین

یہ ایسے کاشت کار ہیں جن کو عموماً ایک سال یا ایک موسم کے لئے زمین سونپی جاتی ہے اور کاشت کاری پر اٹھنے والے سارے یا آدھے اخراجات خود زمیندار برداشت کرتا ہے مزارع کو اس کے کام کے صلے میں کچھ حصہ دے دیا جاتا ہے جو عموماً فصل کا آدھا ہوتا ہے مگر بعض جگہوں پر یہ اس سے کم بھی ہوتا ہے۔

(س) مزدور

وہ لوگ جو کھیتی باڑی کے کام سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے۔چھوٹی موٹی مزدوری کرکے گذراوقات کرتے ہیں فصل کی بیجائی اور کٹائی کے موقعوں پر اکثر ان لوگوں سے کام لیا جاتا ہے جن کو روزانہ اجرات کے حساب سے معاوضہ ملتا ہے یا پھر فصل کی صورت میں یہ اپنی اجرت لے لیتے ہیں۔

(ش) معاون پیشے

کاشت کاروں کے علاوہ دیہات میں بنیادی ضروریات پورا رنے کے لئے اور بھی مختلف پیشوں کے لوگ ملتے ہیں جن میں زیادہ تر کمہار، لوہار، ترکھان، نائی اور قصائی وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔اکثر گاؤں میں حکیم صاحب بھی موجود ہوتے ہیں ڈاکٹر البتہ بہت کم گاؤں میں ملتے ہیں۔

1.4 تفاعل کی صورت

دیہات میں لوگوں میں اتحاد کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے ان لوگوں کی طرز زندگی عام طور پر ایک سی ہوتی ہے ان کا ذہنی معیار بھی ملتا جلتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں معاشرتی تفاعل روبرو ہوتا ہے لوگ ایک دوسرے کی بات سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کرتے ہیں ۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے دیہات سے باہر کے لوگوں میں جلد گھل مل نہیں پاتے مگر اپنی حدود کے اندر ان میں بھائی چارے کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور تقریباً سبھی لوگ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں ۔

1.5 سادگی

دیہات میں عام طور پر لوگ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں ان لوگوں کی ضروریات اور خواہشات بڑی سادہ ہوتی ہیں یہ لوگ فطرت کے بہت نزدیک ہوتے ہیں اس لئے عموماً شور شرابے اور گہما گہمی کو پسند نہیں کرتے ان کی خوراک، ان کے لباس اور رہائش ہر چیز میں سادگی ٹپکتی ہے ۔ یہ لوگ عموماً مہمان نواز ہوتے ہیں اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر مہمان کی خاطر کرتے ہیں خوشی محسوس کرتے ہیں ۔

1.6 قدامت پسندی

ہمارے دیہات کے اکثر لوگ قدامت پسند ہوتے ہیں اپنی ثقافت اور روایات سے ان کو بہت زیادہ پیار ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں آنے والی نئی تبدیلیوں کو جلد قبول نہیں کر پاتے وہ نئی تبدیلیوں کے منفی پہلوؤں پر زیادہ زور دیتے ہیں اور قدیم روایات میں کوئی نہ کوئی بھلائی اور سمجھداری کا پہلو نکالتے ہیں ۔

1.7 دیہی خاندان

اکثر دیہات ایسے ہیں جہاں خاندان مشترکہ ہیں لوگ بزرگوں کا احترام کرتے ہیں، ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں اور ان کے فیصلوں کو حتمی حیثیت دیتے ہیں ۔ اگرچہ اب زندگی کی نئی ضرورتوں کے تحت دیہات میں بھی سادہ خاندان NUCLEAR FAMILY کا رواج بڑھ رہا ہے مگر اس کی حالت کچھ اس طرح ہے کہ سارے بھائی شادی کے بعد رہتے

تو ایک ہی گھر میں ہیں مگر کھانا پکانا الگ الگ کرتے ہیں جس کی وجہ سے مشترکہ خاندان کی خوبیاں بھی ان میں شامل رہتی ہیں۔ یہ ایسا کرنے پر اس لئے بھی مجبور ہوتے ہیں کہ اکثر ان کی اراضی ایک جگہ پر ہی کرتی ہے جس میں بٹوارے کے باوجود یہ ایک دوسرے کے فارموں پر کام کرتے ہیں چونکہ جدید آلات کے فقدان کی وجہ سے افرادی قوت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس لئے مل جل کر رہنا زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔

1.8 غربت

اگرچہ ملک معاشی لحاظ سے ترقی کی طرف گامزن ہے مگر اس کے باوجود یہ ترقی دیہی علاقوں کی حالت کو زیادہ تر متاثر نہیں کر سکتی ہمارے دیہات کے اکثر لوگ آج بھی غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ سارا سال محنت کرتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کا گذر بسر مشکل سے ہوتا ہے اور بہت سے لوگ بڑے زمینداروں کے مقروض رہتے ہیں اس لئے وہ مزدوری کر کے فصل کے موقع پر قرض اتارنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی غربت کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا گذر بسر صرف زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے کی پیداوار پر ہی ہوتا ہے، یا پھر محنت مزدوری پر ہوتا ہے یہ لوگ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرتے جس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہو سکے دوسری وجہ یہ ہے کہ وسائل نہ ہونے کے باوجود یہ لوگ شادی بیاہ، پیدائش اور مرگ کی رسموں پر بہت سا پیسہ خرچ کر دیتے ہیں جس سے اکثر مقروض رہتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ غریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔

1.9 تعلیم

دیہات کے لوگوں کی زندگی کا ایک اور اہم پہلو تعلیم سے بے بہرہ ہونا ہے۔ اگرچہ حکومت تعلیم کو عام کرنے کے لئے بہت سی کوششیں کر رہی ہے مگر اس کے باوجود ہمارے اکثر دیہات میں ابھی تک تعلیم کی روشنی نہیں پہنچ پائی اس کے ساتھ ساتھ لوگ بھی تعلیم حاصل کرنا ضروری تصور نہیں کرتے ان کے خیال میں سکول بھیجنے کی بجائے بچے کو کھیتوں میں بھجنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ دیہات کے لوگ اپنی غربت کے ہاتھوں نہ تو پڑھائی کے لئے پیسہ خرچ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وقت۔ اس کے علاوہ اکثر دیہات ایسے ہیں جہاں پرائمری سکول بھی نہیں ہیں اس لئے لوگ دوسرے دیہات میں اپنے بچے بھیجنا پسند نہیں کرتے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ ان پڑھ ہیں۔ یہ حالت صرف پاکستان ہی کی نہیں بلکہ اکثر ترقی پذیر ممالک میں خواندہ

یا پڑھے لکھے افراد کی تعداد بہت ہی کم ہے اور جتنے پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ اکثر شہروں میں رہتے ہیں۔ دیہات میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ مندرجہ ذیل جدول جو کہ آئی پی پی ایف کے جریدے "پیپلز" سے لیا گیا ہے اس سے ترقی پذیر ممالک میں ناخواندگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں ناخواندہ بالغوں کی فیصد تعداد

ملک کا نام	ناخواندہ خواتین	ناخواندہ مرد
	فیصد	فیصد
افغانستان	99	78
بنگلہ دیش	85	37
انڈیا	72	49
نیپال	97	68
پاکستان	91	46
یمن	99	84
انگولا	95	96
چاڈ	99	64
نائیجریا	86	54
صومالیہ	99	90

SOURCF:PEOPLESW.CVOL.7 NO,3 19811PPF,LONDON

علمی پسماندگی اور غربت و افلاس لازم و ملزوم ہیں۔ ناخواندگی کے باعث کاشت کار جدید زرعی معلومات سے بے بہرہ رہتے ہیں، زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کی تدابیر اور طریقوں کا علم نہیں رکھتے۔ اگر کاشتکار پڑھے لکھے ہوں تو وہ نہ صرف جدید معلومات زرعی سے استفادہ کرکے اپنی زرعی پیداوار بڑھنے کی تدابیر کرسکتے ہیں بلکہ اپنے روزمرہ کا حساب کتاب بھی رکھ سکتے ہیں تعلیم کی کمی کی وجہ سے ان کی معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا اور ان کے ذہن میں نئی ایجادات کے لئے وسعت اور بالغ

نظری پیدا نہیں ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں نئی ایجادات اپنانے کا حوصلہ پیدا نہیں ہوتا۔

1.10 اہم نکات

1۔ دیہی علاقوں میں زندگی کے معمولات شہری علاقوں سے مختلف ہوتے ہیں۔

2۔ بیشتر دیہات میں جدید سہولتوں کا فقدان ہے۔

3۔ زرعی معیشت کا انحصار زراعت پر ہوتا ہے۔

4۔ 150 ایکڑ نہری یا 300 ایکڑ غیر نہری زمین کے مالک بڑے زمیندار کہلاتے ہیں۔

5۔ ایسے مزارعین جن کے پاس بڑے رقبے کے فارم ہوں اور ان کے ٹھیکے کی معیاد لمبی ہو خوشحال مزارعین کہلاتے ہیں۔

6۔ کاشتکاروں کے علاوہ دیہات میں مختلف پیشوں کے لوگ بھی ملتے ہیں جو ان کی بنیادی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

7۔ دیہات میں معاشرتی تفاعل روبرو ہوتا ہے۔

8۔ دیہاتی لوگ سادہ اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔

9۔ اکثر دیہاتی لوگ قدامت پسند ہوتے ہیں۔

10۔ دیہات میں لوگ معاشرتی تبدیلیوں کو جلد قبول نہیں کر پاتے۔

11۔ دیہات میں زیادہ تر مشترکہ خاندان ہیں۔

12۔ دیہی علاقوں میں محنت کے باوجود اکثر لوگ قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔

13۔ اکثر دیہی علاقوں میں ابھی تک تعلیم کا خاطر خواہ نظام موجود نہیں ہے۔

مشغلہ نمبر 1

کسی دیہی علاقے کا مشاہدہ کر کے وہاں کی زندگی کا خاکہ تیار کریں

1.11 خود آزمائی نمبر 1

مندرجہ ذیل میں سے صحیح بیانات الگ کریں۔

1۔ دیہات میں عمارتیں کئی منزلہ اور پختہ ہوتی ہیں۔

2۔ دیہات میں اکثر لوگ کاشتکاری کرتے ہیں۔

3۔ دیہات میں کاروباری مرکز اور منڈیاں موجود ہوتی ہیں۔

4۔ ہر دیہات میں پرائمری سکول ہوتا ہے اور اکثر لوگ اپنے بچوں کو پڑھنے سکول بھیجتے ہیں۔

5۔ دیہات کے لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔

6۔ صوبہ سندھ میں دیہی آبادی کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔

7۔ اسلام آباد میں دیہی آبادی کا تناسب سب سے کم ہے۔

8۔ دیہات میں زیادہ تر مشترکہ خاندان ہیں۔

9۔ دیہی آبادی میں نئی ایجادات اپنانے کا رجحان شہری آبادی سے زیادہ ہوتا ہے۔

10۔ چھوٹے مالک کاشتکار وہ ہوتے ہیں جن کے پاس 5-7 ایکڑ یا اس سے کم اراضی ہوتی ہے۔

2- دیہی مسائل

دنیا میں کوئی بھی آبادی ایسی نہیں ہے جس کو مختلف مسائل درپیش نہ ہوں اگر چہ ان مسائل کی نوعیت مختلف ہوتی ہے کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے یونٹ میں آپ نے پاکستان کے بارے میں چند مسائل کا مطالعہ کیا ہے اس کے علاوہ یونٹ نمبر 5-6 اور 5 بھی چند مسائل ہی کی نشاندہی کرتے ہیں مگر یہ مسائل پورے معاشرے سے متعلق تھے آیئے اب صرف ان مسائل کو دیکھیں جو صرف دیہی علاقوں کے ہیں۔

دیہی علاقے میں لوگوں کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہوتا ہے اور معاشی مسائل بہت سے دوسرے مسائل کی بنیاد بنتے ہیں اس لئے یہاں ہم زراعت کے متعلق مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

2.1 نظام ملکیت

زرعی پیداوار کم ہونے کی بڑی وجہ زرعی اراضی کی ملکیت کا ناظم بھی ہے۔ اکثر ترقی پذیر ممالک میں جاگیردارانہ نظام ہے جس کے تحت چند افراد بڑے بڑے قطعات اراضی کے مالک ہیں ان کی ملکیت کئی کئی ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ اپنی اراضی بہت سے لوگوں کو کاشت کرنے کے لئے دیتے ہیں۔ یہ لوگ چونکہ بہت بڑے قطعات اراضی کے مالک ہیں اس لئے انہیں بہت زیادہ پیداوار حاصل ہوتی ہے لیکن جو کاشتکار اس اراضی کو کاشت کرتے ہیں انہیں کوئی زیادہ آمدنی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ مختلف رواجوں کے تحت کاشتکار کو کل پیداوار کا ایک چوتھائی ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ کاشتکار چونکہ اراضی کے مالک نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں پیدوار کا زیادہ حصہ ملتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی طرف سے کیمیائی کھاد یا اعلیٰ بیج، کرم کش ادویات اور زرعی مشینری استعمال نہیں کرسکتے جب تک کہ اراضی کا مالک انہیں یہ سہولیات مہیا نہ کردے۔ اس لئے پیداوار بڑھانے پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ پھر دوسرے درجے کے مالکان اراضی ہیں جن کی ملکیت جاگیرداروں سے کم ہے یہ لوگ بھی زیادہ تر اپنی اراضی کاشتکاروں کو بٹائی پر دیتے ہیں ان کی دلچسپی بھی اراضی سے صرف اتنی ہوتی ہے کہ کاشتکاروں سے اپنا حصہ وصول کرلیں اس کے علاوہ بہت سے کاشتکار ایسے بھی ہیں جن کے اپنے قطعات اراضی ہیں اور وہ خود ان پر کاشت کرتے ہیں لیکن ان میں بھی بہت زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کے قطعات اراضی اتنے چھوٹے ہیں کہ وہ ایک خاندان کے گزارے کے لئے قطعی ناکافی ہیں۔ یہ لوگ اپنی اراضی پر بہت محنت کرتے ہیں اور اپنی استطاعت کے مطابق کیمیائی کھاد وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کے قطعات اراضی بہت چھوٹے ہیں اس لئے ان کی آمدنی میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ غربت کے عالم میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

دیہی علاقوں میں اکثریت بے زمین اور کم زمین کاشتکاروں کی ہوتی ہے بڑے بڑے زمیندار اپنے علاقے کے سیاہ وسفید کے مالک ہوتے ہیں چونکہ سیاسی اقتدار میں بھی شریک ہوتے ہیں اس لئے مختلف علاقائی رسم ورواج کے تحت تمام کاشتکاروں سے حصہ وصول کرتے ہیں اور طرح طرح کے غیر قانونی ٹیکس اور وصولیاں کرتے رہتے ہیں۔ کاشتکاروں سے مختلف خدمات اور بیگاریں لیتے ہیں اس طرح زمیندار کاشتکاروں سے 75 فیصد تک پیداوار وصول کرلیتے ہیں ایسے حالات میں کاشتکار پیداوار میں اضافے کے لئے کوئی تگ ودو نہیں کرتے اور اس کی غربت بدستور بڑھتی رہتی ہے۔

چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا کیونکہ زرعی اراضی وراثت میں نسل در نسل تقسیم ہوتی جارہی ہے۔اراضی کی بار بار تقسیم سے ایسے کاشتکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جن کے پاس ایک الگ گھرانے کے گزارے سے بہت ہی کم اراضی ہے۔اس کے علاوہ زمین کی تقسیم سے یہ بھی ہوتا ہے کہ زمین کے قطعات چونکہ فاصلے پر ہوتے ہیں اس لئے کاشتکاروں کی اراضی بہت زیادہ منتشر ہوتی جارہی ہے ایک قطعہ اراضی ایک جگہ ہے تو دوسرا اس سے دور دوسری جگہ پر ہوتا ہے اس لئے کاشتکاران منتشر قطعات کو بہتر طور پر کاشت نہیں کر سکتے ایسے قطعات اراضی چونکہ ایک خاندان کو معاشی طور پر آسودہ نہیں کر سکتے اس لئے یہ لوگ کاشتکاری کے ساتھ ساتھ دوسرے کام بھی کرتے ہیں اور اپنی آمدنی میں اضافہ کی تگ و دو کرتے رہتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو کاشتکاری پر بھرپور توجہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا کام ڈھنگ سے کر سکتے ہیں اس طرح کے خاندان غربت و افلاس میں جکڑے رہتے ہیں۔

2.2 آبپاشی

اچھی فصل کے لئے موزوں آبپاشی بہت ضروری ہے۔مگر ترقی پذیر ممالک میں آبپاشی کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے دنیا کے بیشتر ترقی پذیر ممالک میں نہریں تو ہیں لیکن ان سے بہت کم اراضی سیراب ہوتی ہے علاوہ ازیں ان نہروں کے کنارے پختہ نہیں ہیں نیز ان نہروں سے نکلنے والے چھوٹے چھوٹے نالے جنہیں کھال کہا جاتا ہے وہ بھی کچے ہیں اور سطح زمین سے نیچے ہیں اس وجہ سے چالیس فیصد پانی ان نہروں اور کھالوں میں جذب ہو کر ضائع ہو جاتا ہے۔پاکستان میں دنیا کا اعلی بڑا نہری نظام ہے جس کی لمبائی چالیس ہزار میل ہے لیکن اس کے باوجود یہاں بھی بہت زیادہ بھی بہت زیادہ مقدار میں پانی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ نہروں کی صفائی کا معقول انتظام نہ ہونے کے باعث ہر سال مٹی کی تہہ نہروں میں جم جاتی ہے اور نہریں اونچی ہوتی جارہی ہیں جس کے باعث پانی کی کم مقدار نہروں میں آتی ہے جس سے اراضی کی آبپاشی بہتر طور پر نہیں ہو سکتی۔اسی طرح نہریں اور کھال کچے ہونے کے باعث اکثر ٹوٹ جاتے ہیں جس سے نہ صرف بہت سا پانی ضائع ہوتا ہے بلکہ سیلاب کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اور فصل پانی میں ڈوب کر تباہ ہو جاتی ہے۔

بہت سے علاقوں میں آبپاشی کا واحد ذریعہ بارش کا پانی ہے ایسے علاقوں کو بارانی علاقے کہا جاتا ہے۔ان علاقوں میں بارش کے پانی کو بند بنا کر روک لیا جاتا ہے اور اس سے اراضی سیراب کی جاتی ہے اس کے علاوہ کاشت سے لے کر فصل کے تیار ہونے تک زمین کو کسی اور ذریعے سے پانی نہیں ملتا بارش ہوتی رہے تو فصل اچھی ہو جاتی ہے ورنہ فصل اچھی نہیں ہوتی۔بعض

اوقات توان علاقوں میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے کوئی فصل نہیں ہوتی جس سے قحط کی سی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔نہری اور بارانی علاقوں کے علاوہ کچھ علاقوں میں کنوئیں یا رھٹ ہوتے ہیں جو بیل یا اونٹ سے چلائے جاتے ہیں ان سے چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی سیراب ہوتے ہیں بعض علاقوں میں ٹیوب ویل لگا دیئے گئے ہیں۔ٹیوب ویل لگانے پر بھی بہت زیادہ رقم خرچ ہوتی ہے جو بہت سے کاشت کاروں کی مالی حیثیت سے زیادہ ہے۔ٹیوب ویل چلانے کے لئے بجلی یا ڈیزل انجن لگائے جاتے ہیں بجلی تو بہت ہی کم دیہی علاقوں میں ہے اس لئے زیادہ تر ڈیزل انجن ہی لگائے جاتے ہیں لیکن ڈیزل اتنا مہنگا ہے کہ عام کاشتکار اس کی استطاعت بھی نہیں رکھتے اس لئے صرف چند بڑے کاشتکار ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

2.3 سیم وتھور

دیہی علاقوں میں بہت سا قابل کاشت رقبہ سیم اور تھور کے باعث ناکارہ ہو چکا ہے۔جس پر اب کوئی فصل کاشت نہیں کی جاسکتی۔زمین کی بار بار سیرابی کے باعث زمین کے پانی کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور زمین کے اندر کے نمکیات پانی میں حل ہو کر سطح زمین کے اوپر آجاتے ہیں جس کی وجہ سے زمین سیم وتھور کا شکار ہو جاتی ہے۔بعض اوقات اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسی اراضی پر ہمیشہ ایک ہی فصل کاشت کی جاتی ہے۔مثلاً اگر کئی سال تک ایک ہی قطعہ اراضی پر چاول کاشت کئے جاتے رہیں تو وہ اراضی بھی کچھ عرصے بعد سیم تھور کا شکار ہو جاتی ہے کیونکہ چاول کی فصل کو زیادہ مقدار میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیشہ زیادہ پانی دینے سے زمین میں پانی کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور اراضی سیم وتھور کا شکار ہو جاتی ہے۔پاکستان میں اب تک لاکھوں ایکڑ زمین اس کی نظر ہو چکی ہے۔

2.4 قدرتی آفات

زراعت ایک ایسا عمل ہے جو کھلے آسمان کے نیچے ہوتا ہے اور مختلف قدرتی آفات سے اس کا تحفظ ناممکن ہے کاشتکار اپنی پوری کوشش کے باوجود قدرتی آفات سے فصل کو نہیں بچا سکتا۔اگر بارش وقت پر ہو جائے تو فصل کے لئے بہت مفید ہے۔لیکن اگر بارش بے وقت اور زیادہ ہو تو فصل تباہ کر دیتی ہے۔عموماً ربیع کی فصلوں کے پکنے کے موسم میں اگر ژالہ باری ہو جائے تو ژالہ باری سے فصل تباہ ہو جاتی ہے اور کاشتکار کی سال بھر کی محنت، بیج اور کھاد بھی ضائع ہو جاتا ہے۔اسی طرح شدت کی سردی یا گرمی سے بھی فصل تباہ ہو جاتی ہے اور کاشتکار کی سال بھر کی محنت، بیج اور کھاد بھی ضائع ہو جاتا ہے۔اسی طرح شدت کی سردی یا گرمی بھی فصل کو نقصان دیتی ہے تند وتیز ہواؤں کے جھکڑ اور آندھیاں بھی فصلوں کو گرا دیتی ہیں۔زیادہ بارشوں کے نتیجے میں بعض اوقات سیلاب آجاتے ہیں جن سے فصلوں کے ساتھ ساتھ آبادیاں بھی تباہ ہو جاتی ہیں بدقسمتی سے

ترقی پذیر ممالک میں سیلاب سے بچاؤ کا کوئی موثر نظام بھی موجود نہیں ہے۔جس سے کم ازکم آبادیوں کوتو بچایا جاسکے۔اسی طرح بارش نہ ہونے سے بھی بہت سے علاقے خشک سالی اور قحط کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ بارش نہ ہونے یا کم ہونے کے باعث بارانی علاقے کی اراضی سیراب نہیں ہو سکتی۔قدرتی آفات سے تحفظ بہت حد تک ناممکن ہےاوران آفات سے ایسے نقصانات ہوتے ہیں کہ کاشتکاروں کواپنی طرف سے پوری کوشش کے باوجود بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

2.5 کیمیائی کھاد

زرعی پیداوار میں اضافے کے لئے کیمیائی کھاد کا استعمال ناگزیر ہے۔کیمیائی کھاد کے استعمال کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کونسی کھاد، کتنی مقدار میں کسی فصل کے لئے کس وقت استعمال کی جائے۔زمین کا تجزیہ کرکے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ زمین میں کس چیز کی کمی ہے تاکہ وہی کھاد استعمال کی جائے جواس کے لئے موزوں ہو۔لیکن ترقی پذیر ممالک کے کاشتکار جدید زرعی طریقوں سے ناواقف اور ناخواندہ ہیں۔اس وجہ سے کیمیائی کھاد کے بہتر استعمال اور زمین کی صلاحیت جانچنے سے بے خبر ہیں۔اس لئے لازمی کے کسانوں کو فصل اوراس کی مناسبت سے کھاد کے استعمال کا مشورہ دینے کے لئے سرکاری طور پر کوئی انتظام کیا جائے۔لیکن یہاں بھی یہ مسئلہ ہے کہ غریب کاشت کار جواپنی بہت سی اہم ضروریات غربت کے باعث مکمل طور پر پوری نہیں کرسکتا۔کیمیائی کھاد خریدنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا۔نتیجہ یہ ہوتا ہے نہ تو موزوں کھاد مناسب مقدار میں استعمال ہوتی ہےاور نہ ہی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔

دیہی علاقوں میں عموماً قدرتی کھاد کا استعمال عام ہے۔کاشتکار جانوروں کا گوبر وغیرہ کسی گڑھے میں اکٹھا کرتے رہتے ہیں اور فصل کے لئے زمین کی تیاری کے موقع پر اسے گڑھے سے نکال کر زمین میں ڈال دیتے ہیں۔گو اس کھاد سے بھی زمین کی صلاحیت کسی حد تک بہتر ہو جاتی ہے مگر اس کے استعمال سے فصلوں کو مختلف قسم کے کیڑے لگ جاتے ہیں۔ان کیڑوں کا تدارک کرم کش ادویہ سے ممکن ہےلیکن کاشتکاروں کی اکثریت نہ تو کرم کشی اور ادویہ خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ ہی کرم کش ادویہ کا استعمال جانتے ہیں۔

ایک دوسرے میں جب کاشت کاروں سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر انہیں قرضہ فراہم کیا جائے یا کھاد قرض پر دی جائے تو کیا وہ کھاد کا استعمال بڑھا دیں گے تو کاشت کاروں کی اچھی خاصی تعداد نے جواب دیا کہ وہ یقیناً ایسا کریں گے ان کاشت کاروں میں درمیانے درجے کے کاشت کار بھی شامل تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیسوں کی کمی کیمیاوی کھاد کے کم استعمال ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

2.6 قرض

قرض ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہمارے اکثر دیہات میں لوگوں کو درپیش ہے۔ کاشت کار فصل اگانے کے موقع پر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اکثر قرض کا سہارا لیتے ہیں یہ قرض وہ مقامی باشندوں سے بھی حاصل کرتے ہیں اور حکومت کے اداروں سے بھی مگر مشکل یہ ہے کہ فصل کے موقع پر وہ یہ قرض اتار نہیں سکتے سرکاری قرضوں کے بارے تو جاری اکثر دیہات بھائی جانتے بھی نہیں اور اکثر یہ قرض لینا نہیں چاہتے کیونکہ یہ حاصل کرنے کی صورت میں اس کو اپنی زمین گروی رکھنا پڑتی ہے اور بہت پیچیدہ لکھت پڑھت سے گزرنا پڑتا ہے دوسری طرف زرعی قرضے دینے والے اداروں کے لئے ایسے کاشت کار جو وقت پر قرضے کی ادائیگی نہیں کر پاتے یا قرضے کی رقم بالکل واپس نہیں لوٹاتے ایک مسئلہ بن جاتے ہیں۔ عالمی بنک کے مطابق قرضوں کی واپسی کا مسئلہ کولمبیا، پاکستان، سینیگال، تنزانیہ اور بھارت کی کچھ ریاستوں میں گذشتہ سالوں میں شدید تھا۔ ایشیا کے مختلف ممالک میں حکومت کے مختلف ادارے جو زرعی قرضہ فراہم کرتے ہیں ان میں نا قابل واپسی قرضوں کی رقم کو کل قرضے پر دی گئی رقم کے حساب سے عالمی بنک نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔

ملک	ادارے کا نام	نا قابل واپسی قرضے کی رقم کل قرضے کا فیصد
افغانستان	اے۔ڈی۔بی۔اے	77
بنگلہ دیش	اے۔بی،	76
	آئی۔آر۔ڈی پی	40
ایران	اے۔سی۔بی آئی	44
بھارت	پی۔ایل۔ڈی۔پی	20
پاکستان	اے۔ڈی۔پی	65
فلپائن	دیہی بنک	18
سری لنکا	قرضے کی نئی اسکیمیں	41
تھائی لینڈ	بی۔اے۔اے۔سی	50
ترکی	اے۔بی۔ٹی	43

عالمی بنک نے اپنے تجزیے میں قرضہ واپس نہ کرنے کی تین وجوہات بتائی ہیں۔

1۔ کاشتکار قرض پر لی گئی رقم کو پیداواری مقاصد کے لئے خرچ نہیں کرتا۔

2۔ قرض کی واپسی میں دیر اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ کاشتکار کو قدرتی آفات کا سامنا کرنا پڑ گیا، مارکیٹ کی حالت بگڑ گئی یا پھر قرض کی شرائط ہی غلط تھیں۔

3۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کاشتکار پیسے ہونے کے باوجود وہ قرض لوٹانا نہیں چاہتا بلکہ اس رقم کو اپنی ادھر ادھر کی ضروریات کو پورا کرنے میں خرچ کر دیتے ہیں۔

2.7 ناقص منڈی اور ذرائع آمد و رفت

ہمارے اکثر دیہات ایسے ہیں جہاں پکی سڑک نہیں ہے۔ کاشتکار کو اپنی فصل گاؤں کے اندر ہی آڑھی کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروحت کرنا پڑتی ہے جہاں سڑک موجود ہے وہاں بھی اکثر لوگ شہروں میں آ کر اپنا اناج فروخت کرنے کی بجائے گاؤں میں ہی فروخت کرنا مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ وہ شہر کے راستوں سے واقفیت نہیں رکھتے اور دوسرا انہیں گاؤں سے شہر جانے کے لئے کرایہ خرچ کرنا پڑتا ہے جو وہ نہیں چاہتے۔ صرف بڑے بڑے زمیندار ہی ایسا کر پاتے ہیں۔

2.8 حفظان صحت و طبی سہولتیں

دیہات میں صفائی اور حفظان صحت کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ لوگ صفائی کی اہمیت سے بالکل بے خبر ہیں دیہات میں پینے کا صاف پانی میسر نہ ہونے کے باعث لوگ امراض کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور انہیں علاج کی کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ آلودہ پانی کے استعمال سے پیچش، اسہال، ٹائیفائیڈ، ہیضہ وغیرہ کے امراض پیدا ہوتے ہیں پانچ سال سے کم عمر بچوں کی 50 فیصد اموات کا باعث آلودہ پانی کا استعمال ہے۔ بعض دیہی علاقوں میں پانی کی شدید قلت ہے اس لئے یہاں روزانہ فی کس پانی کا استعمال 5 سے 10 لیٹر تک ہے اس حد تک کم پانی کے استعمال کے باعث نہ تو لوگ خود صاف ستھرے رہ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے گھر، برتن اور کپڑے صاف ہوتے ہیں عالمی ادارہ صحت کی سفارش کے مطابق روزانہ 30 گیلن فی کس پانی کا استعمال صفائی اور حفظان صحت کے لئے ضروری ہے۔

دیہی علاقوں میں جدید طبی سہولتوں کا فقدان ہے۔ پاکستان میں اس وقت 78 فیصد لوگوں کو ہسپتال یا ڈسپنسری

جانے کے لئے 2 سے 5 میل تک کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے 22فیصد دیہی آبادی کی کسی بھی مرکز تک رسائی نہیں ہے اس لئے دیہی آبادی بیماریوں کی صورت میں اکثر علاج نہیں کرا سکتی اور روایتی علاجوں یا دم درود پر گذارہ کرتے ہیں بڑے اور متوسط درجے کے زمیندار اور کاشتکار تو شہروں میں علاج کروا لیتے ہیں مگر غریب لوگ اس سہولت سے محروم رہتے ہیں۔

2.9 اہم نکات

1۔ زرعی اراضی کے نظام ملکیت کے ناقص ہونے کی وجہ سے زرعی پیداوار کم رہ جاتی ہے۔
2۔ دیہی علاقوں میں اکثریت بے زمین اور کم زمین کاشتکاروں کی ہوتی ہے۔
3۔ زرعی اراضی کی نسل در نسل تقسیم کی وجہ سے چھوٹے کاشتکاروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔
4۔ پاکستان میں نہروں کی لمبائی تقریباً چالیس ہزار میل ہے۔
5۔ کچے نالوں اور کھالوں میں پانی کی بہت زیادہ مقدار ضائع ہو جاتی ہے۔
6۔ بارانی علاقوں میں فصل کا انحصار بارش کے پانی پر ہوتا ہے۔
7۔ پاکستان میں لاکھوں ایکڑ اراضی سیم و تھور کا شکار ہے۔
8۔ موزوں کیمیاوی کھاد کے استعمال سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔
9۔ فصلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لئے کرم کش ادویہ کا استعمال کرنا چاہیئے۔
10۔ اکثر دیہات میں فصل کو بیچنے کے لئے منڈی موجود نہیں اور ذرائع آمد و رفت بھی ناقص ہیں۔
11۔ دیہی علاقوں میں طبی سہولتوں کا فقدان ہے۔

مشغلہ نمبر 2

پاکستان کے چاروں صوبوں کے قدرتی حالات کو مدنظر رکھ کر ہر صوبے کے دیہی علاقوں کے مسائل کی نشاندہی علیحدہ علیحدہ کریں۔

2.10 خود آزمائی نمبر 2

مندرجہ ذیل بیانات میں سے اگر بیان صحیح ہو تو ''ص'' پر اور اگر غلط ہو ''غ'' پر نشان لگائے۔

1۔ ترقی پذیر ممالک کی کل آبادی کا 70 فیصد حصہ زراعت اور زرعی محنت کے شعبے سے وابستہ ہے۔

صحیح/غلط

2۔ ترقی پذیر ممالک میں کاشتکاروں کے زیر استعمال قدیم دور کے فرسودہ آلات کاشتکاری ہیں جو جانوروں کے پیچھے باندھ کر چلائے جاتے ہیں۔

صحیح/غلط

3۔ ترقی پذیر ممالک میں تمام کاشتکاروں کے پاس ٹریکٹر ہیں اور کاشت کے طریقے بہت مقبول ہیں۔

صحیح/غلط

4۔ جن علاقوں کی آبپاشی کا انحصار بارش پر ہے اگر وہ وہاں بروقت بارش نہ ہو تو قحط کی سی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔

صحیح/غلط

5۔ فصل پیدا ہونے کے بعد عام کاشتکار کے پاس بہت رقم جمع ہوجاتی ہے جس سے وہ کیمیائی کھاد، اعلیٰ بیج اور کرم کش ادویہ باآسانی خرید سکتا ہے۔

صحیح/غلط

6۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کی فی ایکڑ زرعی پیداوار میں کوئی خاص فرق نہیں۔ دونوں جگہ زرعی پیداوار تقریباً برابر ہے۔

صحیح/غلط

7۔ جن علاقوں میں نہری پانی آبپاشی کے لئے میسر نہیں ہے وہاں ہر کاشتکار کے پاس ٹیوب ویل ہیں۔

صحیح/غلط

8۔ ترقی پذیر ممالک میں بہت زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی زرعی اراضی کئی ہزار ایکڑ کے قطعات پر مشتمل ہے اور وہ خود اپنی اراضی پر کاشت کرتے ہیں۔

صحیح/غلط

9۔ دیہاتوں میں ایسے لوگ نہ ہونے کے برابر ہیں جن کی زرعی اراضی نہ ہو بلکہ تمام لوگوں کے پاس اتنی اراضی ہے جس سے ان کے خاندان کا بڑا اچھا گزارہ ہوجاتا ہے۔

صحیح/غلط

10۔ دیہاتوں میں تقریباً سب لوگوں کے پاس مویشی ہیں اس لئے دیہی لوگ دودھ مکھن اور خالص گھی بکثرت استعمال کرتے ہیں۔

صحیح/غلط

11۔ بارشوں اور تیز آندھیوں سے فصلوں کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ بارش کی بروقت فصل کو ضرورت ہوتی ہے۔بارش بکثرت ہونے سے فصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ صحیح/غلط

12۔ ہر دیہات میں جدید زرعی مشینری کو مرمت اور دیکھ بھال کے لئے ورکشاپ موجود ہیں۔ صحیح/غلط

13۔ زرعی کاموں میں استعمال ہونے والے جانور بہت طاقت ور اور اعلیٰ نسل کے ہیں۔ صحیح/غلط

14۔ پاکستان میں زرعی اراضی بہت تیزی سے سیم وتھور کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ صحیح/غلط

15۔ نہروں کے کنارے اور کھال پختہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سا پانی ضائع ہوجاتا ہے۔ صحیح/غلط

3۔دیہی ترقی کی حکمت عملی اور مختلف پروگرام

3.1 دیہی ترقی

عالمی بنک نے دیہی ترقی کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق دیہی ترقی سے مراد وہ حکمت عملی ہے (یعنی کام کرنے کا وہ طریقہ) جیسے کوئی ملک اپنے دیہات میں آباد لوگوں کی اقتصادی اور معاشرتی حالت بہتر بنانے کے لئے بروئے لائے۔"

یہ طریقہ کار حالات اور وسائل کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے۔یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ کار ایک جگہ پر فائدہ مند ثابت ہوا ہو۔وہ ہر جگہ ہی ہوگا بلکہ ہر ملک اپنے حالات کے مطابق اپنے پروگرام کا خاکہ بناتا ہے مگر کسی بھی حکمت علمی میں چند بنیادی سوالوں کا جواب ضرور تلاش کیا جاتا ہے کہ ترقی کا یہ منصوبہ کون لوگ چلائیں گے اس سے کن لوگوں کو فائدہ حاصل ہوگا اس کے لئے کیا کیا طریقے استعمال کئے جائیں۔اس منصوبے پر عمل کب شروع ہوگا اس کی ضروریات کے لئے کن وسائل سے مدد لی جائے گی اور اس کے پورا ہونے پر کیا کیا مقاصد حاصل ہوں گے۔

عام طور پر حکمت عملی کام کے اس مجموعی طریقہ کار کو کہتے ہیں جس میں سب سے پہلے مقاصد واضع طور پر تحریر کئے گئے ہوں اور پھر ان طریقوں کی نشان دہی کردی گئی ہو جن سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

پاکستان کے دیہی مسائل کے بارے میں آپ نے پڑھا ہے۔پاکستان کی حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے لئے

کوشش کرتی رہتی ہے اور دیہات کو ترقی دینے کے لئے مختلف پروگراموں کو تشکیل دیتی ہے جن میں سے چند کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

3.2 ویلیج ایڈ

پاکستان میں دیہی ترقی کے پہلے پروگرام کا آغاز 1953 میں ہوا جس کا نام ویلیج ایڈ پروگرام تھا ویلیج ایڈ انگریزی نام کا مخفف ہے وہ انگریزی نام VILLAGE AGRICULTURAL AND INDUSTRIAL DEVELOPMENT PROGRAMME ہے۔

(i) پروگرام کے مقاصد

اس حکمت عملی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دیہات میں آباد لوگوں کو اپنی مدد آپ کے طریقوں کی تعلیم دی جائے اور ان کی کثیر تعداد کو انفرادی و اجتماعی ترقی کے لئے کام میں لایا جا سکے۔

(ii) طریقہ کار

اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقہ کار چنا وہ یہ تھا کہ تربیت یافتہ افراد کے ذریعے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا جائے چنانچہ چند لوگوں کا انتخاب کیا گیا پھر ان کو اس مقصد کے لئے تربیت دی گئی۔ یہ دیہی کارکن عام طور پر دیہات ہی کا رہنے والا ایک میٹرک پاس نوجوان ہوتا جس کو حکومت تنخواہ دیتی تھی مگر اس کے پاس کسی قسم کے اختیارات نہیں ہوتے تھے۔ یہ ایک سیدھا سادھا آدمی ہوتا۔ جو لوگوں کے لئے ایک راہنما کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسے یہ فن سکھایا جاتا تھا کہ لوگوں سے تعلقات کس طرح استوار کئے جاتے ہیں۔ اس تربیت کے بعد اس کو تقریباً 7 گاؤں پر مشتمل ایک علاقے میں لگا دیا جاتا۔ اس علاقے کی آبادی تقریباً 5000 ہوتی۔ اسی طرح 200 ملحقہ گاؤں کے علاقے کو ترقیاتی حلقہ قرار دیا گیا۔ اس ترقیاتی حلقے میں دیہی کونسل کی وساطت سے دیہات کی مختلف ضروریات مثلاً سڑکوں کی تعمیر، سکول، صحت اور زرعی اجناس کی فروخت وغیرہ کے انتظامات کئے جاتے اس کے علاوہ ایسے کاموں کا آغاز کیا جاتا جن کی ضرورت لوگ خود محسوس کرتے اور جس کے لئے رضا کارانہ طور پر لوگ زمین یا رقم دینے یا محنت کرنے کے لئے تیار ہو جائے باقی جو کمی رہ جاتی دیہی ترقیاتی فنڈ سے اس کو پورا کیا جاتا۔

(iii) نتائج

اس پروگرام کوشروع شروع میں کچھ کامیابی ضرور رہوئی مگر آگے چل کر یہ اپنے مقاصد پورے نہ کر سکا شروع شروع میں لوگوں نے اسے اپنا پروگرام سمجھا اور بڑھ چڑھ کر چندہ فراہم کیا۔مگر چونکہ اس پروگرام کا دارومدار ایک شخص پر تھا اور اس کے بنیادی اصول کمیونٹی ڈیلو پمنٹ کے اصول تھے۔اس لئے یہ پروگرام زیادہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت نہ ہوا۔اس کے کام کے لئے جو کارکن رکھے گئے تھے ان کی تربیت اچھی طرح سے نہیں کی گئی تھی۔دوسرے وہ با اثر لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تیسرے دوسرے اداروں کے لوگ ان سے حسد کرنے لگے کیونکہ ان کو کافی مراعات حاصل تھیں اس لئے ان کو محکمانہ تعاون حاصل نہ ہو سکا۔لذہا ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کے دوران جب یہ محسوس کیا گیا کہ پروگرام میں لوگ پہلے جیسی دلچسپی نہیں لے رہے تو اس کی الگ حیثیت ختم کردی گئی اور اس سے متعلقہ کام بنیادی جمہوریت کے اداروں کوسونپ دیئے گئے۔

3.3 بنیادی جمہوریت

ولیج ایڈ کی ناکامی کے بعد دیہی ترقی کے لئے جو دوسری حکمت عملی اختیار کی گئی وہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام تھا اسے ۱۹۵۹ء میں نافذ کیا گیا۔

(i) مقاصد

ولیج ایڈ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگوں سے مالی اور افرادی مدد حاصل کر کے اسے ان کی ترقی کے لئے خرچ کرنا۔مگر اس سے سب لوگ فائدہ نہ اٹھا سکے۔کچھ با اثر لوگوں نے حکومت کے اس کارکن سے مل کر مالی امداد دے کر ایسے کام کروائے جن کا فائدہ صرف انہیں کو حاصل ہوا۔لہذا جمہوریت کے اصول یہ طے پائے کہ لوگوں کی خواہشیات امنگوں اور ضروریات کے صحیح اعداد وشمار نچلی سطح سے حکومت کی اعلیٰ سطح تک پہنچ پائیں اور کسی بھی ترقیاتی پروگرام میں ہر سطح سے لوگوں کی بھرپور شمولیت حاصل کی جائے تاکہ اس ترقی کا فائدہ چند افراد کی بجائے سب افراد کو حاصل ہو۔

(ii) طریقہ کار

چونکہ اس حکمت عملی کا مقصد ہر سطح کے لوگوں کی شمولیت تھی لہذا اس کے طریقہ کار میں اس کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا۔

1۔ یونین کونسل

2۔ تحصیل کونسل

3۔ ضلعی کونسل

4۔ ڈویژنل کونسل

5۔ صوبائی مشاورتی کونسل

یونین کونسل کے زیادہ تر ممبر عوام کے منتخب کردہ ہوتے تھے جبکہ چند ممبر کمشنر منتخب کرتے تھے دوسری کونسلوں کے ممبر یونین کونسل کے ممبران چنتے یا ان کونسلوں کے صدر اور چیئرمین اگلی سطح کی کونسل کے ممبر ہوتے۔ڈویژن کونسل کا صدر کمشنر ہوتا۔ان کونسلوں کے مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لئے حکومت اکثر مالی امداد دیتی تھی اس سسٹم کے تحت زیادہ اہم کام یونین اور ڈسٹرکٹ کونسلوں کو سونپے گئے۔ڈسٹرکٹ کونسل منصوبے بناتی اور ان پر عمل درآمد کرواتی۔یونین کونسل اور تحصیل کونسل کے کاموں کو مربوط بناتی۔ضلعی اہمیت کے منصوبوں کی سفارش ڈویژنل کونسل کو بھیجتی۔کارگردگی کا جائزہ لیتی اور بہتری کی تجاویز پیش کرتی۔ڈویژن کونسل ان سکیموں پر فیصلہ دیتی جو اسے ڈسٹرکٹ کونسل سے وصول ہوئیں۔

(iii) نتائج

اگر چہ یہ پروگرام اچھے مقاصد اور بہتر طریقہ کار کے ساتھ شروع ہوا مگر یہ بھی زیادہ کامیاب نہ ہوسکا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ سلسلہ بہ سلسلہ انتخاب کی وجہ سے یہ سیاسی رنگ اختیار کرگیا۔چونکہ اس کے ممبروں کا براہ راست حکومت کے اداروں سے تعلق ہوتا تھا۔اس لئے وہی لوگ اس کا زیادہ فائدہ بھی اٹھا سکے اور عوام اسی طرح پہلے جیسی حالت میں ہی رہے۔

3.4 زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان

(i) مقاصد

بنک کا قیام 1961 میں عمل میں آیا۔اس کا مقصد زرعی شعبوں میں کاشتکار کو قرضے فراہم کرنا تھا۔اس کے علاوہ گاؤں کی سطح پر گھریلو صنعتیں لگانے کے لئے بھی قرضے فراہم کرنا اس بنک کا بنیادی مقصد تھا۔

(ii) طریقہ کار

بنک کاشتکاروں کو ان کی بہتر فصل کے لئے قرضے فراہم کرتا ہے یہ قرضے آسان قسطوں میں واپس لئے جاتے ہیں اور کسان کو اس کی زمین کے مطابق قرضہ ملتا ہے عموماً زمین گروی رکھی جاتی ہے یا فصل کے مطابق قرضہ کی شرائط طے کی جاتی ہیں۔

(iii) نتائج

پاکستان اکنامکس سروے کے مطابق 81-1980 تک بنک نے 62-1066 ملین روپے کے قرضے فراہم کئے۔ان قرضوں کی رقم میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ 82-1981 میں یہ قرضے 38-1557 ملین تک پہنچ گئے ہیں۔ان قرضوں کا 45 فیصد سے بھی زیادہ حصہ زرعی مشینری خریدنے کے کام آیا مگر بنک کی ان سہولتوں کے زیادہ تر فائدے بڑے کاشتکاروں کو حاصل ہوئے چھوٹے کاشتکاروں کو کل رقم کا بمشکل 21 فیصد دیا گیا تاہم اس قرضے کی بدولت بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور زراعت میں ترقی کا سبب بنا۔

3.5 مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP)

(i) مقاصد

اس پروگرام کا آغاز جون 1972 میں ہوا۔اس پروگرام کے بنیادی مقاصد یہ تھے کہ کاشتکاروں کی معاشی و معاشرتی حالت کو سدھارا جائے جس کے لئے اس بات کی کوشش کی جائے کسان کی پیداواری صلاحتیں بڑھ سکیں۔اس مقصد کے لئے کاشتکار کی بنیادی ضروریات مثلاً بیج،کھاد،ادویات وغیرہ کی خریداری کے لئے ان کو قرضہ فراہم کیا جائے اور ساتھ ہی یہ چیزان کو دیہات میں میسر کی جائیں۔ان کے علاوہ چھوٹے کاشت کار جدید مشینری خریدنے کی استفاعت نہیں رکھتے ان کو مشینری کرایہ پر دی جائے۔ان کی فصلوں کو محفوظ رکھنے اور ان کو مناسب داموں بیچنے کا بندوبست کیا جائے اور ایسے مثالی فارم بنائیں جائیں جن پر جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے پیداوار کو بڑھایا جائے تا کہ اس کو دیکھ کر دوسرے کاشتکاروں کو نئی

ٹیکنالوجی اپنانے کا حوصلہ ملے۔اس کے علاوہ دیہات میں ایسی بنیادی صنعتوں کو قائم کرنا تھا جس کے لئے انہیں خام مال وہیں سے دستیاب ہوسکے اور لوگوں کو فن مہارت دینا بھی اس پروگرام کے مقاصد میں شامل تھا۔

(ii) طریقہ کار

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ان کی درجہ بندی کی گئی جو مقاصد فوری حاصل کئے جاسکتے ہیں ان کو الگ کیا گیا اور وہ مقاصد جن کے لئے لمبا عرصہ درکار تھا ان کو الگ کیا گیا تا کہ علیحدہ علیحدہ دونوں پر کام ہوسکے اور لوگوں کو اس پروگرام کی افادیت کا بھی پتہ چلتا رہے۔جہاں تک اس کے لئے تنظیمی ڈھانچوں کا تعلق ہے تو اس کے لئے دو سطحی نظام تجویز ہوا۔

1۔ گاؤں کی سطح
2۔ مرکز کی سطح

گاؤں کی سطح پر کاشتکاروں کی ضروریات کا اندازہ لگایا گیا اور پھر ان کی ضروریات کے مطابق مختلف کارندے اس کام پر متعین کئے گئے پھر ان مختلف کاموں یا شعبوں سے متعلق رکھنے والے کارندوں کے لئے ایک مرکز بنایا گیا۔اس مرکز میں تمام معاشرتی،معاشی اور تجارتی سرگرمیوں کو عمل میں لانے کے لئے منصوبہ بندی کی جاتی۔مرکز کی سطح پر مزید چار تنظیمیں قائم کی گئیں (1) پروجیکٹ منیجر (2) گاؤں کی سطح پر تشکیل دی گئی انجمن امداد باہمی اور کاشتکاروں کی مرکزی امداد باہمی کی انجمن (3) نجی سرمایہ کاری کے ادارے (4) لوکل باڈیز۔

(iii) نتائج

مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت 74-1973 کے اختتام تک تقریباً 115 پراجیکٹس کھل چکے تھے جن میں 38 پنجاب میں 30 سندھ میں 30 شمال مغربی سرحدی صوبے میں 13 بلوچستان اور 4 آزاد کشمیر میں کھلے گئے۔اگر چہ یہ پروگرام بھی اپنے تمام تر مقاصد کو پورا نہ کرسکا تاہم جن جگہوں پر کاشتکاروں کو زرعی سہولتیں پہنچائی گئیں وہاں پیداوار میں کافی اضافہ ہوا لیکن مجموعی طور پر اس پروگرام سے بھی زیادہ تر افراد کو فائدہ نہیں پہنچ سکا۔

3.6 دیہی ترقی کا پروگرام

(i) مقاصد

دیہی ترقی سے مراد صرف زراعت کے میدان میں اچھی پیداوار ہی نہیں بلکہ اس میں آبادی کو بڑھتی ہوئی رفتار کو کم کرنا، نوکری کے بہتر مواقع فراہم کرنا، علاج معالجہ کی بہتر سہولتیں بہم پہنچانا تعلیم کے لئے مراکز تعمیر کرنا۔ صفائی کا انتظام کرنا، پینے کے لئے صاف پانی مہیا کرنا، سڑکیں تعمیر کرنا، مارکیٹیں بنانا اور دیہات میں بجلی فراہم کرنا بھی ہے اور اس کے ساتھ کسی حد تک امیری غریبی کے فرق کو کم کرنا ہے لہذا دیہی ترقی کے پروگرام کا مقاصد زرعی پیداوار بڑھانا، طبعی ڈھانچے کو بہتر بنانا، زندگی کی بنیادی ضروریات بہم پہنچانا اور لوگوں کو روزگار مہیا کر کے اچھی زندگی کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے لئے حکومت نے مختلف حکمت عملیاں کیں۔ جنھوں نے کسی حد تک اپنے مقاصد کو پورا بھی کیا مگر اس سے زیادہ تر لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے (یعنی 83-1978) میں حکومت نے فیصلہ کیا کہ مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام اور پیپلز ورکس پروگرام کو یکجا کیا جائے اور اس کو دیہی ترقی (RURAL DEVELOPMENT) کا نام دیا ہے۔ پانچویں پانچ سالہ منصوبے میں اس کے جو مقاصد واضع کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ قومی سطح پر معاشی و معاشرتی ترقی کے ساتھ دیہی ترقی کو مربوط کرنا۔

2۔ بے روزگاری کو کم کرنا۔

3۔ زراعت اور دوسری دیہی سرگرمیوں کے سلسلے میں دی جانے والی ملازمتوں کی مدت کو بڑھانا اور زیادہ لوگوں کو اس میں شامل کرنا۔

4۔ دیہات کے طبعی ڈھانچے کو بہتر بنانا۔

5۔ ایک ادارتی ڈھانچہ مرتب کرنا جو کمیونٹی کو اس بات کا یقین دلا کر کہ دیہی ترقیاتی پروگراموں پر عمل درآمد کیا جائے گا مدد کے لئے اکسائے۔

6۔ لوگوں کو زندگی کی بنیادی آسائشیں مہیا کرنے کے لئے مختلف اقدامات کرنا۔

(ii) طریقہ کار

فیڈرل گورنمنٹ نے خاص خاص پروگرام مرتب کئے ہیں۔جس میں بنیادی تعلیم،بنیادی علاج معالجے کی سہولتیں،دیہات میں بجلی پہنچانا اور سڑکیں تعمیر کروانا ہےاس کا مقصد یہ ہے کہ دیہات میں لوگوں کو بنیادی سہولتیں بھی حاصل ہوں۔

فیڈرل گورنمنٹ جو پروگرام مرتب کرتی ہےان پر عمل درآمد کروانے کے لئے زیادہ تر لوکل کونسل کے ممبران کو تربیت دی جاتی ہے جو تربیت حاصل کرنے کے بعد دیہی علاقوں کی زرعی حالت اور طبعی ڈھانچے کو بہتر بنانے کے لئے کوششیں کرتے ہیں۔

(iii) نتائج

اس پروگرام کے تحت کئی منصوبے اب تک پایہ تکمیل تک پہنچ چکے ہیں ایک اندازے کے مطابق 84-1983 کے آخر تک پرائمری سکولوں کی تعداد میں پانچ گنا اضافہ ہو جائے گا۔اسی طرح بچوں کو ٹیکے لگانے کی سکیموں میں بھی پانچ گنا اضافہ ہو گیا ہے دیہات کو بجلی فراہم کرنے کے بعد پروگرام کے تحت 84-1983 میں سے دوگنا دیہات بجلی کی سہولت سے فیض یاب ہو چکے ہیں اور باقی ماندہ دیہات تک بجلی بھی توقع کی جاتی ہے کہ بجلی چھٹے پانچ سالہ منصوبے میں پہنچ جائے گی۔1983ء کے آخر تک تقریباً 3000 گاؤں تک بجلی پہنچ گئی تھی اسی طرح ایک اندازے کے مطابق 1983 تک فارموں سے مارکیٹ تک جو سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں ان کی لمبائی 3218 کلومیٹر ہے۔

3.7 زرعی اصطلاحات

نظام اراضی کو بہتر بنانے کے لئے مختلف وقتوں میں کام ہوتا رہا ہےاور کسی حد تک ان کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں۔اس سلسلے میں سب سے پہلے 1976ء میں مسلم لیگ نے اپنی سفارشات پیش کیں جس کے تحت یہ طے ہوا کہ بڑی جاگیرداریاں ختم کر کے زمین مزارعین میں بانٹ دی جائے اور کسی کے پاس 150 ایکڑ نہری اور 450 ایکڑ بارانی سے زیادہ زمین نہ ہو۔زمیندار کو 15 لاکھ سے زیادہ معاوضہ نہ دیا جائے لیکن اس پر بہت سی وجوہ کی بنا پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔اس

کے بعد مختلف صوبوں نے 1950 اور 1952ء کے عرصے کے دوران مختلف قسم کے قوانین پاس کئے ان قوانین کا بڑا مقصد کاشتکاروں کو بے دخلیوں کے خلاف تحفظ فراہم کرنا اور دیگر مراعات دلوانا تھا لیکن زمینداروں کی چالاکی اور کاشتکاروں کی سادہ لوحی کی وجہ سے ان پر عمل نہ ہوسکا۔اس کے بعد 1957ء میں بھی منصوبہ بندی بورڈ نے زرعی اصطلاحات تجویز کیں جن پر بھی عمل نہ ہوسکا۔1958ء میں جنرل محمد ایوب خان نے اقتدار سنبھالتے ہی اصطلاحات اراضی کے لئے ایک کمیشن قائم کیا۔اس کے تحت کسی شخص کی ملکیت 500 ایکڑ نہری اور 1080 ایکڑ بارانی زمین سے زیادہ نہ ہو۔اس سے زائد زمین حکومت حاصل کر کے اس کا معاوضہ زمین دار کو ادا کرے گی جو کاشتکاروں کو آسان قسطوں پر تقسیم کر دی جائے گی۔دوسری بار زرعی اصطلاحات 1972ء میں نافذ کی گئیں اس کے تحت زمین کی حد ملکیت کم کر کے 150 ایکڑ نہری اور 300 ایکڑ بارانی مقرر کر دی گئی۔فالتو زمین ضبط کر لی گئی اور یہ زمین اس پر کام کرنے والے کاشتکاروں میں مفت بانٹ دی گئی۔اس طرح کاشتکار جو پہلے صرف مزارعین تھے اب مالک بن گئے اور اپنی زمین کو بہتر طریقے سے لگن کے ساتھ کاشت کرنے لگے جس سے فی ایکڑ پیداوار بڑھی۔

یہ وہ حکمت عملیاں تھیں۔ن پر وقتاً فوقتاً حکومت عمل کرتی رہی ہے تا کہ دیہات کی حالت بہتر بنا سکے یہ کوشش ابھی جاری ہے اور جاری رہے گی۔

مشغلہ نمبر 3 کچھ اہم حکمت عملیوں کا ذکر آپ نے یونٹ میں پڑھا ہے اس کے علاوہ بھی حکومت نے کچھ پروگرام مرتب دیئے تھے ان سب کی لسٹ تیار کریں۔

اہم نکات

1۔ کام کرنے کا وہ طریقہ جسے کوئی ملک اپنے دیہات میں آبا دلوگوں کی اقتصادی اور معاشرتی حالت بہتر بنانے کے لئے بروئے کار لائے دیہی ترقی کہلاتا ہے۔

2۔ پاکستان میں دیہی ترقی کے پہلے پروگرام کا آغاز 1953ء میں ہوا جس کا نام ولیج ایڈ پروگرام تھا۔

3۔ ولیج ایڈ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دیہات میں آباد لوگوں کو اپنی مدد آپ کے لئے ترغیب دی جائے۔

4۔ ولیج ایڈ کے ایک کارکن کے پاس تقریباً سات گاؤں پر مشتمل علاقہ ہوتا۔

5۔ ولیج ایڈ کی ناکامی کے بعد دیہی ترقی کے لئے بنیادی جمہوریتوں کا ناظم اپنایا گیا۔

6۔ بنیادی جمہوریتوں کا نظام 1959ء میں نافذ کیا گیا۔

7۔ بنیادی جمہوریتوں کے پروگرام کا مقصد کسی بھی ترقیاتی پروگرام میں ہر سطح کے لوگوں کی شمولیت تھی تاکہ ترقی کا فائدہ چند لوگوں کی بجائے سب کو حاصل ہو۔

8۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت زیادہ تر اہم کام یونین اور ڈسٹرکٹ کونسلوں کو سونپے گئے۔

9۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام نے سیاسی رنگ اختیار کر لینے کی وجہ سے اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیابی حاصل نہ کی۔

10۔ زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان کا قیام 1961ء میں ہوا۔

11۔ اس بنک کا بنیادی مقصد زرعی شعبوں میں کاشتکاروں کو قرضے فراہم کرنا ہے تاکہ وہ زراعت کو ترقی دے سکیں۔

12۔ زرعی ترقیاتی بنک کے قرضوں سے بھی زیادہ فائدہ بڑے کاشتکاروں کو ہی ہوا۔

13۔ مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا آغاز جون 1972ء میں ہوا۔

14۔ دیہی ترقی کے پروگرام کا مقصد زرعی پیداوار بڑھانا، طبعی ڈھانچے کو بہتر بنانا، زندگی کی بنیادی ضروریات بہم پہنچانا اور لوگوں کو روزگار مہیا کر کے اچھی زندگی کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

3.9 خود آزمائی نمبر 3

خالی جگہ پر کریں۔

1۔ دیہی ترقی سے مراد وہ حکمت عملی ہے جیسے کوئی ملک دیہات میں آباد لوگوں کی .... بروئے کار لائے۔

2۔ ولیج ایڈ میں .... کے ذریعے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا جاتا تھا۔

3۔ ولیج ایڈ کے کارکن کا تعلیمی معیار.................................تھا۔

4۔ ولیج ایڈ کے بنیادی اصول...................................کے اصول تھے۔

5۔ ولیج ایڈ کی جداگانہ حیثیت کب ختم کی گئی...............................

6۔ بنیادی جمہوریت کے پروگرام کو.................................سطحوں میں تقسیم کیا گیا۔

7۔ 1981-82 تک زرعی ترقیاتی بنک نے.................................رقم کے قرضے فراہم کیے۔

8۔ دیہی ترقی کے پروگرام کے تحت 1983ء تک فارموں سے مارکیٹ تک جو سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں ان کی لمبائی.................................کلومیٹر تھی۔

4۔ جوابات

خودآزمائی نمبر 1

صحیح جوابات 2 5 7 8 10

خودآزمائی نمبر 2

1	ص	2	ص	3	غ	4	ص
5	غ	6	غ	7	غ	8	غ
9	غ	10	غ	11	غ	12	غ
13	غ	14	ص	15	ص		

خود آزمائی نمبر 3

1۔ اقتصادی و معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے
2۔ تربیت یافتہ افراد
3۔ میٹرک
4۔ کمیونٹی ڈیلو پلیمنٹ
5۔ 1961-1960
6۔ پانچ
7۔ 1557-38 ملین
8۔ 3218 کلومیٹر

5۔ کتابیات

1. ____________________ Population Census Orgainsation

2. Frithjof Kuhnem and Agha Sajjad Haider — Land Tenure and Rural Development in Pakistan, a paper read at the International Seminar.

OR

3. جاوید اقبال سید، دیہی ترقی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۔ اسلام آباد

4. ایضاً صفحہ نمبر

5. ایضاً صفحہ نمبر

6. World Bank: The assualt on World Poverty. The Jhon Hopins University Press, Baltimore and London 1975 (Page-3)

7. ________________ Pakistan Economic Survey 1982-83.